فہم دین

جلد نہم

مفتی مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

صراط مستقیم پبلیکیشنز

5,6- مرکز الاویس داتا دربار مارکیٹ، شیخ ہندی سٹریٹ، لاہور

042-37115771, 0321-9407699,0315-9407699

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ (سورۃ التوبہ:۱۲۲)

اسلام کی آفاقی تعلیمات سے عوام کو روشناس کروانے کے لیے

فہمِ دین

جلد نہم

مولانا مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

صراطِ مستقیم پبلیکیشنز، کیسٹ اینڈ سی ڈی سنٹر
6-5 مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور
042-37115771 0321-9407699

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ——— فہم دین (جلد نہم)

ازقلم ——— ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی

مرتب ——— مولانا محمد عبدالکریم جلالی (فاضل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور)
مولانا سید عاصم علی شاہ صاحب (راولپنڈی)

باہتمام ——— شیخ محمد سرور اویسی، محمد آصف علی جلالی

تعداد ——— 1100

صفحات ——— 416

ہدیہ ——— 350

ملنے کے پتے

○ صراط مستقیم پبلی کیشنز ○ کتب خانہ امام احمد رضا
○ کرمانوالہ بک شاپ ○ قادری رضوی کتب خانہ لاہور
○ مکتبہ بہار شریعت قادریہ دربار مارکیٹ لاہور
○ نظامیہ کتاب گھر اردو بازار لاہور ○ مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور
○ مکتبہ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
○ مکتبہ غوثیہ کراچی ○ مکتبہ برکاتہ المدینہ (کراچی)
○ مکتبہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ○ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی
○ مکتبہ ضیاء السنہ ملتان ○ فیضان سنت بوہڑ گیٹ ملتان
○ جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ (بھکھی شریف منڈی بہاؤالدین)
○ جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور ○ زاویہ پبلی کیشنز، لاہور
○ جلالیہ صراط مستقیم گجرات ○ رضا بک شاپ گجرات
○ اسلامک بک کارپوریشن کمال چوک ○ نوریہ رضویہ فیصل آباد
○ اویسی بک سٹال [illegible] 0333-6173630

Marfat.com

فہرست

صفحہ نمبر		مضمون
13	....	انتساب
14	....	تقریظ (حضرت علامہ حافظ محمد نذیر احمد گوندل)
		(باب نمبر 1)
18	....	**وصیت کے شرعی احکام**
19	....	وصیت کا معنی
19	....	قرآن مجید میں وصیت کا بیان
20	....	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وصیت
24	....	وصیت کی اہمیت
26	....	وصیت کی اقسام
27	....	وصیت مستحبہ
27	....	وصیت مباح
28	....	وصیت مکروہ تحریمی
28	....	مثال
28	....	وصیت محرّمہ
29	....	میت کا ترکہ
29	....	تجہیز و تکفین
29	....	قرض
30	....	قرض، ایک رکاوٹ
31	....	وصیت تیسرے نمبر پر اور تیسرے حصے میں
32	....	مُوصی کے لیے شرائط
33	....	مُوصیٰ لہ میں شرائط

Marfat.com

مثال 34
موصی بہ میں شرائط 36
وصیت کے ختم ہو جانے کے اسباب 38
خلاصہ 40
وصیت مطلقہ 40
وصیت مقیدہ 41

(باب نمبر2)

والدین، بندے کی دنیا میں جنت 44
جنت کا مطلب 45
والدین: بندے کی جنت بھی اور جہنم بھی 48
جنتی دروازہ 53
ماں کے قدموں تلے جنت 53
جنت کے دروازے 56
حج مبرور کا ثواب 61
مسکراہٹ نے کام بنا دیا 65
بدبخت شخص 66
دیکھنے میں عبادت 69
خدمت کا ایک انداز 70
یمنی عورت 73
والدین کے لیے ایصال ثواب 76

(باب نمبر3)

ناموس رسالت ﷺ کے نگہبان ولولے 80
شاتم رسول کریم ﷺ کا انجام 83
نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کی دلیری 87

Marfat.com

چھپکلی کو سزا	90
ایک سوال، اور اس کا جواب	92
حسنِ نیت پہ ثواب	95
جذبہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ	97
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انوکھا فیصلہ	97
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا جذبہ وفا	98
منافق کی سزا	99
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ عشق	101
رسول کریم ﷺ کے گستاخ کا انجام	105
گستاخ پر قہر خداوندی	108

(باب نمبر4)

رسول اللہ ﷺ کی شجاعت	112
نبوت ﷺ اور شجاعت	113
حضرت ہود علیہ السلام اور شجاعت	115
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور شجاعت	116
استقلالِ رسول اکرم ﷺ	119
صفتِ مصطفیٰ کریم ﷺ	121
عظیم گواہ	122
پہلی گواہی: حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی	123
دوسری گواہی: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی	124
تیسری گواہی: حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی	126
چوتھی گواہی: خادمِ رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ کی	127
پانچویں گواہی: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی	131
حسنِ مصطفیٰ کریم ﷺ	133

Marfat.com

چھٹی گواہی: مجتہدِ امت رضی اللہ عنہا کی 134

ساتویں گواہی: حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی 136

آٹھویں گواہی: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی 139

ثابت قدمی 139

قریشِ کی وارننگ اور شجاعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم 141

ابوجہل کی بزدلی 144

(باب نمبر5)

اسلام کی اپنی بیٹیوں سے گفتگو 152

دخترانِ اسلام کی تڑپ 153

دخترانِ اسلام کا نصاب زندگی 155

''معروف'' میں شامل امور 156

عورت اچھائی یا برائی کے پیمانے میں 158

جنتی محل 160

درسِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم 161

بلند حوصلہ خاتون 163

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا عمل مبارک 167

خاتون جنت سرکارِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت وصال 169

ایک سوال، ایک تڑپ 170

عورت اور لباس: 179

جذبہ جہاد 184

اولاد کا پہلا سبق 186

عجیب حق مہر 187

Marfat.com

بین کی ممانعت	188
شادی کی تقریب اور دختران اسلام	189

(باب نمبر6)

رھن کے مسائل	**192**
رہن کی وضاحت	195
شرعی معنی:	195
مثال	196
قرآن مجید اور حکم رہن	196
حدیث نمبر:1	198
حدیث نمبر:2	201
حدیث نمبر:3	201
رہن کے ارکان و عناصر	204
مثال:	205
رہن کی شرائط	205
اول: شروط عاقدین	205
پہلی شرط: اہلیت:	205
مرہون کی شرائط:	206
شرط اول:	206
شرط ثانی:	207
شرط ثالث:	211
شرط رابع:	211
شرط خامس:	212
شرط سادس:	212

Marfat.com

شرط سابع: 213

شرط ثامن: 214

مرہونہ چیز کے اخراجات کون برداشت کرے گا؟ 215

مرہونہ چیز سے انتفاع 217

اتباع حکم رسول اکرم ﷺ 219

(باب نمبر7)

ایک عدد نئی زندگی 223

اسلام ایک نئی زندگی 225

ہجرت ایک نئی زندگی 226

حج ایک نئی زندگی 226

طواف ایک نئی زندگی 229

بیت المقدس میں نماز ایک نئی زندگی 230

روزہ ایک نئی زندگی 232

کفارات میں ایک نئی زندگی 234

دو رکعت نوافل میں نئی زندگی 236

جسمانی بیماری نئی زندگی کا سبب 238

فوت شدہ مسلمان کے اعزاز سے نئی زندگی 242

(باب نمبر8)

حج کے اسرار و رموز 247

فرضیت حج کی حکمت 248

استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے پہ وعید 250

مسلمانوں کی خصوصیت 252

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضیافت	253
حاجی کون کون ہے	254
اللہ تعالیٰ کا مہمان اور اس کی عظمتیں	255
اللہ تعالیٰ کی رحمتیں	257
ابن جُبیر کے تاثرات	258
حاجی کا مقام	260
حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اتباع رسول کریم ﷺ	263
عبادات میں معقولیت	265
حج، زہد کا کورس ایک تبدیلی کا نام	267
بندے کا علیحدہ علیحدہ امتحان ہونا	269
حج حضوری کی تربیت	270
حج، تسکین محبت	271
حج، شیطان کی رسوائی کا سبب	273
حاجی کی عظمت، ایک مثال	275
حاجی پوری کائنات کا ہمنوا	277

(باب نمبر9)

معرفت الٰہی: اسباب و علامات	281
معرفت کا معنی	281
علم اور معرفت میں فرق	282
معرفت الٰہی کے طریقے	285
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مکالمہ	285

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا مکالمہ 293
عارفین کی اقسام 296
اقویا عارفین 296
ضعفاء عارفین 297
معرفت، خوف کی علامت 297
معرفت، ہیبت کی علامت 300
معرفت، حب خدا اور اطاعت الٰہی کی علامت 300
معرفت، حجابات کے اٹھ جانے کا نام 302
معرفت اور چشم تر 303
معرفت اور ثنائے الٰہی 304
معرفت اور عاجزی 304
دیدار باری تعالیٰ 306

(باب نمبر10)

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلمان! 310
تفکر کی اہمیت 313
فتنوں کا علاج 313
قرآن مجید اللہ کی مضبوط رسی 320
قرآن مجید کی انوکھی خصوصیات 324
حضرت مولا علی کرم اللہ وجھہ الکریم اور تفسیر سورہ فاتحہ 329
ماضی، حال اور مستقبل کا علم کہاں؟ 330
عجیب کتاب 330

Marfat.com

مؤمن و کافر کی مثال 332
قرآن مجید کا شاندار استقبال 335

(باب نمبر11)

تبلیغ دین کے فوائد 341
تبلیغ سے پہلے ایک بنیادی کام 342
اجتماعِ فہمِ دین کی برکت 344
ایک نصیحت 348
چودہ سال کی تلاش 349
قرآن مجید کی اہمیت 354
اندازِ تبلیغ 354
تبلیغ کے مختلف انداز 357
عملی تبلیغ 358
قولی تبلیغ 360
برائی کو دیکھنے پہ خاموشی کا نقصان 362

(باب نمبر12)

یہ شان رسالت ﷺ ہے ذرا ہوش سے بول! 368
شان رسالت ﷺ کا تقدس 369
شان نزول: پہلی تفسیر 370
دوسری تفسیر 371
تیسری تفسیر 372
چوتھی تفسیر 373

Marfat.com

پانچویں تفسیر	373
بڑے تو حضور ﷺ ہی ہیں	375
مبارک انگلیاں	378
ادب کی انوکھی صورت	382
انداز محبت اور ادب	386
عبادت اور ادب	391
کفار کی نازیبا حرکت	392
انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کا ادب	395
الفاظ کی آڑ میں گستاخیاں	399
پہلی مثال	399
دوسری مثال	404
داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق	406
توبہ کی پہلی قسم	407
مثال	407
توبہ کی دوسری قسم	407
مثال	407
توبہ کی تیسری قسم	419
گفتگو میں بے ادبی کا وبال	411
گستاخی کا انجام	413
چیونٹی کی خوش قسمتی	414
خوش قسمت جادوگر	415

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ

وعلیٰ آلك واصحابك یا حبیب اللہ

انتساب

جنیدِ زمان، حافظ الحدیث، امام العصر

حضرت پیر محمد جلال الدین شاہ نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

جن کی فضاءِ معارف میں

قلب ونظر کو بالیدگی

اور عقل وخرد کو آسودگی

ملی

محمد اشرف آصف جلالی

Marfat.com

تقریظ

تلمیذ حافظ الحدیث، شیخ الحدیث

حضرت علامہ حافظ محمد نذیر احمد گوندل

سابق شیخ الجامعہ مرکزی جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والصلوۃ والسلام علی رسولہ و آلہ و اصحابہ اجمعین

فہم دین اور قرآن وسنت کی تعلیمات رضاء الہی کے حصول کا بہت بڑا ذریعہ ہیں ان پر عمل پیرا ہونے سے بندے کو رب ذوالجلال کا قرب اور دربار رسالت ﷺ میں مقبولیت میسر تی ہے۔

آج جب کہ نت نئی الحادی تحریکیں اٹھ رہی ہیں جگہ جگہ عریانی فحاشی کے اڈے قائم ہیں۔ نام نہاد روشن خیالی کا سیلاب طغیانیوں ہے، فسق وفجور کا آتش فشاں پھٹ رہا ہے بد عقیدگی اور بدعملی کے مداری کھلے عام لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں منافقت کے سودے سرعام ہورہے ہیں، حقیقت شناس لوگ کم ہورہے ہیں کیونکہ رہزنوں نے رہبروں کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ سادہ لوح مسلمان دین کے معاملات مین دھوکا کھا رہے ہیں ایسے حالات مین اہل حق کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں یہ ذمہ داریاں وہ علماء ہی ادا کرسکتے ہیں جو ایک طرف قرآن وسنت، فقہ وعقائد کا گہرا شعور اور ادراک رکھتے ہوں دوسری جانب عصری تعلیمات سے بھی آراستہ ہوں جو کسی بھی پلیٹ فارم پر جدت پسندوں کی آنکھوں کی میں آنکھیں ڈال کر پورے اعتماد کے ساتھ بات کریں۔

Marfat.com

الحمدللہ "مولانا محمد اشرف آصف جلالی دامت برکاتہم العالیہ" اس معیار پر پورا اترتے ہیں انہوں نے علوم دینیہ اپنے دور کے عظیم علماء "حضرت علامہ قبلہ پیر سید جلال الملۃ والدین محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالی اور مولانا محمد نواز صاحب نقشبدی رحمہ اللہ تعالی سے حاصل کئے اور چند اسباق خادم سے بھی پڑھے ہیں عالم باعمل ہیں، ماشاء اللہ تعالی مدرس بھی ہیں، بے مثل خطیب بھی ہیں، ادیب اور شیخ الحدیث بھی ہیں ،مناظر بھی ہیں، علمی اعتبار سے قد آور شخصیت ہیں اللہ تعالی ان جیسے علماء اہل سنت میں کثرت پیدا فرمائے ڈاکٹر صاحب کے والد صاحب ماسٹر صوفی غلام سرور صاحب سے بندہ کی قدیم زمانہ سے دوستی ہے۔لہذا میں ڈاکٹر صاحب کو بچپن سے جانتا ہوں جب یہ درس نظامی پڑھتے تھے تو طلباء کی خدمت کرتے تھے، عام طلباء ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔اس وقت سے جناب کے چہرے سے آثار تواضع نظر آتے تھے جو ماشاء اللہ اب تک زیادہ سے زیادہ ہی ہورہے ہیں جتنی علمی ترقی زیادہ ہے اتنی ہی انکساری آج بھی زیادہ ہے جو علماء کی زینت ہے۔

فہم دین کورس پورا پورا مجھے عنایت کرتے ہیں اور میں تمام کا آہستہ آہستہ مطالعہ کرتا ہوں تو ماشاء اللہ دلائل مضبوط ہوتے ہیں عام فہم عبارت سمجھنے میں دشواری نہیں ہوتی۔

آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ قدوس ان کی عمر دراز فرمائے اور اپنی حفاظت خصوصی میں رکھے اور تندرستی سے رکھے اور ان کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے اور ملت وامت کیلئے نافع ہو۔

15-02-2014

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
1

وصیت کے شرعی احکام

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا نِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ

(پارہ نمبر:2،سورۃ البقرۃ،سورہ نمبر:2،آیت نمبر:180)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِيْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب ودلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت، حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے "ادارہ صراط مستقیم پاکستان" کے زیر اہتمام بھٹی میرج ہال میں ہم سب کو پندرہویں سالانہ "فہم دین کورس" میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

وصیت کے شرعی احکام

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن وسنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اس میں انسان کی زندگی کے تمام احوال سے متعلق احکامات موجود ہیں، اور اتنی جامعیت کے ساتھ ان احکامات کو بیان کیا گیا ہے کہ کسی دوسرے ضابطے اور لائف کوڈ میں ہمیں ایسی مثال نہیں ملتی، جو جامعیت ہمیں قرآن وسنت کے احکام اور دین متین کی تشریحات میں ملتی ہے۔ وصیت کا انسانی زندگی کے احوال میں سے ایک نہایت حالی کے ساتھ تعلق ہے، اس بنیاد پر شریعت مطہرہ نے اس کی تفصیلات امت تک پہنچائیں، اور قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین میں

Marfat.com

اس کی جا بجا وضاحتیں موجود ہیں۔

وصیت کا معنی

''وصیت'' عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا معنی ہے:

☆...... کسی بندے کو کسی کام کے لحاظ سے عہد منتقل کرنا۔

☆...... اپنے مال کا مخصوص حصہ کسی کی طرف منتقل کرنا۔

(الفقه الاسلامي و ادلته، الباب الرابع: الوصايا، الفصل الأول: الوصية، المبحث الأول: معنى الوصية، ج10، ص159)

شریعت مطہرہ میں، قرآن مجید کے اندر متعدد آیات میں وصیت کا ذکر اور اس کے احکام موجود ہیں۔

قرآن مجید میں وصیت کا بیان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا نِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ

تم پر فرض ہوا کہ جب تم میں کسی کو موت آئے اگر کچھ مال چھوڑے تو وصیت کر جائے اپنے ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں کیلئے موافق دستور یہ واجب ہے پرہیزگاروں پر

لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ ...... اپنے والدین اور اپنے رشتہ داروں کے لیے وصیت کرو،

بِالْمَعْرُوْفِ ...... معروف طریقے سے، پہچانے ہوئے دستور کے مطابق،

Marfat.com

حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ...... یہ متقی لوگوں پر حق ہے۔

(القرآن الكريم، سورة البقرة، رقم السورة:2، رقم الآية:180)

اس آیت میں وصیت کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب موت کا وقت آجائے اور تمہارا مال موجود ہو، تو اس کے بارے میں تم وصیت کرو اور یہ متقی لوگوں پر حق ہے۔

ایسے ہی دوسرے مقام پر جہاں اللہ تعالیٰ نے احکام میراث کو بیان کیا:

مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ...... جو وصیت وہ کر گئیں اور دَین نکال کر یعنی تقسیم کو وصیت کے بعد نافذ کرو، جو کی گئی ہے۔

(القرآن الكريم، سورة النساء، رقم السورة:4، رقم الآية:11)

مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ...... جو وصیت تم کر جاؤ اور دَین نکال کر وصیت جو تم کرنے والے ہو، اس وصیت کے پورا کر دینے کے بعد باقی ترکہ تقسیم کیا جائے گا۔(القرآن الكريم، سورة النساء، رقم السورة:4، رقم الآية12)

تو اس طرح ان آیات قرآنیہ کے اندر وصیت کا ذکر موجود ہے، اور وصیت کے احکام کو بیان کیا گیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد فرامین وصیت کے بارے میں موجود ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وصیت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "حجة الوداع" کے موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، "جو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کرنے کے لیے گئے تھے اور وہاں شدید بیمار ہو گئے تھے، یہاں تک

Marfat.com

کہ انہوں نے محسوس کرلیا کہ میں اب واپس مدینے شریف نہیں جا سکتا، یہیں مکہ شریف میں میرا وصال ہوگا"۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لیے گئے، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ رو رہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے رونے کا سبب پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ: میں اس لیے روتا ہوں کہ مکہ شریف میں میری موت آجائے گی، جب کہ مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ شریف کو ہم نے اختیار کیا تھا، تو مدینہ شریف میں فوت ہونے کا جو ثواب ہے، وہ ضائع ہو جائے گا، اس واسطے میں موت کے آنے پر نہیں روتا بلکہ مدینہ شریف میں موت نہ آنے پر رو رہا ہوں کہ میری موت مکہ شریف میں آجائے گی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادیا کہ:

اس بیماری سے تمہیں موت نہیں آئے گی، اللہ تمہیں زندہ رکھے گا، اور تمہاری وجہ سے کئی قوموں کو فائدہ پہنچے گا، اور اسلام دشمن متعدد قوموں کو تیری وجہ سے نقصان پہنچے گا۔

اس موقع پر جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے ذہن میں یہ بات پکی کر چکے تھے کہ میں دنیا سے جا رہا ہوں، تو انہوں نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے وصیت کا ایک مسئلہ پوچھا، اس وقت ان کی ایک بیٹی تھی، لیکن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے جو غیب کی خبر دی تو پھر وہ چوّن (54) ہجری تک زندہ رہے، اور ان کی نرینہ اولاد بھی ہوئی، اس وقت ایک بیٹی تھی، اس لحاظ سے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مسئلہ پوچھا کہ کیا میں اپنی بیٹی کے لیے سارے مال کی وصیت کر سکتا ہوں؟ یا دو تہائی مال کی وصیت کر سکتا ہوں؟

Marfat.com

اس طرح نے انہوں نے بتدریج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وصیت کے بارے میں سوال کیے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی وصیت سے منع فرمایا، لیکن جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ثلث مال کی وصیت کے بارے میں پوچھا کہ اپنے پورے مال میں سے تیسرے حصے کی وصیت کر سکتا ہوں؟

تو چونکہ احکام شرعیہ کا اظہار کرنا ان کا مقصد تھا اگرچہ ان کا وصال اس وقت نہیں ہونا تھا ، لیکن اس بات کا اظہار دوسروں کے لیے ضروری تھا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثلث پر جا کر فرمایا کہ:

اَلثُّلُثُ وَ الثُّلُثُ كَثِيْرٌ ...... کہ مجموعی مال کا تیسرا حصہ اپنی بیٹی کے لیے تم وصیت کرنا چاہتے ہو، تو پھر تم کر سکتے ہو۔

اس میں ایک تو وصیت کا ذکر آ گیا اور دوسرا یہ ضابطہ بیان کر دیا کہ کوئی بندہ اپنے مال سے وصیت کرنا چاہتا ہو تو اس کے لیے شریعت میں یہ اجازت نہیں کہ سارے مال کی وصیت کر جائے، کہ میرا یہ مال اتنا فلاں کو دے دیا جائے اور اتنا فلاں کو دے دیا جائے۔

وصیت کا دائرہ کار یہ ہے کہ وصیت وارث کے علاوہ کے لیے کی جا سکتی ہے، وارث کے لیے جائز نہیں ہے، جس کو شریعت نے وارث بنا دیا ہے تو پھر شریعت نے ان کو حق بھی دے دیا ہے، ان کے بارے میں وصیت نہیں کی جا سکتی، اگر کسی نے وارث کے لیے وصیت کی تو دوسرے وارث اس کے لیے اجازت دیں گے تو پھر وصیت نافذ ہو گی ورنہ وصیت نافذ نہیں ہو گی۔

وصیت جو غیر وارث کے لیے ہے، اس میں یہ ہے کہ کوئی شخص جاتے وقت وصیت کر رہا ہے، تو اس کی وصیت پورے مال کے تیسرے حصے میں نافذ ہو گی، اگر اس کا پورا

Marfat.com

مال مثال کے طور تیس ہزار (30,000) ہے، تو دس ہزار (10,000) تک وصیت نافذ ہو سکتی ہے۔

لیکن اگر وہ بیس ہزار (20,000) یا تیس ہزار (30,000) کی وصیت کر گیا، تو شریعت مطہرہ نے دس سے زائد وصیت کو لغو قرار دیا ہے، وہ وصیت نافذ نہیں ہوگی، ثلث سے زائد مال کا حق دار ہی نہیں رہا وہ مال ورثاء کا ہے، اس میں اس کی وصیت نافذ نہیں ہوگی، لہذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واضح کیا کہ وصیت ثلث مال کی ٹھیک ہے اور یہ مال خیر ہے اور اچھا ہے اور بہت بڑا مال ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ایک ایسا جملہ بولا جو کہ امت کے لیے مینارہ نور ہے، بہت سے لوگ دنیا سے جاتے وقت اپنی موت خراب کر لیتے ہیں کہ کچھ رشتہ داروں سے بغض پیدا ہو جاتا ہے اور کچھ لوگوں سے حسد پیدا ہو جاتا ہے، اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ میں اپنا مال خود ہی کسی طرف کر کے جاؤں، میرے بعد میرے ورثاء کو نہ ملے، یا وہ ورثاء کو محروم کرنا چاہتے ہیں، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ:

اِنَّكَ أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ فِيْ أَيْدِيْهِمْ

اگر تم اپنے ورثاء کو غنی چھوڑ کے جاؤ کہ تمہارا ترکہ ان کو مل جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔

(صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب: أن يترك ورثته أغنياء خير من أن يتكففوا الناس، ج:3، ص:1006، رقم الحديث:2591)

اپنے ورثاء کو اس حالت میں نہ چھوڑو کہ وہ تمہارے پیچھے بھوکے ہوں اور تم اپنا سارا

Marfat.com

مال آگے پیچھے دے کے چلے جاؤ، اور اپنے ورثاء کو محروم کر کے چلے جاؤ، اگر تم اپنے ورثاء کو اس حال میں چھوڑو گے کہ وہ تمہارے بعد مال دار ہوں، غنی ہوں، تو یہ تمہاری نیک نامی ہے، اس میں تمہارا فائدہ ہے، اس میں تمہیں صدقے کا ثواب ملے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کے احکام کو بیان کرتے ہوئے، تفصیل سے اس کو ذکر بھی فرمایا اور اس کی مختلف صورتوں کو اجاگر بھی کیا۔

وصیت کی اہمیت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

مَا حَقُّ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُرِيْدُ أَنْ يُوْصِيَ فِيْهِ يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَ وَصِيَّتُهُ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهُ

جس مسلمان کے پاس کچھ بھی مال ہے اور وہ اس کی وصیت کرنا چاہتا ہے، تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ وصیت لکھے بغیر دو راتیں بھی سو جائے۔

(صحیح مسلم، کتاب الوصیة، باب: حدثنا أبو خیثمة، ج:5، ص:70، رقم الحدیث: 4291)

یعنی اسے فوراً ہی اپنی وصیت لکھ لینی چاہیے، یہ ضروری نہیں کہ وہ بیمار ہو تو پھر لکھے، بلکہ ضروری یہ ہے کہ جو شخص بھی اپنے مال کی وصیت کسی کے لیے کرنا چاہتا ہے تو اس کی دو راتیں یوں نہ گزریں مگر یہ کہ وصیت اس کے سرہانے کے نیچے پڑی ہو، جس چیز کی وہ وصیت لکھنا چاہتا ہے وہ جلد لکھ لے اور وہ وصیت اس کے پاس موجود ہو، تاکہ اگر اس کی موت واقع ہو جائے تو جو ارادہ اس کا پہلے تھا، اس کو پہلے ہی لکھ چکا ہو۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو بندہ وصیت کر کے فوت ہوا:

مَاتَ عَلٰی سَبِیْلٍ وَّ سُنَّۃٍ ...... وہ بندہ سنت طریقے پر فوت ہوا اور اس کا دنیا سے جانا سنت طریقے پر ہوگا،

وَ مَاتَ عَلٰی تُقًی ...... اور اس کا جانا پرہیزگاری پر ہوگا،

وَ مَاتَ مَغْفُوْرًا ...... وہ اس حالت میں دنیا سے جائے گا کہ اس کی بخشش ہو چکی ہوگی۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الوصایا، باب: الحث علی الوصیۃ، ج 2، ص: 901، رقم الحدیث: 2701)

ان احادیث کے اندر وصیت کا تذکرہ موجود ہے، آیت قرآنی میں "کتب" کے الفاظ موجود ہیں اور حدیث شریف میں وصیت کی فضیلت موجود ہے، اور پھر یہ کہ دو راتیں بھی ایسی نہ گذریں کہ جن میں وصیت لکھی ہوئی نہ ہو اور بندہ دنیا سے چلا جائے۔

"کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ" میں وصیت کا اولین حکم تھا، بعد میں جب میراث والی آیت نازل ہوئی تو "کُتِبَ عَلَیْکُمْ" منسوخ ہو گئی۔

(الناسخ و المنسوخ فی القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ، ص: 19)

آیت میراث میں ہر حقدار کا حصہ بیان کر دیا گیا کہ فلاں رشتہ دار کا اتنا حصہ ہے، تو جب اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف حصے بیان کر دیے تو اب بندے کے پاس اختیار ہی نہیں رہا کہ وہ اپنی طرف سے حصے بنائے، اور اس کی ضرورت نہیں رہی، اس واسطے کہ اس پر پوری امت کا اتفاق ہے کہ "کُتِبَ عَلَیْکُمْ" والی آیت "لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ" والی آیت سے منسوخ ہو گئی، لہذا وصیت کی فرضیت کا حکم باقی نہ رہا، اب شریعت میں وصیت کی حیثیت استحباب والی باقی رہ گئی ہے، ایک شخص کے لیے مستحب ہے کہ اگر وہ وصیت لکھنا چاہے تو وہ وصیت لکھے۔

Marfat.com

اب ہم جس وقت وصیت پر بحث کریں گے تو نسخ کے بعد والے حکم کو دین متین کا حصہ سمجھا جائے گا۔

وصیت کی اقسام:

☆...... وصیت واجب:

اگر کسی شخص پر کسی کا قرض تھا اور اس نے وہ قرض دینا ہے تو جس وقت موت کی علامات ظاہر ہو گئیں تو اس پر واجب ہے کہ یہ ورثاء کو بتائے کہ میں نے فلاں بندے کا اتنا قرض دینا ہے، اب یہ ''وصیت واجب'' ہے، جو اس پر کسی کا حق ہے، اس حق کو یہ واضح کرے اور اس کے بارے میں مطلع کرے۔

ایسے ہی اسے پتہ ہے کہ میں نے دو سال کی زکوۃ نہیں دی یا کئی سالوں کی زکوۃ رہتی ہے، تو اس پر واجب ہے کہ وصیت لکھ کر اپنے ورثاء کے سپرد کر دے، کہ یہ میرے اوپر حق لازم ہے اور میں نے ابھی تک یہ حق ادا نہیں کیا، یہ حق تم نے میری طرف سے ادا کرنا ہے۔

یا اس پر حج فرض ہو چکا تھا مگر حج اس نے نہیں کیا تو اب اس پر وصیت کرنا واجب ہے کہ وہ ورثاء کو وصیت کرے کہ تم نے میری طرف سے حج ادا کرنا ہے تا کہ میرا واجب ادا ہو جائے۔

یا اس کے ذمہ کوئی کفارہ تھا کہ معاذ اللہ اس نے کوئی جھوٹی قسم اٹھائی تھی تو اب ورثاء کو وصیت کرنا لازم ہے کہ وہ انہیں بتائے کہ میرے ذمہ اتنے کفارے باقی ہیں۔

یا روزے کا فدیہ باقی تھا تو اب یہ ورثاء کو مطلع کرے کہ میرے ذمہ روزہ کا فدیہ لازم ہے، اس قسم کی وصیت واجب ہے لیکن جو اپنے ورثاء کو مال دینا تھا، وہ وصیت واجب

Marfat.com

نہیں رہی، وہ مسئلہ آیت میراث نے پورا کر دیا ہے، اس میں ہر ایک حصہ کو کھول کر بیان کر دیا ہے، ہر ایک کے حصے کی تفصیل قرآن مجید نے مکمل بیان فرمادی ہے، لہذا وصیت کا وجوب ختم ہوگیا لیکن اس طرح کی وصیت واجب ہے کہ بندہ دیکھ لے کہ اس پر کون سا حق باقی ہے، اور کون سا کفارہ اس پر لازم ہے، اس کفارہ کے لحاظ سے انسان پر وصیت کرنا لازم ہے، تاکہ بعد از وصال آسانیاں پیدا ہوں، اس کی طرف سے اس کے ورثاء اس کو پورا کر دیں۔

☆...... وصیت مستحبہ:

یہ وہ وصیت ہے جو ایسے رشتہ داروں کے لیے کی جاتی ہے جن کو شریعت نے ترکہ کا حق دار نہیں بتایا، چونکہ بہت سے رشتہ دار ایسے ہیں جن کا دور کا تعلق بنتا ہے تو ان کا شریعت نے حق نہیں رکھا، تو ان رشتہ داروں کے لیے وصیت کرنا جو شرعی طور پر بندے کے ترکہ میں وارث قرار نہیں پاتے، اس وصیت کو مستحب قرار دیا گیا ہے۔

☆...... وصیت مباح:

وصیت مباح و مستحب میں فرق یہ ہے کہ مستحب ان رشتہ داروں کے لیے جو شریعت کی طرف سے وراثت کے حقدار نہیں، مگر وہ رشتہ دار ہیں، اور پھر وہ فقیر و محتاج ہیں۔

مباح ان رشتہ داروں کے لیے جو شریعت کی طرف سے وارث نہیں ہیں لیکن وہ غنی ہیں، ان کے لیے اپنے مال سے وصیت کرنا مباح ہے، کوئی اتنا کارِ ثواب نہیں ہے یعنی محض جائز ہے۔

ان رشتہ داروں کے لیے جو غنی ہیں لیکن ورثاء میں شامل نہیں، ان کے لیے وصیت مباح و جائز ہے۔

Marfat.com

☆...... **وصیت مکروہ تحریمی:**

امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وضاحت کی ہے کہ یہ وہ وصیت ہے، جو نہ واجب ہے، نہ مستحب ہے، اور نہ مباح ہے، لیکن یہ ایسی وصیت ہے کہ جو شریعت میں مکروہ تحریمی ہے، یعنی حرام کے قریب ہے۔

مثال

کوئی بندہ مر رہا تھا تو اس نے کسی ڈاکو کے لیے وصیت کر دی، یا کسی چور، یا بدمعاش کے لیے وصیت کر دی کہ میری دکان کا اتنا حصہ فلاں کو دے دیا جائے، میرے مال کا اتنا حصہ فلاں کو دے دیا جائے، تو جس نے اہل معصیت یا اہل فسق میں سے کسی کے لیے وصیت کر دی، جو کہ گناہوں کے دھندے کرتا ہے، تو اس بنیاد پر اس کی وصیت مکروہ تحریمی ہو گی یعنی حرام کے قریب ہو گی، اس وصیت کو وصیت تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

☆...... **وصیت مُحَرّمہ:**

ایک شخص دنیا سے جا رہا تھا، کہہ رہا تھا کہ میرا ایک پلاٹ سینما کے لیے دے دو تا کہ اس میں سینما بنایا دیا جائے، دوسرا پلاٹ شراب خانے کے لیے دے دو تا کہ اس میں شراب خانہ بنایا دیا جائے (معاذ اللہ)، تو یہ وصیت جو حرام کام کے لیے کر رہا ہے، گناہ کے لیے کر رہا ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، اور یہ وصیت شریعت میں غیر نافذ ہو گی، یہ نہیں کہا جائے گا کہ ہمارا باپ، دادا جاتے ہوئے یہ کہہ گیا تھا تو اب ہم پر کرنا لازم ہو گیا ہے، شریعت مطہرہ نے ایسی وصیت کو حرام قرار دے دیا ہے، اور اس پر کوئی عمل درآمد نہیں ہونا چاہیے۔

(الفقہ الاسلامی و ادلتہ، الباب الرابع: الوصایا، الفصل الأول: الوصیۃ، المبحث الأول: معنی الوصیۃ، ج 10، ص 164)

Marfat.com

میت کا ترکہ

بندے کے ترکہ میں ایک خاص ترکیب ہے اس کو ذہن میں رکھنا لازم ہے، انسان کا ترکہ ہر وہ مال ہے جو دنیا میں چھوڑ کے جا رہا ہے، یا تو وہ مال ہو، یا مال کی منفعت ہو، یعنی کسی چیز کی پروڈکشن یا اس کا جو فائدہ ہے، وہ بھی ورثہ میں منتقل ہو جاتا ہے، تو جو چیز ورثہ میں منتقل ہوتی ہے، اس چیز میں وصیت کا اثر تیسرے حصے میں ہوتا ہے، اور اس کو نافذ کیا جاتا ہے۔

(الفقه الأسلامی و ادلته، الباب الرابع: الوصايا، الفصل الأول: الوصية، المبحث الأول: معنى الوصية، ج10، ص160)

تجہیز و تکفین

جس وقت ایک انسان فوت ہو گیا، تو فوت ہونے کے بعد مال میں سے جو پہلا حق ہے وہ اس کی تجہیز و تکفین کا ہے، اس کے لیے کفن خریدنے کے لیے، اس کی قبر کی تیاری کے لیے جو خرچہ ہو گا، وہ اس کے متروکہ مال میں سے پہلا خرچہ ہے۔

قرض

دوسرے نمبر پر اس کا جو قرض ہے وہ ادا کیا جائے گا، قرض سے پہلے وصیت نافذ نہیں ہو گی، اگر کسی شخص نے چالیس ہزار (40,000) قرض دینا ہے اور کل مال بھی چالیس ہزار ہے اور وہ وصیت کر گیا ہے کہ اس میں سے دس ہزار مسجد کو دے دو تو شریعت میں پہلا حق قرض خواہ کا ہے، وہ چالیس کا چالیس ہزار قرض خواہ کو دیا جائے گا، اور وصیت اس میں نافذ نہیں ہو گی کیونکہ قرض کا حق وصیت پر مقدم ہے، پہلے قرض ادا کیا جائے گا، اگر اتنا ہی مال تھا جو قرض خواہ کو دے دیا گیا تو نہ وارث کو ملے گا اور نہ ہی کوئی وصیت اس میں

Marfat.com

نافذ ہوگی، اگر اس کی خلاف ورزی کی گئی تو وارث گناہ گار ہوں گے۔

قرض، ایک رکاوٹ

ایک شخص فوت ہوگیا اور اس کی چھوٹی چھوٹی اولاد باقی رہ گئی، اس کا بھائی اس کی اولاد کا نگران بن گیا، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھنے لگا کہ:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے بھائی نے ترکہ تو چھوڑا ہے، اس کے قرض خواہ بھی ہیں، مگر اس کی اولاد چھوٹی چھوٹی ہے، تو اگر میں یہ پیسے اس کے قرض خواہوں کو دے دوں گا تو اولاد کا کیا بنے گا؟

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اس کو قرض کی وجہ سے جنت سے روک دیا گیا ہے، اور تم اس کی اولاد کا سوچتے پھرتے ہو؟، پہلے اس کا وہ حق دو جس کی وجہ سے وہ جنت سے محروم ہو رہا ہے، اس کے بعد قرضے پورے کرو اور اس کے بعد اس کی اولاد کے سہارے بھی بن جائیں گے۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الأحكام، باب: أداء الدين عن الميت،

ج 2، ص 813، رقم الحديث 2433)

یعنی اس حد تک کہ اولاد کے ہوتے ہوئے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلے تم وہ قرض ادا کرو، جو قرض اس پر لازم ہے اور وہ قرض اس نے ادا نہیں کیا، تا کہ جو چیز جنت میں جانے کے لیے رکاوٹ بن گئی ہے، وہ ختم ہو جائے۔

تو ایسی صورتحال میں ورثاء کو سوچنا چاہیے کہ جس وقت ان کا کوئی عزیز جس کے وہ وارث بن گئے ہیں، وہ مقروض دنیا سے گیا ہے، تو شریعت نے جو پہلا حق لازم کیا ہے

Marfat.com

وہ تو تجہیز و تکفین ہے، پھر اس کے باقی ترکہ سے قرض ادا کیا جائے، اگر اسی قرض میں سب کچھ ختم ہو گیا تو اس میں وصیت ہے اور نہ وارث کو کچھ ملے گا۔

وصیت تیسرے نمبر پر اور تیسرے حصے میں

وصیت تیسرے نمبر پر ہے، تجہیز و تکفین اور قرض کی ادائیگی کے بعد باقی ماندہ مال کے تیسرے حصے سے وصیت کو پورا کیا جائے گا، اور پھر باقی ماندہ مال ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔

ہمارے دین میں کتنی حسین تفصیلات ہیں، بتاؤ! دنیا کا ایسا کون سا ضابطہ ہے، جس میں ایک ایک چیز کو کھول کے بیان کر دیا گیا ہو، بڑے بڑے آئینوں کے دعوے داروں کے پاس ایک بات کے بعد دوسری بات نہیں ملتی، اور آگے مسئلہ ختم ہو جاتا ہے، یہ شریعت مطہرہ اور دین متین کی شان ہے کہ بچہ ابھی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے، اس وقت سے لے کر قبر تک جانے کے اور اس کے بعد کے مراحل کو کھول کے بیان کر دیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ترتیب پر بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا، جس وقت "مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ......" پڑھی گئی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دوستوں سے کہا کہ: سنو! میں تمہیں اس کی ترتیب بتاتا ہوں:

لٰكِنَّ الدَّيْنَ مُقَدَّمٌ عَلَى الْوَصِيَّةِ ...... قرض وصیت پر مقدم ہے،

کیونکہ قرآن مجید میں جو آیت موجود ہے: "مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ"، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ:

قَضَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنَّ الدَّيْنَ قَبْلَ الْوَصِيَّةِ ......

Marfat.com

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کر کے گئے ہیں کہ دین (قرض) وصیت سے پہلے ادا کیا جائے گا۔

(المعجم الأوسط، باب الميم، من اسمه محمد، ج5، ص 226، رقم الحديث: 5156)

چونکہ آیت میں دونوں کا اکٹھا ذکر ہے، آیت میں وصیت کے پہلے آجانے سے مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کا مقام بھی پہلے ہے، فرمانے لگے کہ:

ایسا نہیں ہے، اس کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا ہے کہ پہلے قرض اتارا جائے گا، اس کے بعد وصیت کو نافذ کیا جائے گا۔

تو اس واسطے یہ امت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ اسی ترتیب کے مطابق ترکہ تقسیم ہوگا۔

مُوصی کے لیے شرائط

1...... اہل تبرع،

موصی اہل تبرع ہو، وہ اس حیثیت کا مالک ہو کہ کسی کے ساتھ نیکی کر سکتا ہو، اگر وہ اہل تبرع سے نہیں ہے تو اس کی وصیت باطل ہوگی۔

وضاحت اس کی یہ ہے کہ وصیت کرنے والا عاقل، بالغ ہو، اگر چھوٹے سے بچے کو کسی نے ورغلا کر کہا کہ تم وصیت کرو کہ میرے فلاں رشتہ دار کو اتنا مال دیا جائے، تو اب وہ اہل وصیت میں سے ہی نہیں، اس کے اندر وصیت کی شرط ہی نہیں ہے، وہ موصی بن ہی نہیں سکتا، اس میں اہلیت مفقود ہے، کیونکہ وصیت کرنے والا کے لیے ضروری ہے کہ شرعی طور پر مکلف ہو اور عاقل، بالغ ہو۔

ایسے ہی وہ بالغ تو ہے لیکن وہ پاگل ہے، یعنی مجنون ہے، اس کو اپنے نفع ونقصان کا کوئی

Marfat.com

پتہ ہی نہیں ہے، اب اس کی وصیت کو وصیت ہی نہیں کہا جائے گا، وصیت تب معتبر ہے کہ جب وصیت کرنے والا عاقل بھی ہو، اور بالغ بھی ہو۔

2...... رضاء واختیار:

وصیت کرنے والا وصیت کرتے وقت راضی بھی ہو، اور مختار بھی ہو، اگر گن پوائنٹ پر کسی سے وصیت کروائی جائے، تو شریعت میں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس کی وصیت کو باطل قرار دیا جائے گا، موصی خود راضی ہو اور اپنے اختیار سے وصیت کر رہا ہو، تو پھر اس وصیت کو "وصیت" کہا جائے گا۔

3...... مقروض نہ ہو:

وصیت کرنے والا اتنا مقروض نہ ہو کہ پورا مال اس کے قرضے میں چلا جائے، یا اگر اس کا سب کچھ بیچا جائے تو پھر بھی اس کا قرضہ پورا نہ ہوتا ہو، تو شریعت مطہرہ میں اس کی وصیت نافذ نہیں ہوگی، یہ اس کا اہل ہی نہیں کہ اس کی وصیت نافذ کی جا سکے۔

(الفقه الأسلامی و ادلته، الباب الرابع: الوصایا، الفصل الأول: الوصیة، المبحث الثانی: شروط الوصیة، المطلب الأول: شروط الموصی، ج10، ص: 178 - 176)

مُوصیٰ لہ میں شرائط

یعنی جس کے لیے وصیت کی جا رہی ہے، اس میں اگر شرائط پائی جائیں تو وصیت نافذ ہوگی، ورنہ نافذ نہیں ہوگی۔

1...... مُوصیٰ لہ موجود ہو:

موصیٰ لہ دنیا میں موجود ہو، فوت نہ ہو گیا ہو، یہ ضروری نہیں کہ موصی جس کے لیے وصیت کر رہا ہے اس مجلس میں بیٹھا ہو، اگرچہ وہ غائب ہو لیکن وہ زندہ ہو، تو پھر اس

Marfat.com

کے لیے وصیت جائز ہوگی۔

وصیت کے وقت جس کا انتقال ہو چکا تھا، دنیا سے جا چکا تھا اور ادھر اس کے حق میں وصیت کی جا رہی ہے، اگرچہ وصیت کرنے والا مُصر ہے کہ میں اس کے نام وصیت کرنا چاہتا ہوں تو شریعت روک دے گی، کیونکہ وصیت کسی کو مالک بنانا ہے، مالک بننا زندہ کا کام ہے، مردہ کا کام نہیں ہے، تو جو دنیا سے جا چکا ہے اس میں مالک بننے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہی، اس واسطے اس کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوگی۔

2...... مُوصیٰ لہ معلوم ہو، مجہول نہ ہو:

مُوصی یہ کہے کہ میں ایک بندے کے لیے وصیت کرنا چاہتا ہوں، تو اب بندہ کوئی بھی ہوسکتا ہے، یہ مجہول ہے، جبکہ مُوصی کو متعین کرنا پڑے گا کہ وہ فلاں بندے کے لیے وصیت کرنا چاہتا ہے، تو اب ایسے الفاظ بولنے سے کہ جن سے تعین نہ ہو، وصیت ختم ہو جائے گی کیونکہ مُوصیٰ لہ کو متعین نہیں کیا گیا ہے۔

3...... مُوصیٰ لہ اہل تملک ہو:

جو بندہ مال کا مالک نہیں بن سکتا، اس کے لیے وصیت نہیں کی جا سکتی، اس بنیاد پر کہ جب وہ تملک کی اہلیت نہ رکھتا ہے تو پھر اس کے لیے وصیت جائز نہیں۔

حمل کے لیے وصیت کرنا جائز ہے۔

مثال

کسی شخص نے کہا کہ فلاں عورت کے ہاں جو بچہ پیدا ہوگا، اس کے لیے میں اپنی اتنی جائیداد دے رہا ہوں، چھ مہینے میں اگر اس بچہ کی ولادت ہوگئی تو یہ وصیت نافذ ہوگی

Marfat.com

اور اس بچے کو یہ حصہ ملے گا، کیونکہ حمل کے لیے وراثت جائز ہے۔

مثلاً ایک شخص فوت ہو گیا ہے، اس کے دو بیٹے ہیں لیکن تیسرے بیٹے کی امید ہے، چھ مہینے بعد اس کے گھر میں بچے یا بچی کی ولادت ہو گی تو چھ مہینے تک ورثہ تقسیم نہیں ہوگا، انتظار کیا جائے گا کہ اس کے گھر میں بچہ پیدا ہوتا ہے، یا بچی پیدا ہوتی ہے، جس وقت ولادت ہو گی تو اس وقت ورثہ تقسیم ہوگا۔

یہ اسلام کی عدالت ہے کہ اس بچے کا بھی حق رکھا گیا جو ابھی تک دنیا میں آیا ہی نہیں، ابھی تک وہ حالتِ حمل میں ہے۔

وہ لوگ بتائیں جو انسانی حقوق کی آواز اسلام کے علاوہ بلند کرنے کے دعوے کرتے ہیں، کسی کو اس حق کی خبر نہ تھی، یعنی پچھلی دہائی تک تصور بھی نہ تھا، لیکن چودہ صدیاں پہلے اسلام نے اس بات کو واضح کر دیا تھا کہ جو شکمِ مادر میں ہے، اس کا بھی پورا حق ہے، اور جب تک وہ دنیا میں نہیں آئے گا، باقی کو روک کے رکھا جائے گا، کیونکہ اگر ورثہ بٹ گیا تو پھر اس کو کوئی بھی واپس نہیں کرے گا، جب یہ پیدا ہو جائے گا تو دیکھا جائے گا کہ بچہ ہے، یا بچی ہے، پھر اس کا کتنا حق بنتا ہے، پھر اس کے بعد اس کے حق کے لحاظ سے ترکہ تقسیم کیا جائے گا۔

تو جہاں وراثت نافذ ہو جاتی ہے، وہاں حمل کے لیے وصیت بھی نافذ ہوتی ہے، تو جس بندے نے اس کے لیے وصیت کر دی جو شرعی وارث نہیں بن سکتا، تو شریعت نے گنجائش رکھی ہے کہ جب ولادت ہو جائے گی تو یہ وصیت نافذ کر دی جائے گی۔

(الفقه الإسلامي وأدلته، الباب الرابع: الوصايا، الفصل الأول: الوصية، المبحث الثاني: شروط الوصية، المطلب الثاني: شروط الموصى له، ج 10، ص: 180-179)

Marfat.com

مُوصیٰ بہ میں شرائط

1...... مال:

جس چیز کی وصیت کی جا رہی ہے، وہ مال ہو، کچھ چیزیں ایسی ہیں جو مومن کا مال ہیں اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جو مومن کا مال نہیں ہیں، جیسے شراب، مومن کا مال نہیں ہے، خنزیر، مومن کا مال نہیں ہے، مردار، مومن کا مال نہیں ہے، کیونکہ شریعت نے مال کو عزت بخشی ہے، جبکہ ان چیزوں کو شریعت نے ذلیل قرار دیا ہے، تو اگر خنزیر کو مومن کا مال کہہ دیا جائے تو خنزیر کو عزت مل جائے گی تو مومن کا مال کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ

بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اِس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔

(القرآن الکریم، سورۃ التوبۃ، رقم السورۃ 9، رقم الآیۃ: 111)

مومن کا مال تو وہ ہوتا ہے، جو مومن رب کو دیتا ہو اور سودا کرتا ہے کہ مال دے دیتا ہے اور جنت خرید لیتا ہے۔

یہ مال کی تعریف ہے کہ مومن کا مال کتنا اہم ہوتا ہے، اس کی شان کیا ہوتی ہے، ہر چیز مومن کا مال نہیں بن سکتی، اس واسطے نہ شراب مومن کا مال، نہ خنزیر مومن کا مال، نہ مردار مومن کا مال اور نہ گندی یعنی حرام چیزیں مومن کا مال ہو سکتی ہیں، تو پھر وصیت اس کی کی جائے جس کو شرعی طور پر مال کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

2...... مال متقوم:

جس کی وصیت کی جا رہی ہے، وہ مال متقوم ہو، اس مال کی قیمت ہو، اور وہ قابل تملیک ہو، اور وہ معصیت کے لحاظ سے وصیت نہ کی جا رہی ہو۔

(الفقه الأسلامي و ادلته، الباب الرابع :الوصايا، الفصل الأول :الوصية، المبحث الثاني: شروط الوصية، المطلب الثالث :شروط الموصى به، ج:10، ص :196-195)

اگر کوئی پیسوں کی وصیت کرتا ہے لیکن وصیت اس لیے کرتا ہے کہ اس سے سینما بنا دیا جائے، تو اب یہ وصیت نافذ نہیں ہوگی، شریعت کے لحاظ سے وہ چیز وصیت میں آ ہی نہیں سکتی، تو اس بنیاد پر اس کو وصیت نہیں کہا جائے گا۔

اب آپ کہیں گے کہ وصیت ایک لفظ ہے، لیکن اس میں مسائل کتنے زیادہ ہیں، یہ ہمارے آئمہ کا کمال ہے کہ انہوں نے اس کی ہر لحاظ سے وضاحت کی ہے، اب ہمارے لیے وہ پکی پکائی کھیر کھانا بھی مشکل ہو گیا ہے، ایسے موضوع پہ کچھ لوگوں نے فہم دین کورس میں نشانی لگائی ہوئی ہوگی کہ یہ خشک موضوع ہے، اس میں نہیں جانا ہے کیونکہ اس میں بھی کیا کوئی ایسی چیز ہے جو سننے والی ہے؟

جب کہ قرآن مجید کی آیات ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں، یہ تو بندہ مومن کا نصاب ہیں، اسی وجہ سے مؤمنوں اور کافروں کے درمیان فرق ہے کہ کافر کے لیے یہ نصاب نہیں ہے، اللہ نے بندہ مومن کو یہ نصاب عطا فرمایا ہے، دینی احکام اور فقہی احکام کے لحاظ سے ہر بندہ مومن میں کشش ہونی چاہیے کہ یہ ہمارا دین ہے، اور دین کا مطلب یہ ہے کہ جس کے مطابق زندگی بسر کی جائے، اور اگر پتہ نہیں ہوگا تو زندگی کیسے بسر کی جائے گی؟ ہر بندے کا ایک نصاب وصیت ہے، یا کوئی بندہ وصیت

Marfat.com

کرنا چاہتا ہے، یا اس کے لیے کوئی وصیت کرنا چاہتا ہے، تو حق لینے کے لیے کل عدالت میں جلد جائے گا، لیکن اس کو پتہ ہی نہیں کہ وہ اس وصیت کا اہل ہوا یا نہیں، تو یہ المیہ ہے کہ اب بندہ انگریز کی عدالت پہ جا کے دستک دیتا پھرتا ہے، جن کے پاس کچھ ہے ہی نہیں، جبکہ شریعت نے ہر مسئلہ کھول کے بیان کر دیا ہے۔

وصیت کے ختم ہو جانے کے اسباب

وصیت ثابت ہو جانے کے بعد کینسل (Cancel) بھی ہو سکتی ہے، اس کے مختلف طریقے اور اسباب ہیں:

1...... موصی کی اہلیت ختم ہو جائے تو وصیت بھی ختم ہو جاتی ہے، وصیت کرنے والے نے وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو یہ مال فلاں کو دے دینا۔

اور یہ بھی سن لو کہ وصیت مرنے سے پہلے نافذ نہیں ہوگی، یہ بھی لوگوں کی غلط فہمی ہے کہ میرے لیے فلاں نے وصیت کر دی ہے، مجھے ابھی یہ چیز دے دو، جو مرنے سے پہلے ہو اس کو تحفہ کہا جا سکتا ہے، اس کو عطیہ کہا جا سکتا ہے، لیکن اس کو وصیت نہیں کہا جا سکتا۔

اس سلسلے میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب ایک باپ نے اپنے ایک بیٹے کے لیے مال کا اعلان کر دیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم سب بیٹوں کو اتنا اتنا دے رہے ہو، تو کہنے لگا کہ نہیں، میں سب کو تو نہیں دے رہا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تم اپنی عاقبت خراب مت کرو، یا تو سب کو دو یا پھر اس کو بھی نہ دو۔

یعنی دنیا میں زندہ ہوتے ہوئے جو کچھ دیا جا رہا ہے، اس کی اور حیثیت ہے، اور فوت

Marfat.com

ہونے کے بعد جو کچھ دیا جاتا ہے، اس کی اور حیثیت ہے، لیکن وہ وصیت موت سے پہلے کی ہو، وہ وصیت بیس سال پہلے کردی گئی ہو، یا دس سال پہلے کردی گئی ہو، یا پانچ منٹ پہلے کردی گئی ہو، تو وہ نافذ مرنے کے بعد ہوگی۔

جب ایک شخص نے وصیت کردی، بیس سال بعد اس کا وصال ہوا، اس وصیت کے بعد اگر وہ شخص مجنوں ہوگیا، پاگل ہوگیا، تو اب وصیت ختم ہوجائے گی، وصیت کے لیے ضروری ہے کہ جو اس کی شرائط ہیں، وہ آخر تک باقی رہیں۔

یہ ضروری ہے کہ وصیت کرنے والا وصیت کرنے کے بعد مرنے تک اپنی اسی حالت میں موجود رہے کہ اس کی عقل سلامت رہے، تو پھر اس کی وصیت برقرار رہے گی، ورنہ اس کی وصیت ختم ہوجائے گی۔

اگر جنون عارضی تھا، کچھ وقت کے لیے آیا پھر صحیح ہوگیا، تو وصیت بھی برقرار رہے گی۔ لیکن جس جنون کا وصیت کے بطلان میں اعتبار کیا جاتا ہے وہ اس جنون کی بات ہے کہ جو جنون آیا ہے لیکن مرنے تک پھر وہ گیا نہیں ہے، وہ ہمیشہ مجنوں ہی رہا، تو اس کی وصیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

2...... وصیت کرنے والا مرتد ہوجائے تو پھر بھی اس کی وصیت ختم ہوجاتی ہے، اب وہ وصیت نافذ نہیں ہوگی۔

3...... جس نے مشروط وصیت کی تھی، لیکن وہ شرط نہیں پائی گئی تو پھر بھی وصیت ختم ہوجائے گی۔

مثلاً: اگر مجھے فلاں دکان مل گئی تو میں وصیت کرتا ہو کہ فلاں بندے کو ایک لاکھ روپیہ دے دیا جائے، لیکن اس کو وہ دکان نہیں ملی، تو اب اس کے ترکہ میں وصیت نافذ نہیں ہوگی۔

Marfat.com

4...... اگر کوئی بندہ وصیت کر کے رجوع کرنا چاہتا ہو تو اس کو اختیار ہے، وہ رجوع کرسکتا ہے۔

ایسی بات نہیں کہ جب وصیت کر دی تو "نقش فی الحجر" ہو گیا، کہ تم نے خود کہا تھا کہ میرا اتنا حصہ دے دینا، اب تم یہ لفظ واپس نہیں لے سکتے، شریعت مطہرہ میں گنجائش موجود ہے، اگر کوئی بندہ وصیت کر کے رجوع کرنا چاہتا ہے تو وہ رجوع کرسکتا ہے، اس سلسلے میں رجوع صریح ہونا ضروری ہے، جس طرح وصیت کے اثبات کے لیے گواہوں کی ضرورت ہے، تو رجوع کے لیے بھی گواہوں کی ضرورت ہے۔

خلاصہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق وصیت کی جو اقسام ہیں، ان میں اگر غور کریں تو ہمارے لیے یہ بات واضح ہوگی کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی دو قسمیں بنائی ہیں:

1...... وصیت مطلقہ

2...... وصیت مقیدہ

احادیث کو سامنے رکھنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وصیت کی دو قسمیں ہیں، ورنہ حدیث میں ان کے نام نہیں لکھے گئے، یہ صرف احادیث کا خلاصہ بنتا ہے۔

1...... وصیت مطلقہ:

أَوْصَیْتُ لِفُلَانٍ بِکَذَا ...... فلاں بندے کے لیے میں نے ایک لاکھ کی وصیت کر دی۔

Marfat.com

2...... وصیت مقیدہ:

اِنْ مِتُّ مِنْ مَرَضِی هٰذَا فَلِفُلَانٍ كَذَا ...... اگر اس مرض سے میں مرجاؤں تو فلاں بندے کو ایک لاکھ روپے دے دیا جائے، اگر میں اس بیماری میں مر گیا تو فلاں بندے کو لاکھ روپے دے دینا، یہ وصیت مقیدہ ہے۔

اگر وہ صحیح ہو گیا تو اس کے یہ لفظ ختم ہو گئے، اس کے لیے دوبارہ وصیت کرے گا تو وصیت مانی جائے گی، پہلی وصیت اس بیماری کے ساتھ مقید تھی، تو صحت کے بعد وہ ختم ہو گئی۔

(الفقه الاسلامی و ادلته، الباب الرابع: الوصايا، الفصل الأول: الوصية، المبحث الأول: معنى الوصية، ج:10، ص:160)

یہ مختصر سا خلاصہ تھا جو میں نے آپ کے سامنے پیش کیا، ورنہ اس پر کئی دنوں تک بحث کی جا سکتی ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت کے دائرے میں رہ کر زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و سلم

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر
2

والدین، بندے کی دنیا میں جنت

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ اَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ

(القرآن الكريم، سورة لقمان، رقم السورة:31، رقم الآية:14)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِيْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب ودلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت، حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل وتوفیق سے ''ادارہ صراط مستقیم'' پاکستان کے زیر اہتمام پندرھویں سالانہ ''فہم دین کورس'' میں ہم سب کو شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

والدین، بندے کی دنیا میں جنت

میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن و سنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جن حقوق العباد کی رہنمائی فرمائی ہے، ان اہم حقوق میں سے چند حقوق اس پر والدین کے ہیں۔

شریعت مطہرہ کا انسان پہ کرم ہے کہ وہ تقاضے جو ایک سلیم العقل انسان کے تقاضے ہیں، کہ وہ جن کا فرزند ہے، اور جن کا لخت جگر ہے، ان کی عزت اور ان کا احترام کرے، یہ طبیعت سلیمہ کا تقاضا بھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے حکم دیکر اس کو شریعت کے احکام اور مامور بھا میں شامل کر دیا تاکہ بندہ مومن کو صرف مقتضائے طبیعت ہونے کے لحاظ سے محض ایک حیثیت میں اس کا بدل نہ ملے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا

Marfat.com

حکم ہونے کی بنیاد پر اور شریعت کا تقاضا ہونے کی وجہ سے انسان کو آخرت میں اس کا بہترین اجر بھی عطا کیا جائے۔

والدین انسان کے لیے دنیا میں ہی جنت کا مقام رکھتے ہیں۔ بندے کو والدین کا اپنی حیات میں میسر رہنا اور اپنے والدین کی زندگی میں اپنے شب و روز گزارنا، اگر انسان اس کی حلاوتوں کو پوری طرح محسوس کرے تو یہ ایک جنت کا منظر ہوتا ہے، اور اتنے قیمتی لمحات ہیں کہ اللہ جل جلالہ نے ایک مومن ہونے کی بنیاد پر اسے اپنے گھر میں ہی دنیا کے اندر ہی ایک طرح کی جنت عطا فرمادی ہے۔

جنت کا مطلب

اس سلسلہ میں شاید کسی کو تعجب بھی ہو کہ دنیا میں جنت کا مطلب کیا ہے؟ اور والدین کو جنت کہنا اس میں کوئی مبالغہ تو نہیں؟ تو میں یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ شریعت مطہرہ میں مختلف چیزوں کو دنیا میں ہی جنت قرار دے دیا گیا ہے۔

مثلاً: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا ...... جب تم جنت کے باغات کے پاس سے گزرو تو کچھ کھا پی لیا کرو،

تو پوچھا گیا کہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ؟ ...... جنت کے باغات کونسی چیزیں ہیں؟

یعنی جو ظاہر ہے وہ تو یہ ہے کہ جنت آسمانوں پہ ہے، اور ہم زمین پہ ہیں اور جو زمین والا ہے اس کا گزر اتنی بلند جنت کے پاس سے کیسے ہو سکتا ہے؟ اور جب گزر نہیں ہو

Marfat.com

سکتا تو پھر وہ آسودگی کیسے حاصل کی جاسکتی ہے؟

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمَسَاجِدُ ...... مسجدیں جنت کے باغات ہیں۔

(جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب: ما جاءَ فی عقد التسبیح بالید،

ج:5، ص:532، رقم الحدیث:3509)

مسجد میں سجدہ کرنا جنت کا پھل کھانا ہے، تو اس سے پتہ چلا کہ مسجد بندے کے جنت میں جانے کا سبب بن جاتی ہے، اور مسجد میں جانے کی وجہ سے جنت کی راہیں کھل جاتی ہیں، اور مسجد کے ساتھ اس کا جو ربط و تعلق ہے، وہ اس کے جنتی ہونے کی ضمانت بن جاتا ہے۔

تو اس بنیاد پر کسی چیز کا جو سبب ہوتا ہے، اس سبب کو اس چیز کا نام دے دیا جاتا ہے، تو چونکہ مسجد جنت میں جانے کا سبب تھی تو اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کو جنت کا نام دے دیا۔

محلے کی مسجد تمہاری جنت ہے، تمہاری جنت بالکل تمہارے قریب واقع ہے، تمہارے گھر کے ساتھ تمہاری جنت ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام پہ ارشاد فرمایا کہ:

جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھل دیے جاتے ہیں، اور جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں، اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

(المستدرك على الصحيحين، كتاب الصوم، ج:1، ص:582، رقم الحديث:1532)

تو اب ایک انسان جو زمین پر ہے، اور جنت آسمانوں پہ ہے، تو وہاں دروازے کھل

Marfat.com

جائیں اس انسان کے لیے، ان کا فائدہ کیا ہے؟، جو زمین پر ہے اور جنت سے بہت دور ہے، جب کہ جنت کے دروازے کھلنے کا فائدہ تو اس کو ہوگا، جو دروازے تک پہنچ سکتا ہے، پھر کھلے ہوئے دروازے کا فائدہ ہوگا کہ وہ اندر داخل ہو جائے گا، جب کہ جنت ہم سے اتنی دور ہے۔

رمضان المبارک کی مہربانیوں کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جنت کے دروازے کھل گئے ہیں، تمہارے لیے بڑا سنہری موقع ہے۔ تو یہ سنہری موقع کس لحاظ سے بنے گا؟

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ ایسا موسم آ گیا ہے کہ جس میں جنت جانے کے اسباب بہت سے ہیں اور ان میں سے کچھ بھی کرو گے تو جنت تک چلے جاؤ گے یعنی تم جنت کے مستحق بن جاؤ گے۔

رمضان المبارک جو نیکیوں کا سیزن (season) ہے، یہ بندے کے جنت میں جانے کا سبب بن سکتا ہے اور واضح راستہ بن سکتا ہے، اس بنیاد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادیا کہ جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں، یعنی وہ کام کرنے آسان ہو جاتے ہیں، جو کام بندے کے لیے جنت جانے کا سبب بن سکتے ہیں۔

تو اسی بنیاد پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس وقت پوچھا گیا کہ والدین کے اولاد پر حقوق کیا ہیں اور والدین کی خدمت کے تقاضے کیا ہیں؟ تو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت جامع اور مختصر سا جملہ ارشاد فرمایا، جس پہ گھنٹوں نہیں، مہینوں بحث ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

والدین: بندے کی جنت بھی اور جہنم بھی

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ والدین کے بارے میں پوچھتے ہو

هُمَا جَنَّتُكَ وَ نَارُكَ

اے پوچھنے والے! تیرے والدین تیری جنت بھی ہیں اور تیری دوزخ بھی ہیں۔

(سنن ابن ماجه، کتاب الأدب، باب: بر الوالدین، ج2، ص: 1208، رقم الحدیث: 3662)

هُمَا جَنَّتُكَ ...... وہ دونوں تیری جنت ہیں یعنی والدین پر جنت کا لفظ بول دیا۔

وہ دونوں تیری جنت ہیں اگر تو ان کی خدمت کرے گا، گستاخی نہیں کرے گا، ان کا تمہاری زندگی میں میسر آنا اور ان کی خدمت کا چانس (chance) مل جانا، یہ بہت بڑی سعادت ہے اور تو اپنی زندگی میں اپنے والدین کو زندہ پالے تو اس وقت کی قدر و قیمت کتنی ہے، فرمایا:

هُمَا جَنَّتُكَ ...... وہ دونوں تیری جنت ہیں۔

مطلب کیا ہے کہ جنت میں جانے کا سبب ہیں، اور جنت کی طرف جانے کا دروازہ ہیں، جنت کی طرف جانے کا وہ راستہ ہیں، اور جنت کی طرف جانے کا وہ ذریعہ ہیں۔

اس بنیاد پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لفظ "جنت" والدین پر بولا، تو اسی کے پیش نظر ہم کہہ رہے ہیں کہ والدین بندے کی دنیا میں جنت ہیں، اگر وہ انہیں جنت سمجھتا ہے، اور اگر اس نے ان کے حقوق پورے نہیں کیے، تو پھر وہی اس کے جہنم میں جانے کا سبب بن جائیں گے۔

بندے کو سوچنا چاہیے کہ اس کو جس جنت کی تلاش ہے اس کے بارے میں رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اس جنت کو ڈھونڈنے کے لیے تمہیں دور نہیں جانا پڑے گا، وہ جنت تو بالکل تمہارے قریب آباد ہے، ایک طرف تو وہ محلے کی مسجد ہے، وہ تو پھر بھی دور ہے، لیکن گھر کے اندر والدین، یہ بندے کی جنت ہیں، اگر تم ان کی طرف متوجہ ہوتے ہو اور ان کی خدمت کرتے ہو اور ان کی خدمت کے تقاضے پورے کرتے ہو، تو اللہ جل جلالہ نے بہت قریب تمہارے لیے جنت کو آباد کر رکھا ہے، اس بارے میں اللہ جل جلالہ نے احکام دیے ہیں، جیسا کہ اللہ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے کہ:

أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ...... یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

(القرآن الکریم، سورۃ لقمان، رقم السورۃ:31، رقم الآیۃ:14)

یعنی اللہ جل جلالہ نے کتنی اہمیت دی ہے والدین کو، میرا شکر ادا کرنے کے بعد والدین کا شکر ادا کرو۔

دوسرے مقام پہ ارشاد فرمایا کہ:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

(القرآن الکریم، سورۃ الاسراء، رقم السورۃ:17، رقم الآیۃ:23)

یہاں اللہ جل جلالہ نے اپنی عبادت کے فوراً بعد حکم دیا کہ اپنے والدین کے ساتھ تم اچھا سلوک کرو، جب اس مقام پہ ارشاد فرمایا کہ:

أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ ...... یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

اللہ جل جلالہ کے بندے پر کتنے احسانات ہیں، اس کے کرم کی کتنی برکات ہم پہ برستی ہیں،

Marfat.com

اور ہر وقت اس کے فضل کی برسات بندے کو سیراب کرتی ہے، اس کے بعد شریعت نے بندے کے والدین کو کتنا بڑا مقام دیا ہے، اگرچہ والدین کسی کے بالکل نادار ہوں، اور ان کے پاس سرمایہ نہ ہو، لیکن پھر بھی اولاد پر ان کے احسانات کتنے زیادہ ہیں۔

اللہ جل جلالہ نے مالدار والدین کے بیٹے کو یہ نہیں کہا کہ تیرے والدین چونکہ بڑے پیسے والے ہیں، تو میرا شکر ادا کر اور ان کا شکر ادا کر، بلکہ اللہ جل جلالہ نے بنی نوع انسان میں سے ہر ایک کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اپنے والدین کا شکر ادا کرو، اگرچہ ان کے پاس پیسے نہ ہوں، وہ تمہیں اچھے کپڑے نہ پہنا سکتے ہوں، ان کے پاس تمہیں اچھا کھانا کھلانے کی گنجائش نہ ہو، اس کے باوجود ان کے والد اور والدہ ہونے کا جو مقام ہے، اور والدین ہونے کا جو اعزاز ہے، اس کی بنیاد پر اللہ جل جلالہ نے فرمایا کہ تم میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔

اِلَیَّ الْمَصِیْرُ...... آخر مجھی تک آنا ہے۔

اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ جہاں میرا شکر تم پہ لازم ہے، وہاں والدین کا شکر بھی تم پہ لازم ہے، اگر تم خلاف ورزی کرو گے تو کل تم سے مواخذہ ہوگا، کل تم سے پوچھا جائے گا، تمہارا احساب ہوگا، ایک ایک سیکنڈ تجھ پر اتنے کرم کیے تھے، اور تم سے شکر بھی میرا ادا نہ ہو سکا، ایسے ہی اس بات پر بھی مواخذہ ہوگا کہ تمہارے والدین تمہارے لیے کس قدر رحمت کا سائبان تھے اور کتنی ان کی شفقتیں تھیں، اور کتنا ان کا پیار تھا، اور تم نے ان کا شکر ادا نہیں کیا۔

اس واسطے اللہ جل جلالہ نے آگے فرمایا:

میری طرف تمہارا ٹھکانہ ہے، تم نے دنیا میں ہمیشہ نہیں رہنا، تم نے لوٹ کے میری

Marfat.com

طرف آنا ہے، میں تم سے پوچھوں گا کہ تم نے میرا شکر کتنا ادا کیا اور اپنے والدین کا تم نے کتنا شکر ادا کیا۔

اللہ جل جلالہ نے بندہ مومن کو یہ باور کرا دیا کہ تمہاری طبیعت کے جو تقاضے ہیں ان کے ساتھ شریعت کو پیش نظر رکھتے ہوئے، جس وقت تم اپنے والدین کو پیار و محبت کی نگاہ سے دیکھو گے، ان کی اطاعت کرو گے اور ان کے آرام کا خیال رکھو گے اور ان کے احکام بجالاؤ گے، تو تمہارا سینہ بھی ٹھنڈا رہے گا اور روح بھی چین میں رہے گی اور اللہ کے ہاں ثواب میں بھی اضافہ ہوتا رہے گا۔

اللہ جل جلالہ نے دوسرے مقام پہ سورہ لقمان میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ...... اور دنیا میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے۔

(القرآن الكريم، سورة لقمان، رقم السورة: 31، رقم الآية: 15)

ان کے ساتھ جو تمہاری زندگی کا وقت گزر رہا ہے، اس میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں آنی چاہیے، اور کوئی سخت رویہ نہیں ہونا چاہیے، بلکہ سورہ بنی اسرائیل میں اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا:

إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرُ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا

اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہوں نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔

یعنی اگر وہ دونوں یا ان میں سے ایک تمہارے ہوتے ہوئے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے سامنے اف بھی مت کہو، نہ تم اف کہو، اور نہ تم جھڑکی دو، اور ان سے بات کرم

Marfat.com

والی ہو، ان سے پورا جملہ عزت والا ہو، اور تمہارے انداز سے عزت چھلک رہی ہو، اور ادب کی جھلک اس میں موجود ہو۔

(القرآن الكريم، سورة بني اسرائيل، رقم السورة: 17، رقم الآية: 23)

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے قرآن مجید میں یہ بتا دیا کہ تیرا نصاب یہ بھی ہے کہ جہاں میں نے نماز لازم کردی، روزہ فرض کردیا، استطاعت پر حج کو لازم کیا، اور زکوۃ کو لازم کردیا، یہ میری طرف سے تمہارا نصاب ہے، اور میری طرف سے تمہارے لیے والدین کا نصاب بھی ہے، تم نے ان کا خیال رکھنا ہے۔

ایک بندے کے لیے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے والدین کی موجودگی والے لمحات اتنے قیمتی بنائے ہیں کہ بہار کے موسم میں یا خشک سالی کے موسم میں بارش فصل کے لیے اتنی مفید نہیں ہوتی جتنا والدین کا سایہ انسانی کھیتی کے لیے مفید ہوتا ہے، کوئی بڑے سے بڑا سرمایہ انسان کو وہ چین نہیں دے سکتا جو والد کا سایہ اور والدہ کا دست شفقت انسان کو فراہم کرسکتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس حیثیت کو جنت سے تعبیر کیا ہے، اور بار بار بندے کو بتایا کہ تم جس جنت کے لیے تڑپتے ہو، جس کی طلب کرتے ہو، جستجو کرتے ہو، اور ڈھونڈنے کی کوششیں کرتے ہو، ایسا نہ ہو کہ جنت پاس رہے اور تم جنت کو دھکے دیتے رہو، اور تم جنت سے سرکشی کرتے رہو، اور تم جنت کو پیچھے ہٹا کر جہنم کی طرف بڑھتے رہو۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں اپنے والدین کی زندگی کا موسم میسر آگیا ہے، اسے جنت سے کم مت سمجھو، اور اس کی قدر کرو، ہر لمحہ جس وقت تم ان کی عزت افزائی کے لیے بے چین ہو جاؤ گے، ان کی خدمت میں لگے رہو گے، ہر کام پہ تمہارے لیے جنت کا دروازہ کھلتا رہے گا۔

Marfat.com

جنتی دروازہ

حضرت ابودرداء ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ

جنت کے دروازوں میں سے سنٹرل دروازہ والد ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب البر والصلة، باب: من الفضل فی رضا الوالدین،

ج 4، ص: 311، رقم الحدیث: 1900)

والد جنت کے دروازوں میں سے مرکزی دروازہ ہے یعنی باپ کی خدمت کرو گے اور باپ کا ادب واحترام کرو گے اور اس کے آرام کا خیال رکھو گے تو پھر ادھر جنت کے دروازوں میں فاصلہ بہت زیادہ ہے، ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک کا فاصلہ ہزاروں میل کا ہے، تو مین (main) اور مرکزی دروازے کی طرف تمہاری رہنمائی ہوگی کہ تمہارا راستہ آگے پیچھے نہیں ہوگا اور ڈائریکٹ اسی جہت پہ تمہاری زندگی گزرے گی، جو والد کی بہت زیادہ خدمت کرنے والا ہوگا، اس کو اللہ جل جلالہ جنت کے مرکزی دروازے سے داخل فرمائے گا، شریعت نے باپ کو جنت بھی کہا اور جنت کا مرکزی دروازہ بھی قرار دے دیا۔

ماں کے قدموں تلے جنت

رسول اکرم ﷺ نے دوسری طرف ماں کی حیثیت کو بھی بیان فرمایا۔

حضرت جاہمہ ﷺ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے عرض کی:

اَرَدْتُّ اَنْ اَغْزُوَ فَجِئْتُکَ اَسْتَشِیْرُکَ...... میں جہاد پہ جانا چاہتا ہوں اور میں آپ

Marfat.com

ﷺ سے مشورہ کرنے آیا ہوں،

تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ؟ ...... کیا تمہاری امی زندہ ہے؟

تو حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میری امی زندہ ہیں۔

تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَالْزَمْهَا ...... پھر تم اپنی والدہ کی خدمت کرو،

اِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ رِجْلَيْهَا

بے شک تمہاری جنت تمہاری ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

(شعب الایمان، الخامس و الخمسون من شعب الایمان و هو باب فی بر الوالدین،

ج 6، ص: 178، رقم الحدیث: 7833)

کتنا بڑا موقع تھا جہاد کا، سید عالم ﷺ نے ہر بندے کا نصاب دیکھا ہوا ہے، اس کے مطابق اس کو دیکھتے ہیں کہ اس کا پس منظر کیا ہے، اس میں کمی کیا ہے، اس کے لیے جہاد سے زیادہ لازمی کیا چیز ہے؟

تو سرکار ﷺ ادھر جانتے ہیں کہ اس کا نصاب کیا ہے، اس کی بوڑھی والدہ ہے، اگر یہ جہاد پہ چلا گیا تو اس کی والدہ کی خدمت کون کرے گا؟

سرکار ﷺ نے فرمایا کہ تم اس کی خدمت کرو، تمہاری جنت تمہاری ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

تو اس طرح انسان کی کیفیتیں جدا ہوتی ہیں۔

کہیں تو یہ فرمایا تھا کہ:

Marfat.com

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ ...... جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجهاد و السیر، ج 3، ص: 1082، رقم الحدیث: 2804)

کہیں آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ تم اپنی والدہ کی خدمت کرتے رہو، اللہ جل جلالہ نے تمہاری جنت تمہاری والدہ کے پاس رکھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اب تم اِس حدیث کو سننا، اور جس کے والدین زندہ ہیں وہ ابھی سے سوچے، اور جو وقت ضائع ہو چکا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور توبہ کرے، اس کے بعد جو وقت اسے میسر ہے کہ اس کے والدین گھر میں موجود ہیں، اور اسے والدین کی زیارت کرنے کا موقع ملا ہوا ہے، تو وہ یہ سمجھے کہ یہ وقت جنت جیسا قیمتی وقت ہے۔

آج اگر کسی کو جنت دے دی جائے تو ایک ایک منٹ کتنا قیمتی ہوگا، جب جنت میں ان شاء اللہ جائیں گے، تو جنت سے کوئی نکلنا نہیں چاہے گا، اور نہ ہی کسی کو نکالا جائے گا، کیونکہ جنت کا لمحہ جب مل جائے تو اس سے اور زیادہ کوئی چیز قیمتی ہے ہی نہیں۔

اتنا قیمتی ٹائم جو جنت کا ہے اس کا اندازہ کوئی دنیا میں نہیں کر سکتا، تو یہ بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پہ کرم ہے کہ جو چیزیں ہمیں آنکھوں سے نظر نہیں آ سکتی تھیں، ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دیکھ کے قیامت تک کی امت کو وہ ساری چیزیں بتا دی ہیں۔

ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعزاز ہے کہ آپ کے کان دور سے بھی سنتے ہیں اور قریب سے بھی سنتے ہیں، یہ بھی امت پہ کرم ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں نے ہر چیز کو دیکھا ہے تو یہ بھی امت پہ احسان ہے۔

یہ ایسے حقائق ہیں کہ ہم قیامت تک لیبارٹریوں میں ایسی چیزیں نہیں دیکھ سکتے تھے جو

Marfat.com

نگاہ نبوت نے ایک لمحہ سے پہلے دیکھ لی ہیں، اور بیان بھی فرما دی ہیں۔

جنت کے دروازے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ لَهُ وَالِدَانِ مُسْلِمَانِ يُصْبِحُ اِلَيْهِمَا مُحْتَسِبًا اِلَّا فَتَحَ لَهُ اللّٰهُ بَابَيْنِ يَعْنِیْ مِنَ الْجَنَّةِ۔

جس بندے کے والدین زندہ ہوں اور انہیں اس کی خدمت کی ضرورت ہو، بالخصوص جب وہ بڑھاپے کو پہنچ گئے ہوں، قرآن مجید میں بطور خاص اس بات کا ذکر ہے کہ:

اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرُ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا...... اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں۔

(القرآن الكريم، سورة الاسراء، رقم السورة: 17، رقم الآية: 23)

لیکن جس اجر کا حدیث میں ذکر ہے اس میں بڑھاپا کی بھی شرط نہیں ہے، خواہ والدین ابھی بالکل نوجوان ہوں، اچھے صحت مند ہوں یا بوڑھے ہو چکے ہوں، اگر اس انسان نے یہ تمام شرائط پوری کر دی ہیں تو اس کو اجر پورا ملے گا۔

مَا مِنْ مُسْلِمٍ...... جو مسلمان بھی ہے،

اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ پڑھا ہوا ہو یا ان پڑھ ہو، وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو، وہ عربی ہو یا عجمی ہو، جو بھی مسلمان ہے، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

لَهُ وَالِدَانِ مُسْلِمَانِ...... اس کے مسلمان والدین ہوں، کافر والدین نہ ہوں، اس کے والدین مسلمان ہوں،

Marfat.com

یُصْبِحُ اِلَیْھِمَا ...... صبح ہوئی، صبح کو نور پھیلا تو وہ والدین کے پاس چلا گیا، اور یہ خوش قسمت ہے کہ اس کے والدین زندہ ہیں اور اس کو اپنے والدین کی زیارت کا موقع بھی میسر ہے۔

مُحْتَسِبًا ...... جب صبح ان کے پاس جاتا ہے تو انہیں طلبِ ثواب کے لیے دیکھتا ہے، جو بچہ یا بچی اپنے والدین کو طلبِ ثواب کے لیے دیکھے:

اِلَّا فَتَحَ لَہُ اللّٰہُ بَابَیْنِ ...... تو اللہ تعالیٰ ایک نگاہ پر اس بچے کے لیے جنت کے دو دروازے کھول دیتا ہے۔

اب تم غور کرو کہ والدین کا مقام کیا ہے، اور باہمی فائدہ اسلام میں کتنا ہے، یہ اسلام کی برکتیں ہیں، مطلقاً والد ہونے کا شرف نہیں بلکہ ساتھ ایمان کا شرف بھی ہے، اگر یہی والدین کافر ہوتے تو یہ ہزار بار دیکھتا رہتا اور ان کی خدمت کرتا رہتا لیکن یہ مقام نہ ملتا۔

جبکہ یہ وارے نیارے ہیں مسلمانوں کے، باپ اپنے بچے کو دیکھ رہا ہے، بچہ اپنے باپ کو دیکھ رہا ہے، دونوں کا دل ٹھنڈا ہو رہا ہے، دونوں کی جنت فائنل ہو رہی ہے، اپنے گھر میں موجود ہیں، اپنی جنت کا سفر بھی موجود ہے، جنت کا سامان ہے، اپنی والدہ کا رخ پر نور ہے، اس کی طرف بچہ دیکھ رہا ہے، جنت پکی ہو رہی ہے، اپنے باپ کا چہرہ پر نور ہے، اس کی طرف بچہ دیکھ رہا ہے، اس کی جنت فائنل ہو رہی ہے۔

والدین اتنے بڑے عابد و زاہد نہیں بلکہ سادہ سے ہیں، نماز پنجگانہ ادا کرتے ہیں، اور اپنے کام کاج میں مصروف رہتے ہیں، بیٹا اپنے والدین کے ساتھ رہتا ہے، صبح کو آنکھ کھلی تو بیٹے نے باپ کا چہرہ دیکھ لیا، اپنی والدہ کا چہرہ دیکھ لیا، صرف طلبِ ثواب کے لیے، پتہ چلا کہ یہ وہ چہرے ہیں جنہیں دیکھنے میں رب نے ثواب رکھا ہے، اس لیے ثواب کی نیت کا حکم دیا جا رہا ہے، فرمایا: ویسے نہیں دیکھنا، بلکہ پیار سے دیکھنا ہے اور

Marfat.com

طلبِ ثواب کی نیت سے دیکھنا ہے، جس نے دونوں کو دیکھا تو اللہ نے جنت کے دروازے کھول دیے ہیں۔

یہ دنیا میں بندے کی جنت ہیں کہ ان کو دیکھنے سے جنت کے دروازے کھلتے ہیں!، گھر میں والدین کے ساتھ ایک طبعی پیار بھی ہے، ایک طبیعت کا تعلق بھی ہے، اس کی بنیاد پر بھی کوئی دیکھتا ہے، لیکن ہم جس اجر کی بات کر رہے ہیں یہ طبعی پیار نہیں بلکہ یہ شرعی پیار ہے، چونکہ تقاضا تو طبیعت کا بھی ہے، اگر طبیعت کے تقاضے پہ اجر ملتا ہوتا تو ایک کافر کو بھی اپنے والدین کی زیارت پہ اجر مل جاتا، کافر اپنے والدین کو ہزار بار دیکھے اسے کچھ نہیں ملتا اور مومن ایک بار دیکھے تو جنت کے دو دروازے کھل جاتے ہیں۔ اس واسطے وہ تقاضا طبیعت کا تھا کہ والدین کو دیکھوں، لیکن شریعت نے چونکہ حکم دے رکھا ہے، اور دل میں ایمان موجود ہے، اس ایمان نے کافر اور مومن میں کتنا فرق بتا دیا، مومن نے والدین کو دیکھا تو جنت کے دروازے کھل گئے۔

تو یہ حدیث کا مضمون واضح کر رہا ہے کہ مومن وہ ہے جس کو اللہ نے گھر میں جنت عطا فرما رکھی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

وَإِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدٌ ...... اگر دو میں سے ایک زندہ ہے، والد یا والدہ زندہ ہے، اس بچے نے ان میں سے ایک کو دیکھا اور طلبِ ثواب کے لیے دیکھا، تو کیا ہوگا، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اللہ کے فضل سے ایک دروازہ کھل جائے گا۔

ایک کو دیکھا تو ایک دروازہ کھلا، دو کو دیکھا تو دو دروازے کھلے، اب روزانہ اٹھتا ہے اور

Marfat.com

روزانہ دیکھتا ہے تو روزانہ دروازے کھلتے ہیں۔

اب تم خود سوچو کہ والدین نیکی کمانے کا کتنا بڑا سہارا ہیں اور کتنا بڑا وسیلہ ہیں کہ بندے کے والدین زندہ ہوں تو مفت میں اور چند لمحوں میں اتنی بڑی نیکیاں، اتنا بڑا فائدہ مل جائے گا۔

ارے رمضان میں جنت کا دروازہ کھلتا ہے، لیکن رمضان تو سال کے بعد آتا ہے، پھر حکم ہوتا ہے کہ بندے غنیمت کا وقت آ گیا، نیکیاں کرلو، بڑا اچھا موسم آ گیا، اللہ نے جنت کا دروازہ کھول دیا ہے، جہنم کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔

تصور کرو کہ والدین کی زندگی میں، یہ بندے کے لیے کتنا بڑا قیمتی موقع ہے، کہ ادھر رمضان جیسا موقع آئے تو پھر یہ کہا جائے کہ اب تمھارے لیے جنت کے دروازے کھل گئے ہیں، ادھر روزانہ صبح دیکھتا ہے تو دروازے کھل جاتے ہیں، لہذا والدین کی لمبی زندگی اور والدین کا سایہ ایک بندے کے لیے دنیا تو دنیا رہی، آخرت کے لحاظ سے کتنا مفید ہے کہ وہ مواقع جو کبھی کبھی بنتے ہیں، والدین کی وجہ سے بندے کے لیے یہ چانس ہے بلکہ اس کے لیے رب نے رُت ہی ایسی بنا رکھی ہے کہ اس نے ان کو نگاہ رحمت اور پیار سے دیکھا ہے، اللہ جل جلالہ نے اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے ہیں۔

اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

وَإِنْ أَغْضَبَ أَحَدَهُمَا...... اگر اس نے ان دونوں میں سے ایک کو ناراض کر دیا، پہلے جب راضی تھے اور یہ ان کو دیکھ رہا تھا تو جنت کے دروازے کھل رہے تھے، اگر اس نے ان میں سے کسی کو ناراض کیا تو کیا حکم ہے، سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

لَمْ يَرْضَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهُ..... جب تک باپ بچے پہ راضی نہیں ہوگا تو رب بھی اس بچے سے راضی نہیں ہوگا، اور جب تک والدہ بچے پہ راضی نہیں ہوگی تو اس

Marfat.com

وقت تک رب بھی بچے سے راضی نہیں ہوگا، ان دونوں میں سے ایک کے ناراض ہونے پر اللہ تعالیٰ رحمت کے دروازے بند کردے گا، ان دونوں میں سے اس کو راضی کرو جس کو ناراض کر دیا ہے، تو پھر تمہارے لیے جنت کے دروازے کھولوں گا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی کہ:

وَاِنْ ظَلَمَاهُ ...... یارسول صلی اللہ علیہ وسلم! اگر چہ وہ والدین بچے پہ ظلم کرتے ہوں، تو پھر بھی وہ اپنے والدین کو ناراض نہ ہونے دے۔

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

وَاِنْ ظَلَمَاهُ ...... اگر چہ بطور فرض وہ اس پر ظلم کر رہے ہوں تو پھر بھی اس کا فرض ہے کہ ان کے سامنے اف نہ کہے، ان کے ساتھ نرم بات کرے، ان کی طبیعت کے مطابق ان کے تقاضوں کو سمجھے۔

(الأدب المفرد، باب: بر والديه و ان ظلما، ص:12، رقم الحديث:7)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کتنا سنہری موقع عطا فرمادیا ہے، اس موقع سے اسے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔

وہ کتنا سست ہوگا کہ جس کے گھر میں جنت ہو اور پھر بھی وہ جنت کا مستحق نہ بن سکے، دور ہوتی تو پھر رستے میں رہ جاتا، رستے میں بھٹک جاتا تو پھر اور بات تھی، گھر میں جنت ہے اور پھر بھی جنت کا مستحق نہ بن سکے، اس پر کتنا افسوس ہوگا، اس واسطے ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

- وہ شخص خائب و خاسر ہے جس نے رمضان تو پایا مگر گناہوں کو بخشوا نہ سکا اور وہ بھی خائب و خاسر ہے کہ جس نے والدین کو اپنی زندگی میں پالیا اور ان کی خدمت کر کے

Marfat.com

جنت حاصل نہ کر سکا، اور وہ بندہ کامیاب ہے کہ جس کو یہ موقع ملا کہ اس کے والدین زندہ ہیں، وہ ان کی بھرپور خدمت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے لیے جنت کے دروازوں کا اہتمام کرواتا ہے۔

(المستدرك على الصحيحين، كتاب البر و الصلة، ج:4، ص:170، رقم الحديث:7256)

نیز فرمایا کہ وہ خائب و خاسر ہے جس کے پاس میرا نام لیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا۔

حج مبرور کا ثواب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دروازوں کے کھلنے کے مختلف مناظر پیش کیے، بطور خاص حدیث صحیح میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍ يَنْظُرُ اِلٰى وَالِدَيْهِ نَظَرَ رَحْمَةٍ

جو بھی فرمانبردار بیٹا اپنے والدین کو نظر رحمت سے دیکھے، تو کیا ہوتا ہے؟

اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَّبْرُوْرَةً

اللہ جل جلالہ ہر نگاہ پر مقبول حج کا ثواب عطا فرماتا ہے۔

اب تم خود ہی اندازہ لگا لینا کہ کیسے دروازے کھلتے ہوں گے، حج کے بارے میں تم سن چکے اور پڑھ چکے کہ:

رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ ...... جو حج کر کے واپس آیا تو وہ اس طرح واپس آیا جیسے آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنم دیا ہے، اس طرح اس کی نیکیاں ثابت ہوئیں اور اس کے گناہ مٹ گئے۔

(صحيح البخاري، كتاب الحج، باب: فضل الحج المبرور، ج 2، ص: 553، رقم الحديث: 1449)

Marfat.com

یہاں رسول اکرم ﷺ نے اس کی وضاحت کی کہ پہلے تو جنت کا ماحول میسر آیا، والدین کو صبح کے وقت دیکھا تو جنت کے دو دروازے کھل گئے، لیکن اگر صبح نہ دیکھ سکا تو یہ نہ سمجھے کہ اب دروازے نہیں کھلیں گے، دیکھنے میں آج کچھ نہیں ملے گا، یا یہ ہے کہ روزانہ ایک بار دیکھوں گا تو دروازے کھلیں گے یا نہیں؟

میرے آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نگاہ دیکھو گے اور جب بھی دیکھو گے، دن میں دیکھو گے یا رات میں دیکھو گے، تو اللہ جل جلالہ تمہیں کتنا زیادہ ثواب دے گا، کتنا بڑا اجر عطا فرمائے گا، اللہ جل جلالہ ہر بار دیکھنے پر حج مبرور کا ثواب عطا فرمائے گا۔

لیکن ایک شرط ہے کہ وہ والدین کا فرمانبردار ہو، ان کا کہا مانتا ہو تو پھر دیکھنے میں ثواب ہے، لیکن جو ضدی، ہٹ دھرم، نافرمان ہے، والدین کا باغی ہے، اور پھر کہے کہ میں باغی تو ہوں مگر پیار سے دیکھ لیتا ہوں، میرے لیے بھی کچھ ہو جائے گا، تو اس نے خود اپنے لیے سب کچھ ضائع کر دیا۔

میرے آقا ﷺ کے فرمان کا مطلب ہے کہ والدین اسے ضرور نوازیں گے، والدین کی نگاہ اسے ضرور نوازے گی، لیکن شرط تو پوری کرے کہ وہ والدین کا خدمت گار ہو، اور ان سے شفقت اور محبت سے پیش آئے، جب وہ فرمانبردار ہو گا تو اس وقت اس کی ایک نگاہ والدین کے چہرے پر پڑے گی، تو اس نگاہ سے حج مبرور کا ثواب ملے گا۔

یہاں سے ہر مکتبہ فکر کا بندہ سمجھے گا کہ اس میں اچھا مضمون بیان کر دیا گیا ہے، اور یہ یقیناً سچا فرمان ہے، اگر ایک عام سے انسان اور عام سے والدین کو دیکھنے کا اتنا بڑا مقام ہے کہ ہر نگاہ پر حج مبرور کا ثواب ملتا ہے، تو جن کو رب ذوالجلال نے صبح صادق کا مطلع حق بنایا ہے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر جب کسی مومن کی نگاہ پڑتی تھی تو اس کو کتنا

Marfat.com

بڑا اجر و ثواب ملے گا، اور کیا کچھ ملے گا، جب کہ یہ کہنا کہ کوئی کسی کو دے نہیں سکتا اور اللہ کے نبی کچھ کر نہیں سکتے اور اللہ کے ولیوں کی حیثیت نہیں ہے، یہ ہمارے دین کے ساتھ مذاق ہے۔

دین کی مجموعی تعلیمات کو جو انسان سامنے رکھتا ہے، اسے سوچنا ہوگا کہ جن کی اتنی حیثیت پر اتنے بڑے اجر و ثواب کا اعلان ہو رہا ہے، ایک ایک نگاہ پر حج مبرور کا ثواب ملتا ہے، تو جس کو رب ذوالجلال نے وہ انداز دیا ہے کہ جن کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے، یقیناً ان کے جلووں کا عالم بھی نرالا ہوگا۔

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہماری بہت سے مشکلیں حل کروائیں، اگر آج ہم اس کو بیان کریں، تو آپ کے ذہن میں سوال آئے گا اگر کوئی شخص سو مرتبہ دیکھے یا ہزار مرتبہ دیکھے تو پھر کیا ہوگا، ویسے تو سال میں ایک حج آتا ہے، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک دن میں اتنے حجوں کا ثواب مل جائے، آج تم پوچھتے تو یہ بات قیاس سے ہم بیان نہ کر سکتے لیکن ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے اور آپ کے صدقے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کرم ہے کہ انہوں نے پوچھا:

وَاِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ ...... یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کوئی بچہ دن میں سو مرتبہ اپنے والدین کو دیکھے تو پھر کتنا ثواب ملے گا، تو کیا کوئی سو بار دیکھے تو اسے سو حج کا ثواب ملے گا، جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعجب سے پوچھا تو کیا ہوا؟

قَالَ نَعَمْ ...... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ہاں، اگر کوئی اپنے والدین کو ایک دن میں سو بار پیار کی نظر سے دیکھتا ہے، ساتھ ہی وہ فرمانبردار بھی ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی کمی نہیں ہے، وہ سو نگاہ پر سو حج مبرور کا ثواب عطا فرما دے گا، اس کے ہاں

Marfat.com

تو کوئی کمی نہیں ہے، کوئی ہزار بار دیکھے تو ہزار حج کا ثواب، اور کوئی لاکھ بار دیکھے تو لاکھ حج کا ثواب۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ اَطْیَبُ ...... اللہ تعالیٰ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ پاک ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ تم پڑھتے نہیں ہو کہ ''اَللّٰہُ اَکْبَر'' تو جو اکبر ہے، اس کے ہاں تو کوئی کمی نہیں ہے، یہ نہیں ہے کہ وہ سو کا ثواب دے گا تو اس کے خزانہ میں کمی آ جائے گی، میرے آقا ﷺ نے فرمایا کہ اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

(شعب الایمان، الخامس و الخمسون من شعب الایمان، ج6، ص:186، رقم الحدیث:7856)

جو فرمانبردار بیٹا شفقت و پیار سے والدین کو ہزار بار دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے خزانے میں کوئی کمی نہیں آئے گی، اللہ تعالیٰ اس کو اتنا ثواب عطا فرمائے گا۔

انسان اگر اپنے ساتھ وفادار ہو جائے تو اس کو ترقی کتنی ملتی ہے، ویسے تو زندگی میں مشکل سے کوئی ایک حج کر سکے یا دو کر سکے، لیکن یہ روزانہ میں کوئی تین سو حج کر لے، اپنے گھر میں بیٹھا ہوا سفر کیے بغیر حج کرتا رہے، گھر بیٹھے مومن کو سب کچھ میسر ہے، گھر میں حج کا ثواب مل رہا ہے، گھر میں جنت ہے، اور گھر میں حج ہے، کیوں؟

اس لیے کہ گھر میں والدین ہیں، گھر میں والدین کا سایہ ہے اور ان کی صحبت ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس قدر ان کو عظمت دی ہے کہ ایک ایک نگاہ پر اللہ تعالیٰ ایک مقبول حج کا ثواب عطا فرما دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ شان ایک مومن کو دی ہے، لیکن جو کافر ہے اس کو اس کا کفر پیچھے ہٹا رہا ہے، اس کی رفتار کو سست کر دیتا ہے، اُس انسان کو دھکے دے کر ذلت کے گڑھوں میں

Marfat.com

لے جاتا ہے، اور ایمان میں بندہ ایڈوانس کتنا ہو جاتا ہے، زندگی تھوڑی سی ہوتی ہے، ہوسکتا ہے چودہ، پندرہ سال میں فوت ہو جائے مگر زندگی میں پانچ سو حج اس کے اکھٹے ہو چکے ہیں، اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے یہ موقع رکھا ہے، وہاں شریعت نے یہ بات بھی بیان کردی ہے کہ کیونکہ رب کے حکم پر کر رہا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر کر رہا ہے، تو اب صرف طبیعت ہی نہیں بلکہ ساتھ شریعت بھی ہے، تو گھر میں تمہاری اپنی چاہت تھی تو دیکھو اللہ تعالیٰ ہر نگاہ پر حج مبرور کا ثواب عطا فرما رہا ہے۔

مسکراہٹ نے کام بنا دیا

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا نَظَرَ الْوَالِدُ اِلٰی وَلَدِهٖ فَسَرَّهٗ ...... جب والد اپنے ولد کو دیکھے پس خوش ہو۔

یعنی جس وقت والد اپنے بیٹے کو پیار سے دیکھے، اس میں بچے کی فرمانبرداری کا دخل ہے کہ باپ اپنے بچے سے بہت خوش ہے، اور اس بچے کو شوق سے دیکھ رہا ہے، تو اس کے لیے کیا ہوگا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

كَانَ لِلْوَلَدِ عِدْلُ عِتْقِ نَسَمَةٍ ...... جب ایک بار باپ خوش ہو کر اپنے بچے کو دیکھے گا تو اس بچے کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب مل جائے گا۔

باپ نے جب خوش ہو کر بچے کو دیکھا اور ماں نے خوش ہو کر جب بچے کو دیکھا تو اس بنیاد پر بچے کے لیے یہ ثواب ہے، یہاں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھ لیا کہ:

یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم!

وَاِنْ نَظَرَ سِتِّيْنَ وَ ثَلَاثَ مِائَةِ نَظْرَةٍ ...... اگر باپ اپنے بیٹے کو تین سو ساٹھ مرتبہ دیکھے،

Marfat.com

تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے:

اَللّٰهُ أَكْبَرُ مِنْ ذٰلِكَ ...... اللہ تعالیٰ کی شان تو اس بھی وراء ہے۔

(شعب الایمان، الخامس و الخمسون من شعب الایمان، ج6، ص:186، رقم الحدیث:7857)

تم تین سو ساٹھ پوچھتے ہو، تین ہزار ساٹھ پوچھو تو پھر بھی اللہ کے خزانے کھلے ہیں، جس وقت ایک والد اپنے بچے پہ خوش ہے ایک نیکی کی وجہ سے اور اس کو دیکھ رہا ہے، اس باپ کی نگاہ پر تین سو ساٹھ غلاموں کو آزاد کرنے کا ثواب مل جائے گا۔

اس واسطے کہا گیا ہے کہ والدین دنیا میں بندے کی جنت ہیں، ان کے ساتھ اگر اچھا تعلق ہوگا تو جنت پکی ہو جائے گی۔

بدبخت شخص

اگر کوئی شخص اپنے والدین کو دکھ دیتا ہے، اپنے والدین کا دل زخمی کرتا ہے، اپنے والدین کی روح کو مجروح کرتا ہے، ان کے منہ پہ گالیاں دیتا ہے، اور ان کی نافرمانی کرتا ہے، یا ان کے منہ پہ برا بولتا ہے، یا سخت رویہ اختیار کرتا ہے، اپنے والدین کو ہر وقت غصے میں رکھتا ہے، اس کی حیثیت کیا ہے؟

حضرت عوام بن حوشب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک جگہ ٹھہرا تو وہاں ساتھ ہی ایک قبرستان موجود تھا، نماز عصر کے بعد میں نے دیکھا کہ:

اِنْشَقَّ مِنْهَا الْقَبْرُ...... ایک قبر پھٹی،

فَخَرَجَ رَجُلٌ ...... اس قبر سے ایک بندہ باہر نکلا،

رَأْسُهٗ رَأْسُ حِمَارٍ وَ جَسَدُهٗ جَسَدُ إِنْسَانٍ ...... اس کا سارا جسم انسانوں جیسا

Marfat.com

تھا مگر اس کا سر گدھے جیسا تھا،

فَنَهَقَ ثَلَاثَ نَهْقَاتٍ ...... تین مرتبہ گدھے کی طرح ہنہنایا،

ثُمَّ انْطَبَقَ عَلَيْهِ الْقَبْرُ ...... اس کے بعد اس پر قبر بند ہوگئی اور وہ قبر میں چھپ گیا،

اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت چرخہ کات رہی تھی، تو وہاں کے زندہ لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ یہ بوڑھی عورت کون ہے اور یہ گدھا کیا ہے؟

تو میں نے کہا کہ مجھے تو اس کا علم نہیں ہے کہ یہ کون ہے، اس کا پورا بدن انسانی ہے، سر گدھے جیسا ہے۔

تو کہا گیا کہ اس شخص نے دنیا میں اپنی والدہ کو ناراض کیا تھا اور بڑے گندے لفظ بولتا تھا، اور یہ شرابی تھا،

كَانَ يَشْرَبُ الْخَمْرَ ...... وہ شراب پیتا تھا،

جس وقت وہ شراب پیتا تھا تو اس کی ماں کہتی تھی کہ:

يَا بُنَيَّ اتَّقِ اللّٰهَ ...... اے میرے بیٹے! خدا سے ڈر،

ماں بڑے پیار سے کہتی تھی، میرے بچے خدا سے ڈر، شراب چھوڑ دے اور یہ بدی کا رستہ چھوڑ دے، جو کچھ تیرے کرتوت ہیں یہ ٹھیک نہیں ہیں، توبہ کر اور نیک بن جا، آگے سے وہ کہتا تھا کہ:

إِنَّمَا أَنْتِ تَنْهَقِيْنَ كَمَا يَنْهَقُ الْحِمَارُ

میری ماں! کیوں گدھے کی طرح ہنہنا رہی ہے،

اس کی ماں اس کو سمجھاتی تھی کہ بچے خدا سے ڈر، شراب چھوڑ دے، اپنا کردار صحیح کر، یہ کہتا تھا: امی ہنہناتی کیوں ہے؟ گدھے کی طرح تو ہنہنا رہی ہے، ہمیشہ یہ طریقہ رہا،

Marfat.com

ماں سمجھاتی رہی کہ تو نیک بن جا، آگے سے وہ نہ بات مانتا تھا اور نہ ہی ادب کرتا تھا بلکہ وہ ''گدھی'' کا لفظ بولتا تھا۔

تو آج دیکھو قبر میں اس کا چہرہ گدھے جیسا بن چکا ہے اور دنیا کو عبرت کا سبق دینے کے لیے اس کی قبر روزانہ عصر کے بعد پھٹتی ہے، اور روزانہ یہ قبر سے باہر نکلتا ہے اور روزانہ تین بار ہنہناتا ہے، اس کے بعد اس کی قبر بند ہو جاتی ہے۔

اس کو بتایا گیا کہ تو عصر کے بعد اپنی ماں کو گدھی کے ہنہنانے جیسے الفاظ کے ساتھ تعبیر کرتا تھا، تجھے اس کی سزا قیامت تک بھگتنی پڑے گی۔

(الترغیب و الترھیب، کتاب البر و الصلة و غیرھا، ج3، ص:226، رقم الحدیث:3789)

ایک وہ انداز ہے کہ بیٹے نے پیار سے دیکھا تو مقبول حج کا ثواب مل گیا، ایک غلام آزاد ہو گیا اور جنت کے دروازے کھل گئے، دوسری طرف یہ بچہ ہے جس نے گستاخی کی ہے اور صورتحال یہ ہے کہ وہ گدھا بن گیا ہے۔

تو آج لمحہ فکر یہ یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس اپنے والدین کے لحاظ سے رویہ میں کجی ہے، کوئی کمی ہے، یا کوئی گستاخی ہے، کوئی بے ادبی ہے، کوئی اکڑ اور تکبر ہے، اس کے لیے حق ہے کہ وہ اپنے والدین سے معافی مانگے، اور پھر اللہ تعالیٰ کا اس توفیق پہ شکر ادا کرے کہ والدین کی زندگی کے ایام میسر ہیں اور بہار کا سایہ اس کو حاصل ہے، اور جنت کی تسنیم کی ہوائیں چل رہی ہیں۔

جس کے گھر والدہ بیٹھی ہے، جس کے گھر اس کا باپ موجود ہے، وہ گھر جاتا ہے تو جنت کی چاندنی ہوتی ہے، وہ گھر جاتا ہے تو خوشبو جنت کی ہوتی ہے، اس گھر میں چراغاں جنت کا ہوتا ہے، اس گھر کے اندر جو بہار ہے وہ جنت کی ہوتی ہے، اس واسطے کہ ایک

Marfat.com

بوڑھا انسان جس گھر میں ہوتا ہے۔

اس بنیاد پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف تو والدین کو جنت کہا اور پھر یہ بتایا کہ جنت قریب کتنی ہے، دروازے کیسے کھلتے ہیں، یہ نہ سمجھو کہ جنت بڑی دور ہے، مریں گے تو پھر جا کر کچھ ہوگا، ہم تمہیں آسان سا طریقہ بتاتے ہیں، اس پہ چلتے جاؤ گے تو زندگی بھی گزرتی جائے گی اور جنت کے دروازے بھی کھلتے جائیں گے۔

دیکھنے میں عبادت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ نگاہیں عبادت ہیں، ویسے تو یہ ہے کہ دیکھنا تیر ہے، لیکن کچھ مقامات ایسے ہیں کہ وہاں دیکھنا عبادت ہے، اس لیے کہ ان کے دیکھنے سے اللہ راضی ہوتا ہے، وہ کونسے مقامات ہیں؟

حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

اَلنَّظَرُ اِلَی الْوَالِدِ عِبَادَۃٌ ...... والد کو دیکھنا عبادت ہے، یہ نہیں کہ جس کا والد محدث ہو اور پھر اس کو دیکھنا عبادت ہے، جس کا والد عالم ہو تو پھر اس کو دیکھنا عبادت ہے، جس کا والد ولی ہو تو پھر اس کو دیکھنا عبادت ہے، بلکہ فرمایا: نہیں،

اَلنَّظَرُ اِلَی الْوَالِدِ عِبَادَۃٌ ...... عام سادہ سا انسان ہے، لیکن وہ ہے تمہارا والد، اس کو دیکھنا شریعت نے عبادت قرار دیا ہے، والد کو دیکھنا عبادت ہے، جس کو دیکھنا شریعت نے عبادت بنایا ہے اسے پھر خود شرم آئے گی کہ میرا کام ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ جس سے میرے بچے پہ برے اثرات پڑیں، مجھے شریعت نے یہ مقام دیا ہے کہ میری زیارت عبادت بن گئی ہے۔

Marfat.com

وَ النَّظْرُ اِلَى الْكَعْبَةِ عِبَادَةٌ...... کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے،

وَ النَّظْرُ فِي الْمُصْحَفِ عِبَادَةٌ...... قرآن مجید کو کھول کے دیکھنا عبادت ہے،

وَ النَّظْرُ اِلَى أَخِيْكَ حُبًّا لَهٗ فِي اللّٰهِ عِبَادَةٌ ...... کسی مسلمان کو پیار سے اللہ کی رضا کے لیے دیکھنا، یہ بھی عبادت ہے۔

(شعب الایمان، الخامس و الخمسون من شعب الایمان و هو باب في بر الوالدين، ج 6، ص: 187، رقم الحديث: 7860)

اس طرح ان چار نگاہوں کو شریعت مطہرہ نے اتنا بڑا مقام عطا فرمایا ہے۔ جس وقت یہ دروازے انسان کے لیے کھلے ہیں تو شریعت مطہرہ نے ان کے لیے پہرے لگائے، تا کہ انسان کا نقصان نہ ہو، انسان اپنے فائدے کی طرف متوجہ رہے، اور فائدے میں کبھی بھی اس کی کوتاہی نہ ہو۔

خدمت کا ایک انداز

اس سلسلہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو جو حیثیات دی ہیں، والدین کی زندگی سے لے کر ان کے وصال تک، حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ شریف آیا، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مجھے ملنے آ گئے، حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مجھے ملنے آئے تو کہنے لگے:

أَتَدْرِيْ لِمَ أَتَيْتُكَ ...... تم جانتے ہو میں تمہارے پاس کیوں آیا ہوں؟ میرے آنے کی وجہ کیا ہے؟

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ مجھے تو اس کا پتہ نہیں ہے کہ آپ میرے پاس کیوں آئے ہیں، تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ:

Marfat.com

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

میں نے اپنے آقا ﷺ سے یہ سنا ہے کہ

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّصِلَ أَبَاهُ فِيْ قَبْرِهِ فَلْيَصِلْ إِخْوَانَ أَبِيْهِ بَعْدَهُ

جو انسان یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے والدین کی ان کے چلے جانے کے بعد خدمت کروں تو اسے کیا کرنا چاہیے؟، تو سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

اس بندے کو چاہیے کہ اپنے باپ کے دوستوں کا ادب کرتا رہے، اپنے باپ کے دوستوں کی خدمت کرتا رہے، اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ اچھا رویہ رکھے، اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

(مسند أبی یعلی، تابع مسند عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ،
ج10، ص:37، رقم الحدیث: 5669)

تو کہنے لگے: ابو بردہ تمہیں پتہ نہیں کہ تمہارے ابا جی میرے ابا جی کے دوست تھے، میں تمہیں اس لیے ملنے آتا ہوں کہ میں تمہیں ملوں گا تو میرے ابا جی قبر میں خوش ہو جائیں گے کہ میرے دوست کے بیٹے سے ملنے میرا بیٹا چلا گیا ہے، یہ آداب اور تقاضے شریعت نے بیان کر دیے کہ ظاہری حیات میں اس طرح فائدہ ہے کہ جنت کے دروازے کھلتے ہیں، لیکن والدین والا مقام بہت زیادہ حساس ہے، ایک ہی چیز کو کہا گیا کہ یہ جنت بھی ہے اور دوزخ بھی ہے:

هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ ...... تیرے والدین تیری جنت بھی ہیں اور تیرے والدین تیری دوزخ بھی ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الأدب، باب: بر الوالدین، ج2، ص: 1208، رقم الحدیث: 3662)

Marfat.com

چاہے تو جنت بنالے، چاہے تو دوزخ بنالے، اگران کی فرمانبرداری کرے گا تو تیرے لیے جنت ہے، ان کی نافرمانی کرے گا تو یہی تیرے جہنم میں جانے کا سبب بن جائیں گے، چونکہ اب ان کی نافرمانی ہوگی ہے تو یہ ناراض ہوں گے، اور یہ ناراض ہوں گے تو رب ناراض ہوگا، پھر تو جہنمی بن جائے گا، اس واسطے کہ سادہ جنت ہوتی تو اس کا اور معاملہ تھا، جبکہ یہ اتنا بڑا معاملہ ہے کہ تھوڑا سا فرق آنے سے زمین وآسمان کا فرق آجائے گا، وہی مقام جو جنت ہے، وہی دوزخ جانے کا سبب بن جائے گا۔

اس واسطے فرمایا کہ ان کے آداب کو ہر وقت پیش نظر رکھو، کوئی کوتاہی نہ ہونے دو تا کہ جنت والا معاملہ جنت ہی کی طرح رہے۔

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ اس کی وضاحت میں یہ فرمانے لگے کہ ان کی ہر ضرورت کو پورا کرو جیسے چھوٹے بچوں سے پیار کیا جاتا ہے، آپ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

تَسْتَغْفِرُ لَهُمَا عَقِيْبَ صَلَوَاتِكَ ...... جب بھی نماز پڑھنے کے بعد دعا مانگو تو والدین کے لیے ضرور مانگو، یہ ان کا تم پر حق ہے۔

اب سالانہ دعا پر بھی لوگوں کا اعتراض ہے کہ یہ ختم کہاں سے، یہ درود کہاں سے، حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہر نماز کے بعد والدین کے لیے استغفار کا اہتمام کرو۔

مِنْ أَصْوَاتِهِمَا ...... جب تک وہ زندہ ہیں، ان کی آواز سے اپنی آواز کو اونچا مت کرو، اپنی آواز کو اپنے والدین کے سامنے پست رکھو، اور جب تک کہ وہ خلاف شرع حکم نہ دیں، ان کی کسی کام میں مخالفت نہ کرو، ان کا کہا مانو اس لیے کہ وہ نرم ونازک شیشہ ہیں، کہیں ٹوٹ نہ جائے، جو تھوڑی سی بھی بے احتیاطی کرے گا تو وہ ذلت میں گر جائے گا،

Marfat.com

اور جو ہر لمحہ محتاط ہے اس کے لیے ہر لمحہ نئی تجلی ہے، اس کے والدین اس کی ترقی کا اتنا بڑا کردار ہیں، والدہ کی دعائیں، والد کی دعائیں، وہ چند دن کی دعائیں بندے کو کئی صدیاں آگے لے جاتی ہیں، اور اتنا بڑا مقام انسان کو میسر آجاتا ہے۔

یمنی عورت

حضرت ابو موسی اشعری اور حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہما یمن سے اسلام قبول کرنے کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ فلاں ایک عورت یمن میں تھی، بتاؤ: اس کا کیا بنا؟

انہوں نے عرض کی کہ:

تَرَكْنَاهَا فِىْ أَهْلِهَا ...... جس وقت ہم آئے تو وہ اپنے اہل میں زندہ تھی، اتنا ہم جانتے ہیں کہ ابھی وہ زندہ ہے، اپنے گھر میں موجود ہے، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

فَإِنَّهُ قَدْ غُفِرَ لَهَا ...... وہ عورت جو یمن میں ہے، رب نے اسے بخش دیا ہے،

یعنی اتنا گہرا مطالعہ ہے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ وہ خاتون یمن سے چل کر مدینے شریف پہنچی نہیں ہے، یمن والوں سے کہا کہ تم اسے عام سمجھتے ہو، اس کا ایک عمل اتنا قیمتی قرار پایا کہ اللہ نے اس کو اس کی وجہ سے بخش دیا ہے،

قَالُوْا بِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم؟ ...... ان یمنی صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تو اس کا کوئی عمل ایسا نظر نہیں آتا کہ جس کی بنیاد پر اس عورت کو بخش دیا گیا ہو، تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

Marfat.com

بِرُّهَا وَالِدَتَهَا...... اس عورت نے جتنی خدمت کی ہے اپنی والدہ کی، اس خدمت کی بنیاد پر رَب نے اس کے سارے گناہ بخش دیے ہیں،

اس سے لگتا ہے کہ وہ اپنے ماحول کی کوئی بوڑھی خاتون تھی، اور مشہور تھی اور ان کے بارے میں یمن والے کہہ رہے تھے کہ وہ زندہ ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ صرف زندہ ہی نہیں بلکہ بخشی بھی جاچکی ہے،

پوچھا: کیسے بخشی جاچکی ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ والدہ کی خدمت کی وجہ سے،

آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اس نے کیا خدمت کی تھی؟

تو سرکار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

كَانَتْ لَهَا أُمٌّ عَجُوْزٌ كَبِيْرَةٌ ...... اس عورت کی والدہ اتنی بوڑھی تھی کہ چل نہیں سکتی تھی،

فَجَاءَهُمُ النَّذِيْرُ ...... جس بستی میں یہ رہتے تھے، رات کے وقت ایک قاصد آ گیا، اس نے آکر بتایا کہ آج رات اس بستی پہ حملہ ہو جائے گا اور رات کو لوٹ مار ہو گی اور اس بستی میں جو بھی ہوگا اس کو پکڑ کر لے جائیں گے، میں تمہیں پہلے آکر بتا رہا ہوں، لہذا پہلے ہی اس بستی سے بھاگ جاؤ۔ یہ کسی نے بستی والوں پہ احسان کرتے ہوئے سچی خبر بتا دی تھی۔

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

وَلَمْ يَكُنْ مَعَهَا مَا تَحْتَمِلُ عَلَيْهِ ...... اس کے پاس اپنی والدہ کو لے جانے کیلئے کوئی سواری نہیں تھی۔

سارے صحت مند لوگ بستی سے بھاگ کر نکل گئے، پیچھے یہ عورت اور اس کی ماں رہ

Marfat.com

گئی، ساری بستی خالی ہو گئی، سارے نکل گئے، یہ تنہا اپنی والدہ کے ساتھ تھی، اس نے اپنی والدہ کی کیسے خدمت کی؟

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

فَعَمَدَتْ اِلٰی اُمِّهَا فَجَعَلَتْ تَحْمِلُهَا عَلٰی ظَهْرِهَا ...... اس عورت نے اپنی بوڑھی ماں کو اپنی پیٹھ پہ بٹھا لیا، رات کے اندھیرے میں اپنی ماں کو بچانے کی خاطر اپنے کندھے پہ بٹھا لیا، اس کے علاوہ اور کوئی مرد نہ تھا اور کوئی سہارا نہ تھا جو اس بوڑھی کو اٹھا کے لے جاتا، اس عورت نے اتنا بڑا کردار ادا کیا، اس نے یہ نہیں کیا کہ اپنی جان بچاؤ، ماں مرتی ہے تو مر جائے، بلکہ اپنی بوڑھی ماں کو کندھے پر بٹھایا، اپنی پشت پہ بیٹھا کر رینگتی ہوئی نکل گئی، بڑی مشکل سے اپنی ماں کو اٹھایا ہوا تھا، آگے چل رہی تھی، جس وقت کافی مشقت سے اپنی ماں کو بستی سے نکال لیا، ابھی آگے جانا مزید مشکل تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اس عورت نے اپنی ماں کے لیے اپنے بدن کو ڈھال بنا لیا، اپنا پورا بدن اپنی ماں کے ساتھ یوں لگایا کہ جو چیز لگے تو میرے بدن کو لگے، اور جو چیز کاٹے تو میرے بدن کو کاٹے، اور جو دکھ پہنچے تو میرے بدن کو پہنچے، تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ: میرے رب نے عرش پہ اس کے عمل کو بڑا پسند کر لیا، اگرچہ اپنی ماں کی خدمت کر رہی تھی، اللہ نے پہلے سارے گناہوں کو بخش دیا اور پھر اس عورت کو جنتی خاتون قرار دے دیا۔

(مصنف عبد الرزاق، کتاب الجامع، باب: بر الوالدین،
ج:11، ص:133، رقم الحدیث:20124)

Marfat.com

والدین کے لیے ایصال ثواب

رسول اکرم ﷺ نے اپنے فرامین میں ہر ایک چیز کو واضح بیان فرمادیا ہے، یہ مواقع روشن اور واضح کیے ہیں تاکہ کوئی شخص محروم نہ رہے، جس وقت اس کو یہ نعمت میسر ہے کہ اس کے والدین زندہ ہیں، ان والدین کی زندگی کی قدر و قیمت کرے اور ان کی فرمانبرداری کرے، جس وقت وہ دنیا سے چلے جائیں تو یہ ان کو بھول نہ جائے، یہاں تک کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّتَصَدَّقَ ...... جس وقت کوئی صدقہ کا ارادہ کرے تو وہ کہے کہ والدین کے ایصال ثواب کے لیے، اس کا اجر والدین کو دینا چاہتا ہوں، جو کر رہا ہوں اس کا اجر والدین کو پہنچے فرمایا:

اَنْ يَّجْعَلَهَا لِوَالِدَيْهِ ...... تمہیں کیا ہے کہ جب تم صدقہ کرنے لگتے ہو تو نیت والدین کی کرلیا کرو۔

اے میرے صحابہ! جب تم صدقہ کرنے لگتے ہو تو اس میں کیا حرج ہے کہ تم اس وقت نیت والدین کی کرو، تو کیا ہوگا؟

والدین کو پورا ملے گا اور تمہیں بھی پورا ملے گا، اے میرے صحابہ! ایسا کیا کرو کہ:

يَكُوْنُ لَهٗ مِثْلُ اُجُوْرِهِمَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمَا شَيْءٌ ...... اگر اس صدقہ کا اجر ایک ہزار تھا تو ان دونوں کو ایک ہزار پورا ملے گا، اس کو بھی ایک ہزار پورا مل جائے گا بغیر اس کے کہ ان کے اجر میں کوئی کمی ہو، پورے کا پورا اسے بھی مل جائے گا۔

(جامع الاحادیث، حرف المیم، ج 19، ص: 55، رقم الحدیث: 20169)

Marfat.com

یہ مزاج اہلسنت کا ہے، آج تک جو بات ہمارے دماغوں میں رچی بسی ہوئی ہے، صدقہ وخیرات کرتے وقت ایصال ثواب کا جو انداز اہلسنت میں رائج ہے، لوگ کہتے ہیں کہ عجیب انہوں نے بنایا ہوا ہے، ان کے پاس ایک ہی چیز ہے، اسے ہی سب میں بانٹ رہے ہیں کہ یہ فلاں کی روح کو بھی پہنچ جائے اور فلاں کی روح کو بھی پہنچ جائے، تو ہم کہتے ہیں جس رب سے ہم نے کہا ہے اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے، وہ پڑھنے والے کو بھی پورا دیتا ہے، جس کا نام آجائے اس کو بھی پورا دیتا ہے، اور نبی ﷺ نے اعلان کر دیا کہ تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ تھوڑے کام بڑے فوائد حاصل کرلو، خود نیکی چاہتے ہو تو اپنے والدین کی نیکی کیوں ضائع کرنا چاہتے ہو، تم نام والدین کا لو، ان کے نام کرو کہ ان کو یہ دے رہے ہیں، اے اللہ! اس کو ثواب میرے والدین کو پہنچ جائے۔

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ضامن ہوں، والدین کو بھی پورا دلواؤں گا اور تمہیں بھی پورا دلواؤں گا۔

یہ والدین بندے کی دنیا میں جنت ہیں۔

میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال اس جنت کی نگہبانی کا ہمیں اہتمام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و سلم

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر
3

ناموس رسالت کے نگہباں ولولے

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ
وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَہْلِ بَیْتِہٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ أَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْن o اِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ

(القرآن الکریم، سورۃ الحجر، رقم السورۃ 15، رقم الآیۃ 95-94)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ
اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب دلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، اصحابِ محبت ومودّت، حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

ربِ ذوالجلال کے فضل وتوفیق سے ''ادارہ صراط مستقیم'' پاکستان کے زیرِ اہتمام پندرھویں سالانہ ''فہم دین کورس'' میں ہم سب کو شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

ناموسِ رسالت کے نگہبان ولولے

میری دعا ہے کہ ربِ ذوالجلال ہمیں قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو ناموسِ رسالت کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔

ناموسِ رسالت سے متعلق چند موضوعات آپ سماعت فرما چکے ہیں، بالخصوص ایسے حالات میں کہ جب باطل قوتوں کی طرف سے ناموسِ رسالت پر مختلف حملے کیے جا رہے ہیں، وہ خاکے جو پہلے ڈنمارک میں بنے اور پھر اس مذموم عمل کو دھرایا گیا اور اس کے بعد انڈیا میں بھی وہ خاکے شائع کیے گئے، اس کے ساتھ ساتھ اور بھی مختلف مواقع اور مقامات پر ناموسِ رسالت کے خلاف زہر اگلا گیا، ایسے حالات میں ہمارے لیے یہ لازم ہے کہ ہم اپنا یہ سبق قرآن وسنت سے حاصل کرتے رہیں، اور جس انداز میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ناموسِ رسالت پہ پہرہ دیا تھا اور امت کے مختلف ادوار

Marfat.com

میں یہ کام ہوتا رہا، ہم اپنے اسلاف کا وہ سبق یاد رکھیں اور بھرپور طریقے سے اپنا کردار ادا کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ اعلان فرمایا ہے کہ:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ

تو علانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔

إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ

جو بے شک ان ہنسنے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں۔

(القرآن الكريم، سورة الحجر، رقم السورة: 15، رقم الآيتين: 95-94)

اللہ تعالیٰ نے ناموس رسالت کی حفاظت اپنے ذمہ لی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمادیا کہ میری طرف سے جو احکام پہنچ رہے ہیں، آپ ان کو آگے پہنچاتے جائیں، خواہ وہ کسی کو سخت لگیں یا نرم، خواہ کسی کے مزاج کے موافق ہوں یا غیر موافق، آپ کو میری طرف سے جو احکام موصول ہو رہے ہیں ان احکامات کو انسانیت تک پہنچاتے جائیں اور اس سلسلہ میں جو لوگ آپ کا مذاق اڑائیں گے میرے محبوب آپ اپنی طبیعت پر کوئی بوجھ محسوس نہ کریں، ان کا محاسبہ کرنا مجھ پر ہے، میں آپ کے لیے کافی ہوں اور ان لوگوں سے حساب مکمل لیا جائے گا۔

خالق کائنات نے جس طرح یہ فرمایا ہے کہ:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

بے شک ہم نے یہ اتارا ہے قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

(القرآن الكريم، سورة الحجر، رقم السورة: 15، رقم الآية: 9)

Marfat.com

اگر ایک شخص بھی حافظ قرآن نہ بنے تو پھر بھی قرآن محفوظ رہے گا، اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہوا ہے، لیکن اس نے اِس کا طریقہ یہ بنایا ہے کہ لوگ قرآن مجید حفظ کرتے ہیں اور حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت اپنے بندوں سے کروا کر دنیا والوں کو بتاتا ہے کہ میرے بندے اتنے جلیل القدر بن جاتے ہیں کہ ان میں نیابت آجاتی ہے، اور میری قدرتوں کا مظہر بن کر میری طرف سے دی ہوئی ڈیوٹیوں کو اچھے طریقے سے نبھاتے ہیں۔

تو جیسے وہاں قرآن مجید کی حفاظت اپنے ذمہ لی مگر اپنے بندوں سے حفاظت کرواتا ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ جو صاحب قرآن ہیں، ان کی عزت کی حفاظت بھی اپنے ذمہ لی اور فرمایا:

اِنَّا کَفَیۡنٰکَ ...... بے شک ہم اے محبوب تجھے کافی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا نظام یہ ہے کہ وہ یہ حفاظت بھی اپنے بندوں سے کرواتا ہے، اور اگر ایک بھی انسان اس راستے میں نہ نکلتا تو پھر اللہ تعالیٰ اس عزت کی نگہبانی کرتا، اس ناموس پہ پہرہ دیا جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ توفیق دی کہ اللہ تعالیٰ نے وہ کام اپنے ذمے لے کر اس کی ڈیوٹی اپنے بندوں کے سپرد کر دی، اور آج تک اللہ تعالیٰ کے بندے اس کام کو کرنے کی کوشش کرتے چلے آرہے ہیں، اور اس بات کو ایک اعزاز سمجھتے ہوئے ہر دور کے مسلمانوں نے اپنی جان ناموس رسالت کے لیے پیش کی ہے۔

اللہ تعالیٰ خاص جانوں کو اس دربار میں قبول کرتا ہے:

تجھے وہ شاخ سے توڑیں زہے نصیب تیرے
کہ تڑپتے رہ گئے گلزار میں رقیب تیرے

Marfat.com

ہر جان اتنی عظیم نہیں ہے کہ اسے اس راستے میں قبول کیا جائے، وہ خاص جانیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس خاص راستے میں قبول کرتا ہے، اور اس سلسلہ میں اس کی جان کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے، اور اس حفاظت کے لیے کسی کو اپنی نیابت عطا فرمادی ہے، اللہ تعالیٰ کا کسی کی طرف اپنی ذمہ داری کو منتقل کرنا اور اسے توفیق دے کر اس سے وہ کام کروانا، جو اپنے ذمہ لیا ہے، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ انسان اللہ تعالیٰ کا بڑا پسندیدہ انسان ہے، اور بڑا برگزیدہ انسان ہے کہ جس انسان کو اللہ تعالیٰ نے اتنی عظیم ذمہ داری کے لیے خود منتخب کیا اور اس کو ایسا عظیم کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلا ولولہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تفویض کردہ انسانوں کے لیے وہ قیمتی تحفہ ہے، جس کو قدرت الٰہی کا ایک منظر اور ایک جھلک کہا جاسکتا ہے، کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم اس کام کو لیا تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان ولولوں کی حمایت ہوئی اور ان ولولوں کو عظمت عطا کی گئی۔

شاتمِ رسول کریم ﷺ کا انجام

رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیے گئے اس فرض کو کس انداز میں نبھایا اور کتنا اس کو مکمل کیا ہے، ابو اسحاق فزاری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

رسول اکرم ﷺ نے ایک لشکر بھیجا، اس میں حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ موجود تھے، اور حضرت خالد بن زید رضی اللہ عنہ بھی اس میں موجود تھے، جس وقت ان

Marfat.com

مجاہدین کا کافروں سے آمنا سامنا ہوا، ابھی جنگ شروع نہیں ہوئی تھی، کفار کی فوج سے ایک انسان نکل کے آیا اور دونوں فوجوں کے درمیان اکڑ کر چلتے ہوئے معاذ اللہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔

جنگ کا مرحلہ ابھی اس کے بعد شروع ہونے والا تھا اور اعلان جنگ کا دونوں طرف سے انتظار کیا جا رہا تھا، لیکن یہ بد بخت انسان جس وقت درمیان میں آ گیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اس طرح کی زبان کھولنے لگا تو مسلم امہ کی طرف سے ایک صحابی اس کے مقابلے میں نکلے، انہوں نے نکل کے یہ کہا:

أَنَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَ أَبِيْ فُلَانٌ

میرا نام یہ ہے اور میرے ابا جی کا نام یہ ہے،

یہ نام بتا کر صحابی کہنے لگے:

فَسُبَّنِيْ وَ سُبَّ أَبِيْ وَ سُبَّ أُمِّيْ

گالی دینی ہے تو مجھے دو، گالی دینی ہے تو میرے باپ کو دو اور گالی دینی ہے تو میری ماں کو دو،

وَ كُفَّ عَنْ سَبِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه سلم

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی مت دو،

تم بد بخت ہو اور تم نے اتنا مذموم عمل شروع کر دیا ہے، ہم اپنے آپ کو اس کے لیے پیش کرتے ہیں، ہمیں گالیاں دو لیکن ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی مت دے۔ جس وقت صحابی نے یہ کہا تو اس کی بری حرکت میں مزید اضافہ ہوا اور اس نے دوبارہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی، تو صحابی کہنے لگے:

Marfat.com

وَکُفَّ عَنْ سَبِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ سلم

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین سے باز آجا،

لَاُرَجِّلَنَّکَ بِسَیْفِیْ

اگر تو نے یہ کام نہ چھوڑا تو میں اپنی تلوار لے کر تجھ پہ چڑھ جاؤں گا۔

اس نے تیسری بار جس وقت گالی دی تو اب دو لشکروں میں سے ایک طرف گستاخ ہے جو توہین رسالت کر رہا ہے اور ادھر صحابی رضی اللہ عنہ ہیں، جن کا بیدار ولولہ ہے، اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق اور محبت سینے میں موجزن ہے، لہذا تلوار لے کر حملہ آور ہو گئے، جس وقت یہ اپنی فوج سے آگے نکلے تو اس بزدل نے اپنا چہرہ پھیرا اور دوڑ کے کافر فوج میں داخل ہو گیا۔

ادھر یہ صحابی رضی اللہ عنہ جو اپنی فوج سے جدا ہوئے ہیں اور اس گستاخ کو گستاخی کا مزہ چکھانا چاہتے ہیں، جب انہوں نے دیکھا کہ پوری فوج اعلان کی منتظر ہے، پتہ نہیں اس کا نتیجہ کیا بنتا ہے، جنگ شروع ہوتی ہے یا اس سے پہلے اس کا کوئی حل نکل آتا ہے۔

لیکن اس شخص نے جو گستاخی کی اور دوبارہ فوج میں داخل ہو گیا، تو صحابی واپس نہیں مڑے، اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے، مشرکین کی صفوں کو چیرتے ہوئے اندر گھس گئے اور اپنی تلوار سے اس پہ حملہ کر دیا، ایسے میں ان ہزاروں کے اندر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عاشق، جو اس گستاخ کو مارنے کے لیے گیا، ہر طرف سے اس پہ حملہ ہو گیا، وہ صحابی اپنے بدن پر زخم برداشت کرتے رہے، تیروں کے، تلواروں کے اور نیزوں کے زخم اپنے بدن پہ برداشت کرتے رہے، اور مسلسل انہوں نے اپنا جہاد جاری رکھا، یہاں تک کہ وہ مقام شہادت پہ فائز ہو گئے۔

Marfat.com

اب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس وقت اس عظیم کرادر کا پتا چلا، فوج واپس پہنچی، جنگ کا اختتام ہو گیا اور جو بھی اس کے نتائج تھے، سامنے آگئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس پورے منظر کو رکھا، اور حضرت خالد بن زید اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما، جو اس وقت جنگ کی قیادت کرنے میں موجود تھے، انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ کے افتتاح کا یہ منظر پیش کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ لفظ بولے تھے:

أَعَجِبْتُمْ مِنْ رَجُلٍ نَصَرَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ

کیا تم اس بندے پر تعجب کرتے ہو کہ جس بندے نے معمولی کردار ادا نہیں کیا، بلکہ اس نے اللہ کی بھی مدد کی ہے اور اللہ کے رسول کی بھی مدد کی ہے۔

(السير لأبي اسحاق الفزاري، ما جاء في البيعة ج:1، ص:214، رقم الحديث: 331)

یہ پہلے دن سے اسلام کے شیدائیوں کا ولولہ ہے کہ جس وقت ناموس رسالت کا معاملہ ہے تو اس وقت اپنے بدن کی پرواہ نہیں ہے، اور اس انداز میں اپنی جان کو جھونک دیتے ہیں اور وہ عشق کا پیغام رقم کرتے ہیں کہ لوگ حیران ہیں، لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ بول کر اس عظمت کو اجاگر کیا کہ:

نَصَرَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ...... اس بندے نے اللہ کی بھی مدد کی ہے، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی مدد کی ہے، حالانکہ اللہ تو سب کی مدد کرنے والا ہے، اس کی مدد کون کرسکتا ہے، تو یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ میری عزت پر پہرہ اللہ نے اپنے ذمہ لیا ہے، اور جو شخص یہ پہرہ دینے نکلتا ہے اس کو رب اپنی نیابت عطا فرما دیتا ہے۔ لہذا اس نے میری عزت پر پہرہ دے کر گویا اللہ تعالٰی کی مدد کی ہے، کیونکہ اللہ تعالٰی

Marfat.com

نے جو اعلان کر رکھا ہے کہ:

اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِئِیْنَ

بے شک اِن ہنسنے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں۔

میرے نبی جو تمہیں گالیاں دے گا اس سے بدلہ میں لوں گا۔

اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو ''کن'' کہہ کر سب کو راکھ کر دے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو طاقت دے کر گستاخوں سے انتقام لیتا ہے، تاکہ دنیا کو پتا چلے کہ جس رب کے بندوں کی اتنی طاقت ہے تو اس رب کی قدرتوں کا عالم کیا ہوگا۔

نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کی دلیری

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اعزازات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بیان کیے ہیں، ان کو مختلف طرق سے حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک صحابی نابینا تھے، ان کی ایک لونڈی ام ولد تھی، یعنی وہ ذرخرید لونڈی جس کے ہاں بچہ پیدا ہو چکا تھا، اس کی عظمت آزاد جیسی ہو جاتی ہے۔

اس صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ اس خاتون سے میرے دو بیٹے ہیں:

لُؤلُؤتَینِ ..... دونوں بیٹے بڑے خوبصورت ہیں،

لیکن اس بدبخت خاتون نے ایک موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی، تو یہ شخص، جس کی وہ ام ولد تھی، یہ کہنے لگا کہ تو اس حرکت سے باز آ جا، ایسا لفظ اگر تیری زبان سے نکلا تو یہ میری برداشت سے باہر ہوگا، لیکن اس نے جس وقت دوبارہ یہ لفظ بولے، تو رات

Marfat.com

کا وقت تھا صحابی نے تلوار پکڑی اور اپنی ام ولد کے سینے پر وہ تلوار رکھی اور اوپر سے اس کو دبایا اور اس عورت کے دو ٹکڑے کر دیئے، جب صبح ہوئی تو رسول اکرم ﷺ تک یہ بات پہنچی اور اب رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر لیا کہ ایک عورت کو رات قتل کر دیا گیا ہے۔ یہ صحابی، جس کی وہ ام ولد تھی، انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے سامنے اپنا موقف پیش کیا، کہنے لگے: یارسول اللہ ﷺ!

أَنَا صَاحِبُهَا ...... وہ جو رات قتل ہوئی وہ کسی اور کی نہیں، وہ میری بیوی تھی، میں اس کا صاحب ہوں،

كَانَتْ تَشْتُمُكَ ...... اس کو میں نے قتل اس لیے کیا کہ اس نے آپ کو گالیاں دیں،

وَ تَقَعُ فِيكَ ...... اس نے آپ کی عزت کے خلاف گندے لفظ بولے ہیں،

تو مجھ سے برداشت نہیں ہو سکا، میں نے اس کو روکا لیکن وہ رکی نہیں، اس کے بعد میں نے یہ نہیں دیکھا کہ بچوں کا کیا بنے گا، اور میرا کون آسرا ہو گا،

وَلِيْ مِنْهَا اِبْنَانِ ...... میرے اس سے دو بیٹے ہیں،

مِثْلُ اللُّؤْلُؤَتَيْنِ ...... جیسے ہیرے ہوتے ہیں،

وَ كَانَتْ بِيْ رَفِيْقَةً ...... اور میرے ساتھ اس کا تعلق بڑا اچھا تھا اور وہ میری رفیقہ تھی اور وہ میری بڑی معاونہ تھی، میرے ساتھ اس کا رویہ بڑا اچھا تھا، مگر اس نے جس وقت آپ کو گالیاں دی ہیں تو میں برداشت نہ کر سکا۔

یارسول ﷺ آج رات کا یہ واقعہ ہے:

فَاَخَذْتُ الْمِغْوَلَ ...... میں نے چھوٹی سے تلوار پکڑی،

فَوَضَعْتُهُ فِيْ بَطْنِهَا ...... میں نے وہ تلوار اس کے پیٹ پہ رکھی،

Marfat.com

وَ اتَّکَأْتُ عَلَيْهَا ...... اور میں اس کے اوپر بیٹھ گیا،

حَتّٰى قَتَلْتُهَا ...... یہاں تک کہ میں نے اس کو قتل کر دیا،

ایسا ہی ہے جو میں نے کیا، میں نے یہ سب کچھ اپنے لحاظ سے نہیں کیا، اگر اپنے آپ کو دیکھتا تو وہ میرا سہارا تھی، اور میرے بچوں کی ماں تھی، میری وہ رفیقہ تھی، میرا وہ قدم قدم پہ سہارا تھی، مگر جس وقت اس نے آپ کی گستاخی کی ہے، تو ہم نے چونکہ آپ کا کلمہ پڑھا ہے، اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ:

محمد ہیں متاع عالم ایجاد سے پیارے
پدر، مادر، برادر، جان و مال، آل اولاد سے پیارے

تو اس بنیاد پر مجھ سے برداشت نہیں ہو سکا، اور میں نے خود اس کو قتل کر دیا، رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھا:

اَلَا اشْهَدُوْا اَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ ...... اس شخص نے کوئی ظلم نہیں کیا، اس نے کوئی جرم نہیں کیا، اس نے بے گناہ کو نہیں مارا، اس نے ایک گستاخ کو مارا ہے، اور میں اعلان کر رہا ہوں کہ اس کا خون ضائع ہو گیا، اس عورت کے قتل کی وجہ سے اِس (صحابی) سے کوئی مواخذہ ہو گا، اور نہ ہی قصاص لیا جائے گا، نہ دیت لی جائے گی، اور نہ اس کو کوڑے مارے جائیں گے، اس واسطے کہ جب اس نے میری گستاخی کی تو اس نے خود اپنے قتل کی اجازت دے دی، اس نے اپنے آپ کو خود غیر محفوظ بنا لیا، لہٰذا اس صحابیؓ نے جو کچھ کیا ہے، یہ اس کا اپنا فیصلہ تھا، اس نے مجھ سے پوچھ کے نہیں کیا مگر میں تمہیں گواہ بنا رہا ہوں کہ میرے صحابی نے جو کردار ادا کیا ہے، وہ سچا کردار ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب: الحكم فيمن سب النبي صلى الله عليه وسلم؛ ج:4 ص:226، رقم الحديث: 4363)

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ولولے اس انداز میں نظر آتے ہیں کہ بھرپور طریقے سے وہاں پر اس چیز کا اعلان کیا گیا اور ہر ہر صحابی وصحابیہ کی طرف سے ایسی صورتحال ہمیں سامنے نظر آتی ہے کہ انہوں نے توہین رسالت کے لحاظ سے کوئی نرم رویہ کسی کے ساتھ اختیار نہیں کیا، اور ان کے ذہنوں میں کوئی نرم گوشہ موجود نہیں تھا، بلکہ ہر جذبہ اور نظریہ بے غبار اور ستھرا نظر آتا ہے، اور وہی ولولہ نظر آتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی قدرت کا منظر بتا کر اس امت کو عطا فرمایا ہے۔

چھپکلی کو سزا

اس بارے میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل، امت مسلمہ کے بیٹوں کے لیے درس ناموس رسالت ہے۔

حضرت سائبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ

دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا..... میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی، تو میں نے دیکھا کہ ان کے پاس نیزا پڑا ہے، جب میں نے وہ نیزا دیکھا تو میں نے کہا کہ:

يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا تَصْنَعِيْنَ بِهٰذَا؟

اے ام المومنین! نیزے سے آپ کا کیا کام ہے؟

آپ گھر میں رہتی ہو اور خاتون خانہ ہو اور نیزا پاس کس لیے رکھا ہے، اس کی حکمت کیا ہے؟

تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ:

قَالَتْ: نَقْتُلُ بِهٖ هٰذِهِ الْأَوْزَاغَ ...... یہ نیزا میں نے اس لیے رکھا ہے کہ اس سے

Marfat.com

چھپکلیاں مارتی ہوں،

حضرت سائبہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں:

اے ام المؤمنین! آپ کا چھپکلیوں سے کیا بیر ہے اور کیا دشمنی ہے؟

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک حدیث بیان کی، فرمانے لگیں کہ:

اِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم أَخْبَرَنَا ...... ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے خبر دی کہ

أَنَّ اِبْرَاهِیْمَ لَمَّا أُلْقِیَ فِی النَّارِ ...... جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا،

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت سائبہ رضی اللہ عنہا کو جواب دے رہی ہیں کہ میں نے نیزا کیوں رکھا، نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ:

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا:

لَمْ تَکُنْ فِی الْأَرْضِ دَابَّةٌ اِلَّا أَطْفَأَتِ النَّارَ ...... زمین کے ہر چوپائے نے اس آگ کو بجھانے کی کوشش کی،

غَیْرُ الْوَزَغِ ...... سوائے چھپکلی کے،

اِنَّهَا کَانَتْ تَنْفُخُ عَلَیْهِ ...... یہ آگ میں پھونکیں مار رہی تھی، باقی ہر جانور آگ بجھانے کے درپے تھا اور یہ پھونکیں مار رہی تھی،

أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم بِقَتْلِهِ ...... اس امت کو نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ یہ چھپکلی گستاخ ہے اور اس نے اللہ کے نبی علیہ السلام کی توہین کی ہے، عداوت ظاہر کی ہے، اس نے اپنی دشمنی ظاہر کی ہے، یہ آگ جلانے کے لیے متحرک تھی، لہذا یہ جہاں تمہیں نظر آجائے اس کو تم نے چھوڑنا نہیں، اس کو قتل کر دینا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الصید، باب: قتل الوزغ، ج:2، ص:1076، رقم الحدیث: 3231)

Marfat.com

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ چونکہ ہم نبی ﷺ کے ہر فرمان کو ماننے والے ہیں اور ہر فرمان پہ عمل کرنے والے ہیں، اس واسطے میں نے یہ نیزا اپنے پاس رکھا ہے، یہ نیزا تحریک ناموس رسالت کی علامت ہے کہ اللہ کے ایک نبی کی پاسبانی کے پیش نظر ہم نے اپنے نبی ﷺ کا فرمان سن رکھا ہے۔

لہذا جب بھی وہ گستاخ چیز ہمارے سامنے آتی ہے تو ہم اس نیزے سے اس پہ حملہ کر کے اس چیز کا ثبوت دیتے ہیں کہ ہم اس صف میں شامل ہیں جن کو تحفظ ناموس رسالت کا علمبردار بنایا گیا ہے۔

ایک سوال، اور اس کا جواب

یہاں چند قابل ذکر باتیں ہیں جو ناموس رسالت کے ولولے کی ہر ہر اکائی کو بیان کرتی ہیں، حدیث شریف میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ:

لَمْ تَكُنْ فِي الْأَرْضِ دَابَّةٌ...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا تو زمین کے ہر جانور و چوپائے نے اس آگ کو بجھانے کی کوشش کی، تو کیا ہر جانور وہاں پہنچا تھا جہاں آگ جل رہی تھی؟

وہ زمین عراق میں ''حلہ'' کے قریب ہے جہاں آگ کو جلایا گیا تھا، میں نے چخہ والی جگہ دیکھی ہے، ابھی بھی وہاں سبزہ نہیں اگتا۔ اس جگہ پر زمین کا ہر جانور نہیں پہنچا تھا مگر جو اللہ جل جلالہ کا عادی نظام ہے۔ ہر زمین کے جانور اپنی اپنی جگہ تھے اور سارے ہوتے تو اتنی جگہ بھی نہیں تھی کہ وہاں سب اکھٹے ہو سکتے اور پھر جا کر وہ بجھاتے، ایسا نہیں ہوا، نہ سارے جانور وہاں پہنچے ہیں اور نہ ہی سب نے آگ بجھائی ہے، مگر حدیث میں یہ آگیا ہے کہ:

Marfat.com

لَمْ تَكُنْ فِي الْأَرْضِ دَابَّةٌ إِلَّا أَطْفَأَتِ النَّارَ

زمین کا کوئی چوپایہ بھی ایسا نہیں تھا جو آگ نہ بجھا رہا ہو۔

یہ لفظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں بولے ہیں، محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ جب ناموس رسالت کا معاملہ آجائے تو جو شخص اپنی نیت صاف کرے اور اپنا کردار ادا کرنے کا ارادہ کرے، اگرچہ اس جگہ پہ نہ بھی پہنچ سکے اللہ جل جلالہ نیت پر بھی اس کو ثواب عطا فرمائے گا۔

وہاں سب جانور پہنچے نہیں ہیں مگر ہر جانور کو اللہ کی طرف پتہ چل گیا تھا کہ رب کے خلیل کے خلاف آگ جلائی جا رہی ہے، ہر جانور کو افسوس ہوا کہ رب جل جلالہ کے خلیل کے لائق آگ تو نہیں، وہ تو اللہ کے خلیل ہیں ان کے لیے تو پھول ہونے چاہیں، اور یہ آگ تیار کی گئی ہے، ہر جانور تڑپ اٹھا، ہر جانور کو افسوس ہوا اور ہر چراگاہ میں موجود ہر جانور کو اس پر اضطراب ہوا، اس درد میں کراہنے لگا، ہر طرف جہاں جہاں بھی جانور موجود تھے، تڑپ میں تھے کہ کاش آج ہی ہم وہاں پہنچ جائیں اور وہاں جا کر اس آگ کو بجھا دیں۔

انہوں نے جس وقت اپنا جذبہ ظاہر کیا تو ان کے اس ولولے کو اللہ تعالیٰ نے قبول کرلیا، اللہ تعالیٰ نے اس ولولے کو قبول کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان کروا دیا ہے کہ اگرچہ نہ کوئی جانور وہاں پہنچا ہے اور نہ ہی آگ بجھانے کا کردار ادا کیا ہے مگر وہ اللہ کے نبی علیہ السلام کے مخلص ہیں، اور وفادار ہیں، اور ان کی ناموس وعزت کا پہرہ دار بننا چاہتے ہیں تو اللہ نے ان کو ان کی نیت پر عمل کا ثواب عطا فرما دیا ہے۔

دوسری طرف چھپکلی کے جلانے سے آگ جلنی بھی نہیں تھی، اس کی پھونک سے کتنا

Marfat.com

آگ نے بھڑکنا تھا لیکن اس سے اس کا برا ارادہ ظاہر ہو گیا، اس کے اندر کی گندگی ظاہر ہو گئی، اس کا ناموس رسالت کے خلاف بغض ظاہر ہو گیا، تو اس بغض کو شمار کر لیا گیا کہ اس نے آگ جلانے کی کوشش کی ہے تو اس واسطے یہ مبغوض مخلوق ہے۔

پھر مدینہ شریف کی چھپکلیاں تو عراق سے آئی ہی نہیں تھیں، جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں چھپکلیاں ہیں یہ تو حجاز کی چھپکلیاں ہیں، اور درمیان میں کتنی صدیاں ہیں، اس زمانے میں جو پھونکیں مار رہی تھی، جو بالفعل وہاں پر موجود بھی تھی اگرچہ زمین کے ہر ہر چپے کی چھپکلی تو وہاں پر پہنچ نہیں سکی، جو موجود تھی وہ تو مر چکی ہو گی، لیکن اب جو موجود ہیں ان کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے ان کو نہیں چھوڑنا، ان کو بھی مارنا ہے، تو میرے محبوب ﷺ کا فرمان اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عمل اور امت کے ولولوں کا یہ درس اس بات کی وضاحت ہے کہ ایک قوم جس وقت گستاخ بن جاتی ہے، اس وقت ان کی نسلوں تک اس برائی کا اثر پہنچ جاتا ہے، جب تک وہ اس راستے سے ہٹ نہ جائیں وہ بڑوں کی گستاخیاں ان کے چھوٹوں میں شمار کی جاتی ہیں اور اس بات کو بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ جس وقت درمیان میں صدیوں کا فاصلہ ہے مگر اس نسل کے اندر ہر ہر فرد جو پیدا ہونا والا ہے، اس کو اسی گستاخی کے ساتھ شمار کیا جائے گا اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث شریف پیش کر کے اور اپنا عمل پیش کر کے اس بات کو واضح کیا کہ اگر ناموس رسالت کے خلاف کوئی بولتا ہے اور بکواس کرتا ہے، اس کی زبان سے توہین نکلتی ہے تو اتنا مذموم نشان اور زہریلا اس کا نسب ہے، اتنی زہریلی پشت ہے کہ اس حد تک اس کے زہریلے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔

Marfat.com

دوسری طرف ایک عاشق صادق ہے، اس کے اندر یہ جذبہ ہے کہ جان جاتی ہے تو چلی جائے مگر میں محبوب کی عزت پر پہرا دیتا رہوں، لیکن وہ یہ بات سوچتا ہے کہ وہ گستاخ مجھ سے دور ہے، وہ میری دسترس میں نہیں ہے اور میں جاؤں تو کیسے جاؤں تو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان نے واضح کر دیا کہ اگر گھر بیٹھے کوشش میں رہے، نیت پختہ ہو، اگر زندگی میں اس کا ہاتھ اس گستاخ تک نہیں پہنچ سکا، اپنے گھر میں وہ اپنی موت مر گیا ہے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ اس بندے کو غازیوں والا ثواب عطا فرمائے گا۔

حسنِ نیت پہ ثواب

دوسرے مقام پر ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے لوٹے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ بِالْمَدِينَةِ أَقْوَامًا ...... مدینہ شریف میں کچھ قومیں ایسی ہیں جنہوں نے ہمارے ساتھ نہ سفر کیا، نہ بھوک برداشت کی، نہ زخم کھائے اور نہ کافروں کو مارا، لیکن اللہ تعالیٰ نے گھر بیٹھے اُن کو پورا ثواب عطا فرما دیا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تعجب ہوا کہ:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَهُمْ بِالْمَدِينَةِ

ان کو گھر بیٹھے کیسے ثواب مل گیا، حالانکہ وہ تو مدینے میں ہیں،

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ ...... ان کو عذر نے روک لیا ہے،

(صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب: نزول النبي صلى الله عليه وسلم الحجر، ج4 ص:1610، رقم الحديث: 4161)

Marfat.com

شَرِکُوْنَا بِحُسْنِ النِّیَّۃِ

(احیاء العلوم کتاب النیة والاخلاص الباب الاول فی بیان فضل النیة)

حسن نیت کی وجہ سے ہمارے ساتھ شریک ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ان کے سینوں کو جانتا ہوں، ایسا نہیں کہ کچھ نہ آنے کا ارادہ تھا اور کچھ عذر بن گیا، نہیں وہ سو فیصد آنے کو تیار تھے مگر وقت آیا تو وہ بیمار تھے ،وہ معذور ہو گئے، آنہ سکے تو میرا رب نیت کو دیکھتا ہے اگرچہ وہ ہمارے ساتھ تلواریں مارنے میں شریک نہیں ہوئے لیکن نیت سو فیصد کافروں کو مارنے کی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کی نیت کو کاؤنٹ کر کے انہیں ہمارے جیسا ثواب عطا فرما دیا ہے۔

اس واسطے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ اُس حدیث میں جس ولولے کی ایک حیثیت موجود ہے اور امت کے لیے جو ایک سبق موجود ہے، وہ آج بھی ضروری ہے، انسان کے لیے یہ جینے کا آخری سہارا ہے، ورنہ گستاخوں کی گستاخیوں کے باوجود امت کا زندگی میں موجود ہونا، اور کل اس کا جواب دینا بڑا مشکل ہو گا۔

اور وہ سبق یہ ہے کہ بندہ سو فیصد پکی نیت کر لے کہ میں گستاخ تک پہنچوں گا اور گستاخ کو مارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑوں گا، اگر گستاخ کو مارنے میں میرے ہزار ٹکڑے ہوتے ہیں تو میں اپنے ہزار ٹکڑے کروالوں گا مگر اس کو زندہ نہیں رہنے دوں گا۔

جس نے ایسی نیت کے ساتھ زندگی گزاری ہے بشرطیکہ اس کے خلاف کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔ اگرچہ وہ گستاخ تک نہیں پہنچ سکا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس حدیث کے مطابق غازیوں جتنا ثواب عطا کر دیا جائے گا۔

Marfat.com

جذبہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

یہاں پر ایک اور بات بڑی قابل غور ہے کہ ہر صحابی کا ولولہ بڑا عظیم ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سب سے زیادہ ایسا انداز ملتا ہے کہ نبی ﷺ سے کسی کی کوئی معمولی سی بات بھی ہوگئی تو کہا کہ:

دَعْنِي أَضْرِبُ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ

یارسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دو میں اس منافق کا سر اتار دوں۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: سورۃ المنافقون، ج:4 ص:1861، رقم الحدیث: 4622)

اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں موجود ہیں تو اجازت طلب کی، اور اگر وہاں موجود نہیں ہیں، دور ہیں تو پھر اجازت تک کی نوبت نہیں پہنچی، پھر تو پہلے گردن اتاری، تب جا کر بتایا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انوکھا فیصلہ

وہ جو ایک یہودی اور منافق کا قصہ تھا، جو نبی اکرم ﷺ سے فیصلہ کروا کے، پھر سرکار ﷺ کے فیصلہ کو (معاذ اللہ) مسترد کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا کہ یہ فیصلہ کریں۔

یہودی نے کہا: اے عمر! یہ سوچنا کہ تمہارے نبی اکرم ﷺ فیصلہ میرے حق میں کر چکے ہیں۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اب جا کر یہ نہیں پوچھا کہ یارسول ﷺ! یہ مسئلہ تو بتا دو کہ اگر کوئی شخص آپ سے فیصلہ کروائے اور پھر عمر سے جا کر فیصلہ کروائے، اس کے ساتھ کیا رویہ ہونا چاہیے، اسے چھوڑ دینا چاہیے یا مار دینا چاہیے؟

Marfat.com

اب نہیں پوچھا، بلکہ فرمایا: تم ٹھہرو میں اندر سے ہو کر آتا ہوں پھر تمہارا فیصلہ کرتا ہوں، تلوار اندر سے لی اور اس منافق کا سر اتار دیا اور فرمایا کہ جس کو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ پسند نہیں ہے اس کا فیصلہ پھر عمر کی تلوار ہی کر سکتی ہے۔

(الدر المنثور، سورة النساء رقم الآية: 66 ج: 2، ص: 585)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا جذبہ وفا

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ دین کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہیں تو کسی کا سر قلم کرنے کی اجازت مانگتے تھے مگر یہاں نہیں مانگی۔

ویسے حاطب بن ابی بلتعہ بدری صحابی تھے، ایک عورت ان کی طرف سے رقعہ لے کر جا رہی تھی۔ بخاری شریف میں ہے کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جاؤ "روضہ خاخ" میں عورت اونٹنی پہ پہنچ چکی ہے، اس سے وہ رقعہ لے کر واپس آؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں گئے اور اس عورت سے وہ رقعہ برآمد ہو گیا، جس میں چند باتیں لکھی ہوئی تھیں اور قریش مکہ کی طرف وہ خط تھا، اب جس وقت وہ خط پڑھا گیا تو وہ حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے تھا، دوسرے لفظوں میں جس کو جاسوسی کہا جا سکتا ہے، مسلمانوں کے راز کی باتیں لے کر جا رہی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس وقت سنا تو کہا کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اجازت دو میں اس منافق کا سر اتار دوں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

نہیں، حاطب بن ابی بلتعہ کو تم نہیں جانتے، یہ بدری صحابی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

Marfat.com

اے بدری صحابہ! تم جو کچھ بھی کرو تم سے مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

پھر ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ خط کیوں لکھا، تو انہوں نے کہا کہ میں نے اسلام سے غداری کرتے ہوئے خط نہیں لکھا، یا رسول اللہ ﷺ! یہاں پر مکہ سے جو مہاجر آئے ہوئے ہیں، ان سب کی برادری مکہ شریف میں ہے، اور میں آؤٹ سائڈر تھا، مکہ شریف میں آ کر آباد ہو گیا تھا۔ پھر کلمہ پڑھ کے ادھر آ گیا ہوں، اور مکہ شریف میں میرے اہل وعیال میرے پیچھے رہنے والوں کا کوئی سہارا نہیں ہے، تو میں نے ان سے تعاون کی غرض سے دوستی کا خط لکھا اور میں اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی ﷺ اور دین اسلام کے ساتھ مخلص ہوں۔

(اسد الغابة باب الحاء حاطب بن ابی بلتعة ج:1، ص:528)

یہ میرے نبی اکرم ﷺ کا غائبانہ مطالعہ ہے کہ سرکار کی نگاہ کے نیچے حضرت حاطب کا دل تھا، اگرچہ خط موصول ہو گیا، خط پکڑا گیا، مگر پھر بھی کہا کہ اے عمر: اسے کچھ نہ کہو، اللہ نے بدری صحابہ سے مؤاخذہ نہ کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔

ایسی متعدد احادیث موجود ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامنے ہیں تو پوچھا ہے، اگر سامنے نہیں ہیں تو اگرچہ کوئی قرآن پڑھ رہا تھا، جب تھوڑی سی بھی گستاخی کی بدبو آ گئی ہے تو اس کا سر اتار دیا۔

منافق کی سزا

ایک شخص اس زمانے میں جماعت کراتا تھا، تو وہ نماز میں ''عبس و تولی'' کی تلاوت کرتا تھا، چونکہ اس میں لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ سے ناراض ہوا

Marfat.com

ہے، غصے کی بات کی ہے، اور وہ قاری منافق تھا، اسے اس میں لذت آتی تھی کہ میں وہ سورت نماز میں روزانہ پڑھوں گا جس سے یہ ظاہر کروں کہ اللہ اپنے نبی کو بڑی جھڑکیاں دیتا ہے، روزانہ وہ سورت پڑھنے کا اس نے معمول بنالیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت پہنچی کہ فلاں نابینا امام ہے، اور جب بھی سورت پڑھتا ہے تو ''عبس و تولی'' ہی پڑھتا ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پتہ کروایا تو واقعی وہ ایسا ہی تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے یہ بات اخذ کرلی کہ:

یہ اگرچہ قرآن پڑھتا ہے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے پیش نظر پڑھتا ہے، اس کا یہ نظریہ بنا ہوا ہے کہ لوگوں نے نبی کو بہت بڑا بنا رکھا ہے، اور نبی کو تو خدا نے بڑی جھڑکیاں دی ہیں، یہ بات بیان کرنے کے لیے جب پڑھتا ہے تو ''عبس و تولی'' پڑھتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار مار کر اس کا سر اتار دیا، اور واضح فرمادیا صلی اللہ علیہ وسلم جہاں مجھے گستاخی کی بدبو آئے گی، اگرچہ وہ مصلی کا امام ہوگا، اگرچہ وہ قرآن کا قاری ہوگا، عمر اس کو نہیں چھوڑے گا، اس واسطے کہ جس نے قرآن مجید توہین کے جذبے سے پڑھا اور قرآن اس ہدف کو سامنے رکھ کے پڑھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو ہلکا ظاہر کرنا چاہتا ہے، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو نارمل سا ظاہر کر کے بیان کرنا چاہتا ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ولولہ یہ تھا کہ آپ نے اسے جماعت نہیں کرانے دی، فرمایا: اگر تمہیں یہ سورت ملتی ہے تو عمر کے نزدیک تمہاری یہی سزا ہے کہ تمہارا سر تن سے جدا کردیا جائے تاکہ قیامت تک لوگوں کو پتہ چلے کہ جس نے بھی قرآن مجید پڑھنا ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دھیان میں پڑھنا ہے۔

(قوت القلوب، کتاب: ذکر مشاهدة اهل المراقبة ج:1، ص:166)

Marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ عشق

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ولولے تاریخ میں درخشاں طور پر موجود ہیں، بالخصوص وہ منظر بڑا عجیب منظر ہے جب عمرہ قضاء کے موقع پر نبی کریم ﷺ مکہ شریف میں داخل ہو رہے تھے، چونکہ جب حدیبیہ کی صلح ہوگئی تو وہاں یہ احرام کھول دیے گئے، اور یہ طے پایا تھا کہ اگلے سال آؤ اور عمرہ کرو، اور تلواریں نیاموں میں ہوں، یہ بظاہر ایک مشکل مسئلہ تھا مگر ان سے صلح کی گئی اور اسے فتح مبین کہا گیا، اب جس وقت عمرہ قضاء کے لیے مکہ شریف میں داخل ہونے لگے، یہ پہلا موقع تھا کہ رسول اکرم ﷺ اپنے اس شہر میں پھر داخل ہو رہے تھے کہ جس سے ہجرت کر کے تشریف لے گئے تھے۔

آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، قریش مکہ کا کوئی بس نہیں چل رہا، کیونکہ معاہدہ کر چکے ہیں ورنہ کبھی ان کو داخل نہ ہونے دیتے، ابھی فتح مکہ کا سال اس سے اگلا ہے، اس سے پہلے جب عمرہ قضاء کے لیے رسول اکرم ﷺ کی جلوہ گری ہوئی ہے، اس وقت منظر یہ ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ اپنی سواری پر تشریف فرما ہیں اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، جو قادر الکلام شاعر ہیں، اس سے اگلے سال 8 ہجری کو موتہ کے مقام پر شہید بھی ہو گئے تھے، وہ سواری کے آگے آگے جا رہے ہیں۔

یوں انداز ہے کہ شہنشاہ عالم کی سواری آ رہی ہے، آگے سے تمام رستے صاف کر دو، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے آگے آگے چل رہے ہیں اور یوں شعر پڑھ رہے ہیں گویا کہ وہ بجلی کی طرح کڑک رہے تھے، وہ سینوں میں اتر جانے والے تیر تھے۔

Marfat.com

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری بڑی شان سے مکہ میں داخل ہو رہی ہے، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آگے ہیں، کچھ صحابہ کرام دائیں ہیں، اور کچھ صحابہ کرام بائیں ہیں، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آگے ہیں اور بڑا عجیب نعرہ لگا رہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ نعرہ اس موقع پر سنا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس وقت اس مقام پر نہ پہنچ سکے جہاں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پہنچ چکے تھے، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:

خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ
اَلْيَوْمَ نَضْرِبْكُمْ عَلٰى تَنْزِيلِهِ
ضَرْبًا يُزِيلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيلِهِ
وَيُذْهِلُ الْخَلِيلَ عَنْ خَلِيلِهِ

یہ اشعار زور زور سے پڑھتے جا رہے تھے، کہ:

خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ...... اے کفار کے بیٹو! آج سامنے مت آنا، آج میرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے سے پیچھے ہٹ جاؤ، کوئی سامنے نہ آئے، حرم پاک ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے کے آ رہے ہیں، داخل ہو رہے ہیں، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آگے پورے مستانہ انداز میں یہ باآواز بلند کہہ رہے ہیں، کفار دائیں، بائیں کھڑے ہیں اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ...... اے کفار کے بیٹو! سارے پیچھے ہٹ جاؤ، کوئی بھی میرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کھڑا نہ ہو،

اَلْيَوْمَ نَضْرِبْكُمْ عَلٰى تَنْزِيلِهِ...... آج نزول قرآن کے فیصلے کے مطابق ہم تمہیں

Marfat.com

ماریں گے۔ دوسرا ترجمہ یوں ہو سکتا ہے آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے موقع پر ہم تمہیں ماریں گے۔

اگر تم آج سامنے آؤ گے تو ہم تلواریں پیچھے نہیں ہٹائیں گے، ہم تمہیں ماریں گے لہذا کوئی بھی راستے میں سامنے کھڑا نہ ہو،

ضَرْبًا یُزِیْلُ الْھَامَ عَنْ مَقِیْلِہٖ ......وہ مار ماریں گے کہ جو مار کھوپڑی گردن کے ساتھ نہیں رہنے دے گی، آج ہم ایسی تلواریں چلائیں گے جو کھوپڑی اور گردن کا فاصلہ بنا دے گی،

وَیُذْھِلُ الْخَلِیْلَ عَنْ خَلِیْلِہٖ ......آج کی تلوار ایسی چلے گی جو پیاروں کا پیار بھلا دے گی۔ تجھے ایسی ضرب لگائیں گے کہ ہر ایک کو اپنی اپنی پڑ جائے گی۔ گہرا دوست گہرے دوست کو بھول جائے گا۔

اس واسطے اے کافرو! ہم آ گئے ہیں اور یہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری آ رہی ہے، یہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں داخل ہو رہے ہیں، مت کوئی سامنے آئے، مت کوئی راستہ روکے، اور مت کوئی اکڑ کر چلے، آج وہ پہلے والا مسئلہ نہیں رہا، اس وقت ہم حدیبیہ سے لوٹ کے چلے گئے تھے، مگر آج ہم جس انداز میں آ گئے ہیں، اگر کسی نے کوئی گڑبڑ کی تو ہم نہیں چھوڑیں گے، آج وہ تلوار چلے گی جو سر کو گردن سے جدا کر دے گی اور جو پیاروں کا پیار بھلا دے گی، اس واسطے اے قریش مکہ! جو تم میں اپنی بیوی کو بیوہ کرنا چاہتا ہے، اپنے بچوں کو یتیم کرنا چاہتا ہے، وہ تو سواری کے سامنے آئے، کھڑا ہو کے راستہ روکنے کی کوشش کرے، اور وہ تو آگے اکڑ کے چلے اور جو بچنا چاہتا ہے وہ سائیڈ پہ ہو جائے، اس واسطے کہ عبداللہ بن رواحہ سے آج برداشت نہیں ہو گا، ہم حدیبیہ سے واپس چلے گئے تھے، مگر آج ہم اس انداز میں آ گئے ہیں اور وہ تلواریں

Marfat.com

چلائیں گے جو تلواریں چلانے کا رب نے ہمیں حکم دیا ہے۔

اب دیکھو کہ صلح یہ تھی کہ تلوار نیام میں رکھنی ہے مگر نعرہ بڑا گرم تھا، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آگے آگے یہ ترانہ پڑھتے جا رہے تھے کہ ہٹ جاؤ، کافرو ہٹ جاؤ، رستہ بنا دو، سارے ایک طرف ہو جاؤ،

خَلُّوْا بَنِی الْکُفَّارِ عَنْ سَبِیْلِهٖ...... اے کفار کے بیٹو! پیچھے ہٹ جاؤ، میرے محبوب کے رستے کھلے کر دو،

بار بار جس وقت حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ:

یَا ابْنَ رَوَاحَةَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَفِیْ حَرَمِ اللّٰهِ تَقُوْلُ الشِّعْرَ ...... اے ابن رواحہ! کچھ ہوش بھی کر، کیا تو بول رہا ہے،

بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰه...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑا ہو کے،

وَفِیْ حَرَمِ اللّٰهِ تَقُوْلُ الشِّعْرَ...... اور اللہ کے حرم میں تو شعر پڑھ رہا ہے۔

یہ نہ پڑھو، یہ پڑھنے کا موقع نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو روکنے لگے، ان کا خیال تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی کیفیت میں ہیں، ادھر آپ کی توجہ نہیں کہ عبداللہ بن رواحہ کیا کہہ رہے ہیں، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی تجلیات میں مستغرق ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال بھی اپنے طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی میں تھا کہ کہیں عبداللہ بن رواحہ کے عمل سے نقصان نہ ہو۔ عبداللہ بن رواحہ سامنے آگ بھی بھڑکا رہے ہیں، کافروں کو چیلنج بھی کر رہے ہیں، اور پھر نعرے بھی لگا رہے ہیں، اور پھر آگے آگے بھی ہیں اور اللہ کے حرم میں شعر پڑھ رہے ہیں، کہنے

Marfat.com

لگے: عبداللہ بن رواحہ کچھ ہوش کرو، کیا کر رہے ہو؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھ رہے تھے کہ سرکار ﷺ اس طرف توجہ نہیں فرما رہے ہیں، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے تو میرے آقا ﷺ نے عبداللہ بن رواحہ کی حمایت کر دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمانے لگے کہ:

خَلِّ عَنْهُ ...... عمر تو پیچھے ہٹ جا، عبداللہ بن رواحہ کو نہ روک، تو پیچھے ہٹ جا، وقت وقت کی بات ہوتی ہے، جو عبداللہ بن رواحہ کرتا ہے اسے کرنے دو، اس کو کہنے دو اور اس کو بولنے دو۔

فَهُوَ اَسْرَعُ مِنْ نَضْحِ النَّبَلِ

یقیناً یہ اشعار کفار کے سینوں میں تیروں سے تیز لگ رہے ہیں۔

(جامع الترمذی، کتاب الأدب باب: انشاد الشعر، ج:5 ص: 139، رقم الحدیث: 2847)

رسول کریم ﷺ کے گستاخ کا انجام

مسیلمہ کذاب کے دو حواری ہمارے محبوب ﷺ کے پاس آ گئے، ایک کا نام ابن نواحہ اور دوسرے کا نام ابن اثال تھا، یہ دونوں آ گئے، رسول اکرم ﷺ کی طبیعت میں جو نرمی تھی اس کی وجہ سے آپ ﷺ چاہتے تھے کہ جو بندہ بھی آئے وہ خالی نہ جائے، لہٰذا آپ ﷺ نے چاہا کہ ان لوگوں کو بھی میرا فیض پہنچ جائے، تو میرے محبوب ﷺ نے جب انہیں دیکھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَتَشْهَدَانِ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ...... کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟

حالانکہ جن کی گواہی اللہ تعالیٰ دے رہا ہے، وہ اُن کی گواہی کے محتاج نہیں ہیں، لیکن

Marfat.com

معاملہ یہ تھا کہ یہ جہنمی مسیلمہ کے پیچھے لگے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے دے، جب آپ نے ان سے پوچھا تو وہ دونوں بولے کہ:

نَشْهَدُ أَنَّ مُسَيْلِمَةَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

ہم گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے، (معاذ اللہ)

جس وقت ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا یہ جملہ سنا تو فرمانے لگے کہ:

لَوْ كُنْتُ قَاتِلًا رَسُوْلًا لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمَا ...... اگر میرا یہ دستور ہوتا کہ کسی کے قاصد کو مار دیا جائے، اگر میری شریعت میں کسی قاصد کو مارنا جائز ہوتا تو میں تمہیں قتل کر دیتا لیکن میری شریعت یہ ہے کہ اسلام کا کتنا بڑا ہی دشمن کیوں نہ ہو، سفیر بن کے آئے اسے قتل نہیں کرنا، لہٰذا اس واسطے میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں۔

ادھر مسیلمہ نے صحابی کا ایک ایک انچ کاٹ کے اپنے سامنے سزا دلوائی، لیکن محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے قاصدوں کو معاف کیا، فرمایا:

اس وقت تمہاری حیثیت قاصد کی ہے، تم سفیر بن کے آئے ہو تو میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں، لیکن اگر تم سفیر نہ ہوتے تو میں تمہیں ضرور قتل کر دیتا۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند المكثرين من الصحابة مسند عبد الله بن مسعود رضي الله عنه، ج:1، ص: 390، رقم الحديث: 3708)

یہ بات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سن لی، انہوں نے دل میں پکا ارادہ کر لیا کہ چلو اب تو یہ سفیر ہے، اگر کبھی تو یہ قابو آ جائے گا پھر پوچھوں گا کہ مسیلمہ کیسا رسول ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بازار میں جا رہا تھا تو مجھے وہ شخص (ابن نواحہ) مل گیا، تو میں نے کہا کہ تجھے وہ دن یاد ہے جب تم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے سامنے گستاخی کی تھی اور تو میرے آقا ﷺ کے سامنے کہا تھا کہ مسیلمہ رسول ہے۔

آج قادیانیوں کے بارے میں لوگ نرم رویہ رکھتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ شاید انہوں نے کوئی گستاخی نہیں کی، جب نبی کریم ﷺ کے ہوتے ہوئے رسول، مسیلمہ کو کہنے والا گستاخ قرار پاتا ہے، اور واجب القتل ہوتا ہے، تو محبوب ﷺ کی نبوت کے ہوتے ہوئے۔

جس نے مرزا کے نبی ہونے کا قول کیا اس نے رسول اللہ ﷺ کا کتنا دل دکھایا۔

اب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پہلے یاد دلایا کہ تم میرے نبی ﷺ کے دربار میں گئے تھے، اور تم نے یہ لفظ بولا تھا، میرے نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر تم قاصد نہ ہوتے تو میں تمہیں قتل کر دیتا، کہنے لگے: یاد رکھ

اَلْیَوْمَ لَسْتَ بِرَسُوْلٍ ...... آج تو قاصد نہیں ہے، اس دن تو قاصد تھا، جب نبی کریم ﷺ نے تجھے چھوڑ دیا تھا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرظہ بن کعب تلوار پکڑو اور اس کا سر اتارو۔

اس بازار کے اندر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سر اتار کے بازار میں منادی کروائی کہ وہ گستاخ جس نے ہمارے نبی کریم ﷺ کی گستاخی کی تھی اور اس وقت قاصد ہونے کی بنیاد پر چھوڑ دیا گیا تھا، آج جس نے اسے دیکھنا ہو تو وہ سر بازار مردار پڑا ہے۔

(سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب: في الرسل، ج:3، ص:38، رقم الحديث: 2764)

رسول اکرم ﷺ کے عشاق کا یہ انداز اور اس میں شریعت کے تقاضے بھی پورے ہیں، ان کے ساتھ ساتھ اپنے عشق کا ولولہ ناموس رسالت اور نگہبانی کا جذبہ بھی موجود ہے، یہ آج ہماری ذمہ داری ہے لیکن اگر امت کسی موقع پہ غافل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ضرور انتقام لینے والا ہے۔

Marfat.com

گستاخ پر قہر خداوندی

اس سلسلہ میں عمدۃ القاری کے اندر حدیث شریف موجود ہے کہ ایک شخص مدینہ شریف میں انتہا بدبخت تھا کہ جب اذان ہوتی تھی، مؤذن کہتا کہ:

أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

عاشق سن کے گواہی دیتے ہیں کہ مؤذن تو گواہی دیتا ہے تو ہم بھی گواہی دیتے ہیں، انگوٹھے چوم کے آنکھوں پہ لگا کے "قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم" کی آواز دیتے ہیں، یہ اظہار محبت ہے۔

لیکن وہ شخص جب یہ سنتا تھا تو کہتا تھا کہ:

حُرِّقَ الْكَاذِبُ ...... جھوٹے کو جلا دیا جائے۔

یہ لفظ بولتا تھا کہ مؤذن (معاذ اللہ) جھوٹ بول رہا ہے، اس کو جلا دیا جائے۔

ایسا جب اس نے متعدد بار اپنی زبان سے کہا تو اللہ کی قدرت نے گرفت کی، ایک دن اپنے گھر میں سو رہا تھا، اس کی خادمہ داخل ہوئی، اس کے ہاتھ میں آگ تھی، آگ کی ایک چنگاری اس کے بستر پہ گر گئی، وہ سو رہا تھا اور اس کے اہل بھی سو رہے تھے، سارا گھر جل گیا اور وہ جو مؤذن کو سن کر کہتا تھا کہ اس کو جلا دیا جائے جو یہ کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، جب وہ مؤذن کے خلاف یہ بولتا تھا تو اللہ کی قدرت نے فیصلہ کر دیا، اس کے گھر والے اس کے ساتھ متفق تھے، سارا گھر جل گیا، اور وہ بھی جل گئے، اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے غلاموں سے بھی محبوب کی عزت پہ پہرے دلواتا ہے اور اپنی قدرت کو ایسے بھی متحرک فرما دیتا ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الأذان باب بدء الأذان ج: 5 ص: 150)

Marfat.com

یہ ناموس رسالت کے نگہبان ولوے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے انداز میں میں نے بیان کیے، ہر دور اس امت کا منفرد دور ہے، پہلی امتوں میں ایسا منظر نظر نہیں آتا۔

خدا کی قسم! در جنوں دلائل کی روشنی میں کہتا ہوں کہ ہر امت جو اپنے نبی کو مانے گی، وہ عظیم امت ہے، مگر کسی امت نے اپنے پیغمبر سے وہ عشق نہیں کیا جو اس امت نے اپنے محبوب ﷺ سے کر کے دکھایا ہے، اسی لیے تو اعلیحضرت بیان کرتے ہیں کہ:

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب

(حدائق بخشش، حصہ:اول، صفحہ نمبر:30)

ادھر حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن سامنے تھا تو کسی نے سر نہیں کٹوایا، ایک بار ایسا ہوا کہ حسن یوسف پہ انگلیاں کٹیں اور وہ بھی دیکھ کے، لیکن محبوب تجھے دیکھنا تو بڑی معراج ہے، نام سن کے لوگ بار بار سر کٹانے کو تیار ہیں۔

"سر کٹاتے ہیں" یہ مضارع ہے، صحابہ بھی سر کٹاتے ہیں، تابعین بھی، تبع تابعین بھی، غازی علم الدین بھی، غازی عامر بن عبدالرحمٰن بھی، کہاں تک وہ سلسلہ جاری ہے:

سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب

ادھر تحفہ انگلیوں کا تھا اور ادھر جب بھی کوئی نذرانہ پیش کرتا تو تحفہ اور نذرانہ سر کا پیش کرتا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امت کے اس امتیاز کو ہمیں برقرار رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و سلم

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
4

رسول اللہ ﷺ کی شجاعت

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

(القرآن الکریم، سورۃ الفتح، رقم السورۃ 48، رقم الآیۃ 29)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب ودلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت، حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل وتوفیق سے ''ادارہ صراط مستقیم'' پاکستان کے زیر اہتمام پندرھویں سالانہ ''فہم دین کورس'' میں ہم سب کو شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ہر باب بڑا روشن ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وخصائل اور کمالات کو جس جہت سے دیکھا جائے تو ایک نئی تجلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ میں نظر آتی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات کے کہکشاں نظر آتے ہیں۔ سیرت کے موضوعات میں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت ایک بڑا اچھوتا اور اہم موضوع ہے، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سیرت کے اس سبق کا صدقہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کا دیدار کرائے اور سب کی روح کی تشنگی کو دور فرمائے۔

Marfat.com

نبوت اور شجاعت

شجاعت کا وصف انبیاء کرام علیہم السلام کے اوصاف میں سے اہم ترین وصف گردانا گیا، جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں جلوہ گر ہوئے وہ سارے کے سارے اشجع تھے، کیونکہ ہر دور میں، ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ نے جن کو رسول اکرم ﷺ سے پہلے دنیا میں نبوت سے سرفراز کیا، انہیں بھی وصف شجاعت انتہائی درجہ کا عطا فرمایا، چونکہ نبی کا براہ راست رابطہ اوران کا سامنا مخلوق سے ہوتا ہے، نبی کا کام یہ ہے کہ وہ مخلوق کو خالق کی طرف بلائے، خالق کا پیغام مکمل طور پر مخلوق کے سامنے پیش کرے، ماحول جیسا بھی ہو، حالات جیسے بھی ہوں، قوم جتنی بھی بگڑی ہوئی ہو، پیغمبر کا کام یہ ہے کہ وہ اللہ کا دیا ہوا پیغام ہو بہو بندوں کو سنائے، خواہ وہ بندے رب کا پیغام سن کا ناراض ہو جائیں، کتنے سیخ پا ہو جائیں، کتنی عداوت کی آگ بھڑک اٹھے، اللہ کا نبی اللہ کے پیغام کی طرف دیکھتا ہے، لوگوں کی مخالفت کی طرف نہیں دیکھتا، اور جن حالات کا بھی سامنا کرنا پڑے اللہ کا نبی ان حالات کا سامنا کر کے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچاتا ہے، یہی نبوت کا طریقہ کار ہر دور میں رہا ہے یہاں تک کہ رسول اکرم ﷺ کی جلوہ گری اس دنیا میں ہوئی۔

دوسرے لفظوں میں شجاعت کا وصف انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کا محافظ وصف اور شجاعت کا وصف نبوت کا پاسبان ہے۔ اگر کسی میں حوصلہ نہیں تو وہ اللہ کا پیغام دینے میں صحیح ذمہ داری ادا نہیں کرے گا کہ وہ لوگوں سے ڈر کر کچھ حصہ چھوڑ دے گا تو وہ نبی نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

لوگوں کے سامنے ایک بات کرے تو لوگ ناراض ہو کر مقابلہ میں آ جائیں، تو پھر وہ کہے کہ نہیں مجھ سے غلطی ہو گئی تھی، میں نے ایسا نہیں کہنا تھا، اللہ تعالیٰ کے نبی کی ایسی شان نہیں ہوتی، ہر دور میں جتنے انبیاء کرام علیہم السلام آئے ہیں وہ اپنے اپنے دور کے بہادر ترین انسان تھے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اس انداز میں پہنچایا ہے کہ انہوں نے کسی کی مخالفت اور سرکشی کو پیش نظر نہیں رکھا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کو پیش نظر رکھتے ہوئے پیغام دیا ہے، اور پھر اپنی بات پہ ڈٹ گئے ہیں، خواہ پورے جہاں نے ان کی مخالفت کی ہو، انہوں نے کسی کی دشمنی اور عداوت کی طرف دھیان نہیں کیا، جو کہنا تھا وہ کہہ دیا ہے، اس اپنے دیئے ہوئے پیغام پر پوری زندگی پہرہ دیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ شجاعت نبوت کا لازمی وصف ہے، نبی کے لیے شجاع ہونا لازمی ہے، اس واسطے اللہ تعالیٰ نے ہر ہر نبی کو شجاعت عطا فرمائی، اور ہر نبی اپنے دور کا ''اشجع الناس'' قرار پایا، اپنے دور کے لوگوں میں سے وہ نبی شجاع ترین ہوتے تھے۔

یہ ہمارے محبوب ﷺ کی شان ہے کہ باقی انبیاء کرام علیہم السلام تو ''اشجع الناس'' ہیں، ہمارے آقا ﷺ صرف اشجع الناس ہی نہیں بلکہ ''اشجع الانبیاء'' بھی ہیں، باقی انبیاء کرام علیہم السلام لوگوں میں سے سب سے زیادہ شجاع ہیں، ہمارے نبی ﷺ نبیوں میں سے بھی سب سے زیادہ شجاع ہیں۔ ہر نبی اپنے دور کا شجاع ترین انسان ہوتا ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک نبیوں میں شجاعت کے لحاظ سے جس کو پہلا مقام عطا ہوا، وہ ہمارے آقا ﷺ ہیں۔ غیر انبیاء میں سے انبیاء علیہم السلام شجاع ترین انسان ہیں، ان انبیاء علیہم السلام میں سے سب سے زیادہ شجاع رسول اکرم ﷺ کی ذات ہے۔

Marfat.com

قرآن مجید میں انبیاء کرام علیہم السلام کی شجاعتوں کا ذکر ہے کہ کس طرح جانفشانی کے ساتھ، بلند حوصلوں کے ساتھ رب کا پیغام دیا، پوری پوری اقوام مقابلے میں آتی رہیں، بڑی سختیوں کا مقابلہ کرنا پڑا، مگر اللہ کے رُسل نے اپنے اجسام پر تشدد تک کو برداشت کر لیا لیکن انہوں نے جو کلمہ حق بلند کیا، اس سے وہ کبھی، پیچھے نہیں ہٹے، آخری سانس تک حق کی حمایت میں انہوں نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام اور شجاعت

قرآن مجید میں حضرت ہود علیہ السلام کا تذکرہ موجود ہے، انہوں نے اپنی قوم کو حق کی تبلیغ کی، حق کا پیغام دیا، وہ قوم بڑی بگڑی ہوئی تھی، اور شرک عام تھا، تو ساری قوم دھمکیاں دینے لگی، ایسے میں حضرت ہود علیہ السلام نے جو کہا تھا کہ:

اِنِّیْ اُشْهِدُ اللّٰهَ ...... میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں،

وَ اشْهَدُوْٓا ...... اور تم سب گواہ ہو جاؤ

اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ...... میں بیزار ہوں ان سب سے جنہیں تم اللہ کے سوا شریک ٹھہراتے ہو۔

میں اس شرک کو ختم کرنے کے لیے آیا ہوں، میں شرک کا مقابلہ کرنے کے لیے آیا ہوں، اللہ کو چھوڑ کر جو تم نے ''الٰہ'' بنا رکھے ہیں، میں ان سے روکنے آیا ہوں،

فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ تم سب مل کر میرا برا چاہو پھر مجھے مہلت نہ دو۔

(القرآن الکریم، سورۃ ھود، رقم السورۃ: 11، رقم الآیتین: 55-54)

یہ وہ جملہ ہے جو شجاعت کے اعلیٰ تقاضے پورے کرتا ہے، حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا

Marfat.com

کہ تم ایک نہیں سارے میرے مقابلے میں آجاؤ، اور جو کچھ تم نے کرنا ہے وہ کرلو۔

فَكِيدُونِي جَمِيعًا ...... تم سب مل کر میرا برا چاہو۔

میرے ساتھ تم نے لڑائی کرنی ہے یا مجھے تم شہید کرنا چاہتے ہو، جو کرنا چاہتے ہو کرو،

ثُمَّ لَا تُنظِرُونَ ...... پھر مجھے مہلت نہ دو۔

- مجھے تم ایک منٹ کی بھی مہلت نہ دو، تم نے جو کچھ کرنا ہے وہ جلدی کرلو، میں اپنی کی ہوئی بات نہیں چھوڑوں گا، اور اپنا پیغام تم تک پہنچاتا رہوں گا، یہ بھرپور گرجدار لہجہ تھا، یعنی تبلیغ میں کوئی معذرت خواہانہ رویہ نہیں تھا، کوئی اپیل کی صورتحال نہیں تھی کہ جب نرمی کے سارے تقاضے پورے کردیئے، اور قوم پھر بھی شرک کی طرف جارہی ہے، تو

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

فَكِيدُونِي جَمِيعًا ...... تم سب مل کر میرا برا چاہو۔

تم سارے میرے مقابلے میں آجاؤ، اور جو کچھ تم نے کرنا ہے، اور جتنے ستم تم نے آزمانے ہیں، میرا بدن تمہارے سامنے تیار ہے،

ثُمَّ لَا تُنظِرُونَ ...... پھر مجھے مہلت نہ دو۔

میں تم سے کوئی نرمی کا تقاضا نہیں کرتا، میں تم سے مہلت نہیں مانگتا، اور تم نے جو میرے ساتھ کرنا ہے وہ میرے ساتھ کرو، میں اپنی بات کو پیش کرتا رہوں گا کہ خدا ایک ہے، میں اس کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور شجاعت

حضرت موسیٰ علیہ السلام جس وقت بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلوا کے لے جا

Marfat.com

رہے تھے، اور فرعون نے پیچھے اپنی فوج چھوڑ دی، اور جس وقت سورج طلوع ہو رہا تھا تو دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہو گیا، آگے سمندر تھا اور پیچھے فرعون کی فوج تھی، درمیان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور لاکھوں کی تعداد میں وہ لوگ تھے جن کو آپ علیہ السلام رہا کروا کے لے جا رہے تھے۔

جس وقت ایسی صورتحال ہوئی تو لوگ لاکھوں کی تعداد میں ہونے کے باوجود ڈر گئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کہنے لگے:

اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ...... بے شک ہم تو پکڑے گئے، ہم مارے جائیں گے، بچ نہیں سکیں گے، کیونکہ آگے سمندر ہے، اور پیچھے سے فرعون کی فوج آ گئی ہے، وہ ہمیں گرفتار کر لے گی، اور پھر ہمیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دے گی، اب ہم بچ نہیں سکتے، جس وقت سو فیصد چانسز ختم ہو چکے تھے اور پوری قوم نڈھال ہو چکی تھی، پھر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گھبراہٹ کی بات نہیں کی بلکہ شجاعت کی بات کی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے:

كَلَّا اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ

یوں نہیں بے شک میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے اب راہ دیتا ہے۔

کوئی بات نہیں میرے ساتھ میرا رب ہے، وہ ضرور اس کا رستہ نکالے گا، ہم نکل جائیں گے اور ہم بچ جائیں گے، اور پھر ایسا ہی ہوا کہ ان کے لیے سمندر میں رستہ بن گیا، اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات عطا فرما دی۔

(القرآن الكريم، سورة الشعراء، رقم السورة: 36، رقم الآيتين: 62-61)

تو یہ وہ انداز ہے جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا فرمایا ہے، انبیاء کرام علیہم السلام شجاعت کے اعلیٰ مرتبے پہ فائز ہوتے ہیں، اور ان میں سے جو سب سے بڑی

Marfat.com

شجاعت ہے وہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شجاعت ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کا دائرہ محدود تھا، انہیں مخصوص علاقے میں پیغام دینے کے لیے بھیجا جاتا تھا، انہیں مخصوص وقت کے لیے دعوت دینے کے لیے بھیجا جاتا تھا، ان کی ممکنہ عداوت کا علاقہ بھی محدود ہوتا تھا، جن کو بھیجا ہی ایک گاؤں کے لیے گیا تو ان کی مخالفت بھی ایک گاؤں میں ہوگی، جن کو بھیجا ہی ایک علاقے کے لیے گیا ہے، ان کی مخالفت بھی ایک علاقے میں ہوگی، اور وہ مقابلہ بھی ایک علاقے والوں کا کریں گے، اور ان کی طاقت ایک علاقے کے سرکشوں پہ حاوی و غالب ہوگی، اور جن کو اللہ تعالیٰ نے پورے روئے زمین کے لیے بھیجا ہے، پھر ان کو طاقت بھی پورے روئے زمین کے سرکشوں کے مقابلے میں زیادہ عطا فرمائی ہے۔

اس واسطے یہ ماننا پڑے گا کہ تمام پیغمبر اپنی امت کے شجاع ترین انسان ہیں مگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں بھی اگر شجاعت کے لحاظ سے پہلا نمبر دیکھنا ہے تو وہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کا ہے، چونکہ باقی انبیاء کرام علیہم السلام آئے تو صرف ایک ایک قوم کے لیے آئے لیکن ہمارے آقا ﷺ کو لاکھوں کروڑوں قوموں کا رسول بنایا گیا ہے، تو جن کو ایک قوم کے لیے بھیجا ان کی شجاعت ایک قوم کے لحاظ سے ہے، اور جن کو کروڑوں اقوام کے لیے بھیجا ہے ان کو شجاعت بھی کروڑوں اقوام کے مقابلے کی عطا فرمائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ ...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ہر رسول کو اس کی اپنی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا، یہ نہیں کہا کہ ہم نے رسل کو ان کی قوموں کی زبانیں دے کر بھیجا چونکہ ایک رسول ایک قوم کا رسول ہوتا تھا، اور وہ بولی اس کو دے دی جاتی تھی۔

(تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس، سورۃ ابراھیم، رقم السورۃ: 14، رقم الآیۃ: 4، ج: 1، ص: 210)

Marfat.com

لیکن جب ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آئی ہے تو قرآن مجید کہتا ہے کہ:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا ...... اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

(القرآن الكريم، سورة سبأ، رقم السورة: 34، رقم الآية: 28)

اس میں وہ لوگ بھی ہیں جو اس وقت پیدا ہو چکے تھے اور وہ جنہوں نے دوسری صدی میں پیدا ہونا تھا اور جنہوں نے قیامت تک پیدا ہونا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جہانگیر رسالت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں حوصلہ بھی اتنا ہی دیا اور قوت برداشت اور شجاعت بھی عطا فرمائی۔

استقلالِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کے سخت لوگوں اور ابوجہل جیسے لوگوں کہ جن کی پتھریلی طبیعتیں تھیں، ان کے سامنے جس وقت حق کی بات کی ہے، تو اتنے رعب سے بات کی ہے کہ وہ اپنی قوموں کے سردار ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کانپتے نظر آتے تھے۔

اس وقت پوری روئے زمین کے لحاظ سے آپ کو حوصلہ و جرأت عطا کی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بولتے وقت کوئی گھبراہٹ نہیں ہوئی کہ میں بول رہا ہوں، یہ جملہ عراقی سنے گا تو اس کا ردِعمل کیا ہوگا، اگر اس جملے کو یمنی سنے گا تو اس کا ردِعمل کیا ہوگا، اگر اس جملے کو شام کا کوئی بندہ سنے گا تو اس کا ردِعمل کیا ہوگا، اس جملے کو اگر ہندوستان کا انسان سنے گا تو اس کا ردِعمل کیا ہوگا، آخر جن کو یہ شوق ہے کہ میری بات دوسروں تک ضرور پہنچے اور پھر لوگ اس کو قبول بھی کریں، اور پھر میری بات کا انکار نہ ہو، اس سے سرکشی نہ

Marfat.com

کی جائے، اب حکمت اور ساری صورتحال سامنے ہے کہ ایسا نہ ہو کہ میرے جملے ہواؤں کی نظر ہو جائیں، اور کل ان کو کوئی قبول کرنے والا نہ ہو، اور سخت طبیعتیں ان جملوں کو مسترد کرتی رہیں، میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حوصلہ کتنا عالی اور کتنا بلند تھا کہ ایک ایک خطبے میں پوری روئے زمین کو سامنے رکھا ہے، اور قیامت تک کے انسانوں کو سامنے رکھ کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی جھجک کے، بغیر کسی خطرے کے، بغیر کسی خوف کے، اور بغیر کسی مخالفت کا لحاظ کیے ہوئے اس انداز میں دین کو پیش کیا کہ حجاز سے لے کر دنیا کے آخری کونے تک، اور اس وقت سے لے کر قیامت تک کے سارے انسانوں کو سامنے رکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو گفتگو کی ہے، تو پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ان لوگوں کے اثر سے آزاد ہے۔ جیسے بچوں کو سمجھاتے وقت انسان پہ بچوں کا کوئی رعب نہیں ہوتا کہ میں سمجھا رہا ہوں تو یہ آگے سے تبصرہ کیا کریں گے، کہیں یہ کوئی سخت اعتراض نہ کر دیں، ان کا میرے اوپر ردِعمل کیا ہوگا، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری انسانیت کو، پوری روئے زمین کو، اور قیامت تک کے لوگوں کو ان کی نرم اور سخت طبیعتوں کو سامنے رکھ کر اس حوصلے سے گفتگو کی ہے کہ کہیں کوئی خوف کلام میں محسوس نہیں ہوتا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کسی علاقے کے سرکشوں سے ڈر کر کوئی جملہ دب کے بول رہے ہوں کہ اس علاقے کے لوگ میرے خلاف کھڑے نہ ہو جائیں۔

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زبان نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں

اس انداز میں پیغام توحید دیا ہے، اور اس انداز میں حق کا اعلان کیا ہے، اور اس انداز میں عرش کے فیصلوں کو زمین تک پہنچایا ہے، ساری کائنات کے لوگوں کو سامنے رکھ کر

Marfat.com

محبوب ﷺ نے پیغام دیتے وقت حق یہ ادا کیا ہے کہ ان کروڑوں، اربوں انسانوں میں سے کسی ایک کی سختی کو طبیعت میں ملحوظ خاطر یوں نہیں رکھا کہ اس سختی کی وجہ سے کوئی جملہ دب کے بول رہے ہوں، ان سب کو اپنی نگاہ کے نیچے رکھ کے اگر پھر بھی ہمارے آقا ﷺ نے دھیان رکھا ہے تو رب ذوالجلال کے دیئے ہوئے پیغام کا دھیان رکھا ہے۔

قوم جس وقت ٹکراتی ہے اور نظریات کا جب تصادم ہو جاتا ہے تو بڑے بڑے لوگوں کے جگر پگھل جاتے ہیں رسول اکرم ﷺ فاران کی چوٹی پر کھڑے ہو کر دعوت حق دیتے ہیں تو مخالفت کا بازار گرم ہو جاتا ہے، راستے میں کانٹے بھی بچھائے جاتے ہیں، گلے میں کپڑا ڈال کے (معاذ اللہ) کھینچا بھی جاتا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو باندھ باندھ کر دشمنوں کی طرف سے تشدد بھی کیا جاتا ہے، پھر اللہ کے حکم پر اور حکمت کے پیش نظر وطن بھی چھوڑنا پڑتا ہے، پھر بدر کی دہلیز پر دستک بھی ہوتی ہے، پھر خندق کے معاملات بھی ہیں، حنین اور احد کے ہمہمے بھی ہیں، پھر غزوات سے مکمل بھری ہوئی سیرت بھی ہے، اول سے لے کر آخر تک ہمارے محبوب ﷺ کی سیرت کو اگر کوئی دیکھے گا تو ایک لمحہ بھی ایسا نہیں ہوگا کہ جس میں جرأت واستقامت کے لحاظ سے کوئی کمی آتی ہو۔ ہمارے محبوب ﷺ کی پوری سیرت اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس محبوب کو ساری انسانیت سے شجاع ترین بنایا ہے۔

صفت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سید عالم ﷺ کی جو جہانگیر بعثت ہے، اس وقت جو دعوت حجاز کے لیے تھی، وہی دعوت ہند کے لوگوں کے لیے بھی تھی، اور ساری انسانیت کے لیے وہ ہی دعوت تھی،

Marfat.com

مزاج بڑے اکھڑ، طبیعتیں بڑی بڑی سخت تھیں، سب کچھ سامنے رکھا اور پھر جس وقت گفتگو کرتے تھے تو انداز کیا تھا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری کچھ صفتیں ایسی ہیں جو میرے سوا کسی کو نہیں دی گئیں، ایک صفت یہ ہے کہ:

نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ ...... مجھے میرے رب نے ایسی جرأت دی اور ایسا رعب دیا ہے کہ ایک مہینے کی مسافت سے دور بیٹھا ہوا شخص یوں سمجھتا ہے جیسے وہ میری تلوار کے نیچے ہو اور میرا رعب اس پہ طاری ہو چکا ہوتا ہے۔

(صحيح البخاري، أبواب المساجد، باب: قول النبي صلى الله عليه وسلم: جعلت لي الأرض مسجدا و طهورا، ج:1، ص: 168، رقم الحديث: 427)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب، شجاعت، دلیری، قوت اور بہادری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص اوصاف میں سے ہے۔

عظیم گواہ

اس سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گواہیاں بڑی عظیم گواہیاں ہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے تھے، وہ موجود تھے مدینہ شریف میں مسجد نبوی کے پر امن ماحول میں اور وہ موجود تھے برستے تیروں کے سائے میں وہ موجود تھے حضر میں، وہ موجود تھے سفر میں، اپنوں کے جھرمٹ میں سرکار کے ساتھ رہتے تھے، اور دشمنوں کے حملوں میں بھی سرکار کے ساتھ رہتے تھے، وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں کہ جن کی گواہیاں بڑی عظیم گواہیاں ہیں۔

انسان کی سیرت کے امتحانات میں ان چیزوں کا بڑا دخل ہے اور یہ کمال ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا، کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر صحت مند ہوں تو اچھے لگتے ہیں، بیمار

Marfat.com

ہو جائیں تو اچھے نہیں لگتے، گھر میں ہوں تو اچھے لگتے ہیں، سفر میں صورت حال بدل جاتی ہے کچھ وہ لوگ ہیں جو دوستوں کی بزم میں ہوں تو اس میں بڑے بجچے ہوئے لگتے ہیں اور جب دشمنوں کے نرغے میں پھنسے ہوئے ہوں تو پھر اچھے نہیں لگتے، یہ میرے محبوب ﷺ کی شان ہے کہ اگر بدن مبارک صحت مند ہے تو پھر بھی حسن کا کوئی جواب نہیں، اگر بیماری کا حملہ ہے تو پھر بھی چہرے کی تابانی کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا، اگر گھر میں ہیں تو پھر بھی ابرِ کرم ہیں، اگر سفر میں ہیں تو پھر بھی رحمت ہی رحمت ہے، اگر امن کا ماحول ہے، دوستوں کی انجمن ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اردگرد ہالہ بنا ہوا ہے تو پھر بھی چہرے پہ اطمینان ہے، اور اگر تیر برس رہے ہیں، گھوڑے ڈور رہے ہیں، تلواریں چل رہی ہیں، دشمن ہزاروں کی تعداد میں سامنے آگئے ہیں یا پھر محاصرہ ہو گیا ہے، پھر بھی محبوب ﷺ کے چہرے کا رنگ زرد نہیں ہوا، اطمینان پھر بھی باقی ہے، اس انداز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حوصلہ، ہمت اور استقامت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ہم میں سے جو شجاع لوگ تھے، جب جنگ میں ہمیں پناہ لینا پڑ جاتی تھی کہ ہم کسی جگہ پناہ لے کر اپنا بچاؤ کریں، تو ہم سرکار کے پیچھے ہو کہ اپنے آپ کو بچاتے تھے، یعنی اس انداز کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت تھی۔

پہلی گواہ: حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی

نبی اکرم ﷺ کا شجاعت میں اتنا بڑا کردار ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے شیر خدا، خود اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ جب جنگوں ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے، تو کچھ مقام ایسے بھی آجاتے تھے کہ جب ہم سے بات بڑھ رہی ہوتی تھی، اگر ہمیں

Marfat.com

سہارا ملتا تھا تو سرکار ﷺ کے جسم پاک کا سہارا ملتا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اِنَّا کُنَّا اِذَا اشْتَدَّ الْبَأْسُ وَ احْمَرَّتِ الْحَدَقُ ..... جس وقت جنگ تیز ہو جاتی اور آنکھیں سرخ ہو جاتیں، اور دشمنوں کے حملے بڑے تیز ہو جاتے، تو کیا ہوتا؟

اِتَّقَیْنَا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ..... ہم رسول اللہ ﷺ کی پناہ میں ہو جاتے جب ہم دیکھتے کہ معاملہ بڑا سخت ہو گیا ہے، ہم نبی ﷺ کے پاس چلے جاتے تو ہمیں پتہ چلتا کہ سامنے دشمن ہے، اور جہاں ہم لڑ رہے ہیں ہم سمجھتے تھے کہ ہم فرنٹ پہ ہیں، اور ہم شدید مقابلہ کر رہے ہیں، لیکن جب ہم سرکار ﷺ کو دیکھتے تو سرکار ہم سے کہیں زیادہ آگے دشمن کے مقابلے میں نظر آتے، ہم اپنے آپ کو پیچھے پاتے اور اپنے محبوب ﷺ کو آگے پاتے، ہم جب سرکار ﷺ کو دیکھتے تو سرکار دشمن کے سر تک پہنچ چکے ہوتے تھے۔

(نور الیقین فی سیرۃ سید المرسلین، شمائلہ علیہ السلام، ص:215)

اتنے اتنے شیر دل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گواہیاں دے رہے ہیں کہ جن کی بہادری کے ترانے دنیا گاتی ہے، ہم جن کی بہادری کو عظیم بہادری کہہ رہے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جس وقت ہم سمجھتے تھے کہ صورتحال بڑی گھمبیر ہو گئی ہے، اس وقت ہمیں اپنے آگے جو ذات حملہ کرتی دکھائی دیتی تھی وہ ذات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی ہوتی تھی۔

دوسری گواہی: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

کُنَّا وَ اللّٰہِ اِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ نَتَّقِیْ بِہٖ ..... جس وقت جنگ تیز ہو جاتی تھی تو ہم سرکار

Marfat.com

کے ذریعے سے بچتے تھے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجهاد و السیر، باب: فی غزوة حنین، ج:5، ص:168، رقم الحدیث: 4716)

لڑتے لڑتے جس وقت ہم سمجھتے کہ مسئلہ خطرناک ہو گیا ہے، ہم اپنی تلواروں کے بل بوتے پہ نہیں بچ سکتے ہیں، دائیں، بائیں، آگے، پیچھے سے حملہ ہو رہا ہے، جنگ میں چھوٹے چھوٹے سہارے کی بھی تلاش ہوتی ہے، آدمی لڑتے وقت یہ سوچتا ہے کہ میرا دایاں بازو بھی مضبوط ہو، اور بایاں بازو بھی مضبوط ہو، آگے اچھے اور مضبوط لوگ ہوں، اور پیچھے بھی مضبوط لوگ ہوں تا کہ میری حفاظت رہے، صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کہتے ہیں کہ وفا شعاری تو ہمارے اندر کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی ہے، مگر اسلام کی سر بلندی کے لیے اپنی حفاظت بھی ضروری ہے، اور پھر حملہ کرنا بھی ضروری ہے، جب حالات اتنے گھمبیر اور سخت ہو جاتے کہ ہمیں لگتا کہ ہم بچ نہیں سکتے، اس وقت ہم نبی اکرم ﷺ کے قریب چلے جاتے، سرکار ﷺ خود بھی بچتے اور ہمیں بھی تلواریں چلا کے بچا لیتے۔

یہ رسول اکرم ﷺ کی قیادت کا انداز نہیں کہ دوسروں کو بھیج دیں اور خود پیچھے بیٹھ جائیں، اور لوگ اپنا کردار ادا کریں، یہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بارہا نبی اکرم ﷺ کا یہ انداز نظر آیا کہ سرکار ﷺ خود تلواروں کے ساتھ اپنا دفاع ہی نہیں کر رہے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی دفاع کر رہے ہیں۔

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک انسان بہادری کا ایک حوالہ قرار پایا ہے، ہم لڑتے ہیں تو دشمنوں کے چھکے چھڑا دیتے ہیں، ہم میں سے ایک ایک نے دس، دس کا، بیس، بیس کا بلکہ بعض حضرات نے سینکڑوں کا مقابلہ کیا مگر ہمیں ہماری

Marfat.com

شجاعت سے کہیں زیادہ جو شجاعت نظر آئی وہ رسول اکرم ﷺ کی شجاعت نظر آئی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو کس قدر شجاعت عطا فرمائی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی شجاعت کا اندازہ نہیں کر پا رہے ہیں۔

تیسری گواہی: حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی

جس وقت حنین کی جنگ تھی، یہ جنگ ہوازن سے تھی، جو کہ بڑے تیرانداز تھے، شدید ترین ان کی فورس تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ جب ہم نے ان مقابلہ کیا تو چند لحوں میں اتنے تیر ہمیں لگے کہ بہت سے صحابی زخمی ہو گئے، بیس، بیس، تیس، تیس زخم لگ گئے، ایسے میں جب شدت سے ہوازن کی طرف تیراندازی ہو رہی تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جنگی پوزیشن متاثر ہو گی، رسول اکرم ﷺ میدان جنگ میں کھڑے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زخمی ہو کر کوئی دائیں گر رہے ہیں، کوئی بائیں گر رہے ہیں، ادھر سے مسلسل تیراندازی ہو رہی ہے۔ میرے آقا ﷺ اپنے خچر پہ تشریف فرما ہیں، اپنے خچر کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں، حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ میدان جہاد میں خادم کی حیثیت سے ساتھ کھڑے ہیں، سامنے سے تیر آ رہے ہیں، شدید ترین تیراندازی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زخمی ہو چکے ہیں، میرے محبوب ﷺ نے اپنی سواری کا رخ نہیں پھیرا کہ اب مقابلہ مشکل ہو گیا ہے، ساتھی نڈھال ہو گئے ہیں، ذرا پیچھے ہٹ جاؤں، دوبارہ پھر آ جائیں گے، میرے محبوب ﷺ نے اپنی سواری کو ایڑی لگائی، اور دشمن کی طرف بڑھایا، حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے سواری کی لگام کو پکڑا، کہنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ! تھوڑا سا

Marfat.com

ٹھہر جاؤ تاکہ ساتھی اکھٹے ہو جائیں، سامنے فوج کتنی ہے، آپ اکیلے کس طرح ان کی طرف سواری کو بڑھا رہے ہیں، خطرات بہت زیادہ ہیں، تیر کتنی تیزی سے آرہے ہیں، میرے محبوب ﷺ کی جرأت کا جواب کیا تھا، فرمایا: پیچھے ہٹ جاؤ،

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ ...... میں نبی ہوں، کوئی جھوٹا نہیں ہوں، اور عبدالمطلب کا بیٹا ہوں، یعنی میں اکیلا جاؤں گا اور ان کافروں کے لیے میں اکیلا ہی کافی ہوں۔

(صحیح مسلم، کتاب الجهاد و السیر، باب: فی غزوة حنین، ج:5، ص:168، رقم الحدیث: 4716)

سید عالم ﷺ کی پریکٹیکلی شجاعت ہے کہ جنگوں میں سرکار ﷺ اس انداز میں آگے بڑھتے ہیں کہ دشمن سرنگوں ہونے پہ مجبور ہو گیا، رسول اکرم ﷺ کا کردار شجاعت کا حوالہ ہے۔

چوتھی گواہی: خادمِ رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ کی

حضرت انس رضی اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَحْسَنَ النَّاسِ وَأَجْوَدَ النَّاسِ وَأَشْجَعَ النَّاسِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر حسن دیکھنا ہے تو ہمارے محبوب ﷺ جیسا کوئی حسین نہیں۔

أَحْسَنَ النَّاس

سارے لوگوں میں جو سب سے زیادہ حسین ہیں تو وہ ہمارے محبوب ﷺ ہیں۔

پھر فرمانے لگے: اگر دیکھنا ہے کہ سب سے زیادہ کرم کس کا ہے، سب سے زیادہ لوگوں کی جھولیوں کو کون بھرتا ہے، سب سے زیادہ جود کس کا ہے، فیضان کس کا ہے، سب سے زیادہ عطا کون کرتا ہے، تو ہمارے آقا ﷺ ہیں کہ دنیا کے حاتم لوگوں کی ان کے

Marfat.com

سامنے کوئی حیثیت نہیں، ہمارے محبوب ﷺ وہ ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہر جواد سے بڑا جواد بنایا ہے ہر عطا کرنے والے سے بڑا عطا کرنے والا بنایا ہے، پوری تاریخ انسانیت میں کوئی انسان اتنا بڑا سخی نہیں تھا جتنا بڑا سخاوت کا مقام اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اکرم ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ:

أَشْجَعَ النَّاسِ ...... رسول اکرم ﷺ سب لوگوں سے زیادہ شجاع تھے۔

اتنا شجاع میں نے کسی کو نہیں دیکھا جتنی شجاعت اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو عطا فرمائی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کا وقت تھا کہ مدینہ شریف میں گھبراہٹ طاری ہوگئی، کچھ آوازیں ایسی آئیں جیسے دشمنوں نے حملہ کر دیا ہے، اب رات کا وقت تھا، سناٹا تھا، اندھیرا تھا، جب یہ محسوس ہو رہا تھا کہ دشمن کی فوج آگئی ہے، تو ہم اکٹھے ہوئے کہ کوئی دستہ تشکیل دیں جو جا کے پتہ کرے کہ معاملہ کیا ہے، وہ بڑا خطرناک مسئلہ تھا، رات کا وقت ہے، پہاڑوں کے پیچھے کتنی فوج قریش کی آگئی ہے، اور کون سے دشمن اکٹھے ہو گئے ہیں، ہم ابھی سوچ رہے تھے کہ جائیں اور جا کے پتہ کریں، کہتے ہیں کہ جب تیار ہو کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دستہ نکلا، تو ہمیں رات کے اندھیرے میں آگے سے کوئی سوار آتا ہوا نظر آیا، ہم نے کہا کہ یہ کون آ رہا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمجھ رہے تھے کہ ہمارے نبی ﷺ کاشانہ نبوت میں آرام فرما رہے ہیں، اور ہم سرکار ﷺ کو تکلیف نہیں ہونے دیں گے، خود جا کر پتہ کر کے آئیں گے کہ کون سی فوج آگئی ہے، جس نے رات کو چڑھائی کر دی ہے۔

Marfat.com

تو کہنے لگے کہ: جس وقت ہم آگے بڑھے تو وہ عرش کے مہمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس خطرے کی طرف سے پتہ کر کے واپس آ رہے تھے، سواری پہ زین بھی نہیں ڈالی ہوئی تھی، اور تلوار گلے میں لٹکی ہوئی تھی، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرمانے لگے کہ میرے صحابہ میں سارا کچھ دیکھ کے آ گیا ہوں، گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، تم سب آرام سے گھر میں جا کے سو جاؤ، کوئی خطرہ نہیں ہے، بالکل امن ہے۔

(الأدب المفرد، کتاب حسن الخلق، باب: طیب النفس، رقم الحدیث:303)

جس وقت رات کے سناٹے میں اتنی کثیر فوج کے آنے کی گھنٹیاں بج رہی ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے محتاط طریقے سے پتہ کرنا چاہتے ہیں، مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سوچ سے اگلا مقام ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر ابھی مدینہ شریف سے نکلنا چاہتا ہے، سرکار ﷺ کی شجاعت ادھر سے پتہ کر کے آ رہی ہے۔ یہ جانا کہ امت کو جنگی حکمتیں سکھانے کے لیے تھا اور حوصلے بانٹنے کے لیے تھا ورنہ ہمارے آقا ﷺ تو اللہ کی عطا سے ایک مکان میں بیٹھ کر جہاں کی خبر رکھنے والے ہیں۔

ایک انسان کا اندھیرے میں نکلنا، ہزاروں کے مقابلے کے لیے اکیلے جانا، اس سے پتہ چلا کہ اگر سرکار ﷺ کو کچھ بھی خوف ہوتا یا ڈر ہوتا تو کم از کم حضرت صدیق و عمر رضی اللہ عنہما کو ساتھ لے لیتے، حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما کو بلا لیتے، عشرہ مبشرہ میں سے کسی کو بلا لیتے، جو جرنیل صحابہ کرام ہیں ان میں سے نو، دس کو اکٹھا کر لیتے کہ مسئلہ ایسا ہو گیا تو میں بھی چلتا ہوں، تم بھی چلو، جا کے پتہ کرتے ہیں کہ کیا معاملہ ہے، مگر میرے محبوب ﷺ خود تنہا جا کر اور خطرات سے گزر کر قیامت تک کے لیے یہ پیغام دے رہے تھے کہ میری امت تم نے ڈرنا نہیں ہے، جن کے نبی اس انداز میں ننگے گھوڑے

Marfat.com

پر، بغیر زین کے، تلوار گلے میں لٹکائے مدینہ شریف کے باہر میدانوں میں جا رہے ہیں، وہ امت کو جذبہ عشق اور شہادت کا شوق دے رہے ہیں کہ اللہ نے تمہیں وہ نبی عطا فرمائے ہیں کہ جنہوں نے تمہیں شہادت کے بھی کورس کروائے ہیں۔

حالانکہ اس میں کوئی مسئلہ نہیں تھا کہ محبوب ﷺ فرش پہ بیٹھ کے عرش کی خبریں دے سکتے ہیں تو کیا اگلے حالات کی خبریں نہیں دے سکتے کہ مدینہ شریف میں پانچ یا دس کلو میٹر پر یہ کیا معاملہ ہو رہا ہے، اور آوازیں کیسی آ رہی ہیں، لیکن اس مقام پہ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ سرکار خبر دے دیتے، کوئی قباحت اور بُعد نہیں تھا، کوئی کمی نہیں تھی، لیکن سنت بھی تو بتانی تھی کہ کل قیامت تک میری امت میں قائدین بھی آئیں گے، امت کے لیڈر بھی ہوں گے، اور امت کے کارکن بھی ہوں گے، اور امت پہ ایسے حالات بھی آئیں گے، تو جو آج میں سنت بتاؤں گا وہ کل امت کا طریقہ بن جائے گی۔

امت کو میرے اسباق میں سے ایک سبق جب یہ ملے گا کہ اندھیرے میں گھر سے اٹھنا ہے، مصلے پہ جا کے تہجد پڑھنی ہے، وہاں میری امت کو یہ سنت بھی نظر آئے گی کہ اندھیری رات میں تلوار لے کر نکلنا ہے اور اسلام کی سلطنت پہ پہرہ دینا ہے، اور مسلم امہ کے وقار کے لیے جا کے کھڑے ہو جانا ہے، نبی کریم ﷺ نے سنت دینے کے لیے ایسا کام کیا۔

اس کی وضاحت میں اس لیے کر رہا ہوں کہ کمینی سوچ والے بھی ہمارے ماحول میں موجود ہیں، جو فوراً کہہ سکتے ہیں کہ تم تو کہتے ہو کہ انہیں ساری باتوں کا علم ہوتا ہے، تو پھر جا کر پتہ کرنے کی ضرورت کیا تھی، پتہ کرنے کا سبب سیرت نگار بیان کر رہے ہیں کہ امت کو سنت مل جائے کہ ہمارے محبوب ﷺ کی نورِ ختاں

Marfat.com

سیرت میں یہ سنت بھی موجود ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی شجاعت کے لحاظ سے یہ بات بڑی اہم بات ہے کہ سید عالم ﷺ نے احد کے میدان میں جس انداز میں دشمن کا مقابلہ کیا اور جس انداز میں سرکار ﷺ کے قدم ثابت رہے، یہ تمام آپ ﷺ کی سیرت کا روشن باب ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو بے پناہ جرأت عطا فرمائی ہے، جس وقت بدر کے لیے میٹنگ ہو رہی تھی اور محبوب ﷺ کو بطور فرض اگر وہ جواب ملتا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملا تھا کہ قوم نے کہا تھا کہ:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ

تو آپ جائیے اور آپ کا رب، تم دونوں لڑو، ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

(القرآن الکریم، سورۃ المائدۃ رقم السورۃ: 5 رقم الآیۃ: 24)

بطور فرض اگر یہ جواب ملتا تو میرے محبوب ﷺ کا اکیلا بازو کفار کے لیے کافی تھا، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی طرف سے یہ عشق پیش کر رہے تھے کہ محبوب تم حکم دو ہم گھوڑوں سمیت سمندروں میں چھلانگیں لگا جائیں گے۔

پانچویں گواہی: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ہی

رسول اکرم ﷺ کی جسمانی طاقت اس انداز کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا یہ قول موجود ہے کہ:

كُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّهٗ اُعْطِيَ قُوَّةَ ثَلَاثِيْنَ ...... ہم جس وقت رسول اکرم ﷺ کے معاملات کو دیکھ کر باتیں کرتے تھے کہ ہم سب یہ کرتے ہیں اور سرکار اکیلے یہ کرتے ہیں، ہم اتنے مل کر یہ کام کرتے ہیں لیکن سرکار تنہا یہ کام کرتے ہیں، ہم آپس میں گفتگو

Marfat.com

کرتے ہوئے کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس (30) مردوں کی طاقت عطا فرمائی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الغسل، باب: اذا جامع ثم عاد و من دار نسائه فی غسل واحد، ج:1، ص: 104، رقم الحدیث: 265)

یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک تبصرہ ہے۔

پھر دوسرے مقام پہ یہ بات موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی ہے:

كُلَّ رَجُلٍ مِّن رِّجَالِ أَهْلِ الْجَنَّةِ ...... دنیا کے تیس مرد نہیں بلکہ جنت کے تیس مردوں کی طاقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہے۔

دوسرے مقام پہ ہے کہ:

يُعْطَى قُوَّةَ مِائَةِ رَجُلٍ ...... جنت کا ایک مرداتنی طاقت رکھتا ہے کہ جتنی دنیا کے سو (100) مردوں میں طاقت موجود ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الغسل، باب: اذا جامع ثم عاد و من دار نسائه فی غسل واحد، ج:5، ص:253)

ارشاد الساری میں ہے کہ

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ

قُوَّةَ أَرْبَعِينَ ...... چالیس مردوں کی قوت

اَلْحَاصِلُ مِنْ ضَرْبِهَا فِي الْأَرْبَعِينَ أَرْبَعَةَ آلَافٍ

پھر چالیس (40) کو سو (100) میں ضرب دیں تو چار ہزار

[ارشاد الساری شرح صحیح بخاری: ج 1 ص 324 دار الفکر بیروت]

تو اس بنیاد پر جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پڑھ رہے ہیں اور

Marfat.com

فضائل بیان کر رہے ہیں تو وہ بتا رہے ہیں کہ لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اکرم ﷺ کو دنیاوی چار ہزار مردوں کی طاقت عطا فرمائی ہے، رسول اکرم ﷺ کی جسمانی طاقت اس اندازکی ہے، اور اس لحاظ سے بھی کوئی تک نہیں بنتا کہ کوئی کہتا پھرے کہ وہ ہم جیسے ہیں، اور ہم ان جیسے ہیں، ایک، ایک ہوتا ہے، چار ہزار، چار ہزار ہوتے ہیں، تو میرے محبوب ﷺ کی طاقت چار ہزار مردوں کے برابر ہے، اور اس جسم میں جو نبوت کا زور ہے اور جو نبوت کی پاور ہے اس لحاظ سے کروڑ بھی مقابلے میں ہوں پھر بھی ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

حسن مصطفیٰ کریم ﷺ

یہ محبوب ﷺ کی شخصیت ہے کہ کبھی کسی صفت کا اظہار ہوتا ہے اور کبھی کوئی صفت پردے میں محجوب ہوتی ہے، اگر محبوب ﷺ اپنا جلوہ ہی ظاہر کر دیں، تو پھر امام قرطبی کہتے ہیں کہ:

لَمْ يَظْهَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهِ صلى الله عليه وسلم لِأَنَّهُ لَوْ ظَهَرَ لَنَا تَمَامَ حُسْنِهِ لَمَا طَاقَتْ أَعْيُنُنَا رُؤْيَتَهُ صلى الله عليه وسلم

نبی اکرم ﷺ نے اپنا تمام حسن ظاہر نہیں فرمایا، اگر نبی اکرم ﷺ تمام حسن ظاہر فرمادیتے تو کوئی بندہ دیکھ بھی نہ سکتا یعنی جو دیکھنے آتا جل کے راکھ ہو جاتا۔

(سبل الهدى و الرشاد، جماع أبواب صفة جسده الشريف صلى الله عليه وسلم، الباب الأول: في حسنه صلى الله عليه وسلم، ج:2، ص:8)

سرکار ﷺ کے نور کی حرارت اور اس کی تجلی اتنی تھی کہ کوئی سامنے آکر پل بھر بھی دیکھنے کی طاقت نہیں رکھ سکتا تھا، کھڑا کیسے ہو سکتا تھا، یہ تو حسن محجوب تھا، ایک پردہ اٹھا تھا جس میں

Marfat.com

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی تڑپتے ہیں، رومی (رحمۃ اللہ علیہ) بھی تڑپتے ہیں، جامی (رحمۃ اللہ علیہ) بھی تڑپتے ہیں، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ زیبا بے حجاب ہو جائے، ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے، چہرے کے جلوے کا مقابلہ بھی دنیا نہیں کر سکتی۔

چھٹی گواہی: مجتہدۂ امت رضی اللہ عنہا کی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ:

هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله عليه وسلم يَخْتَصُّ مِنَ الْاَيَّامِ؟

کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایام میں سے بعض ایام کو عبادات کے لیے خاص کرتے تھے؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انیسہ جان ہیں، رفیقہ حیات ہیں اور مجتہدۂ امت ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو امت تک پہنچانے والی ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کچھ وظیفے ہیں، ان میں کچھ عبادتیں ہیں، اور کچھ ریاضتیں ہیں، ہم باہر ہوتے ہیں، ہمیں ان کا پتہ نہیں تو ہم یہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ ایک ہی طرح کا معمول رکھتے ہیں یا کچھ دنوں کا فرق ہوتا ہے۔

مثلاً روزانہ کے نوافل ایک طرح کے ہوتے ہیں یا جمعرات کو نوافل زیادہ پڑھتے ہیں، یا بدھ کو نوافل زیادہ پڑھتے ہیں، روزانہ تہجد کا ایک انداز ہوتا ہے یا کسی دن نوافل زیادہ ہوتے ہیں، تلاوت قرآن مجید زیادہ ہوتی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ جب ہم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ:

لَا كَانَ عَمَلُهٗ دِيْمَةً ...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کیا وہ ہمیشہ کیا ہے، یہ نہیں ہے کہ ایک

Marfat.com

دن تو سو رکعت پڑھ دیں اور دوسرے دن چھٹی کر لیں، بلکہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے معمولات کو دوام دیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک جملہ بول کر قیامت تک کے غلاموں کو پیغام دیا ہے کہ تم وہ نہیں کر سکتے جو سرکار ﷺ کرتے ہیں:

وَ اَیُّكُمْ يُطِيقُ مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُطِيقُ

جو طاقت ہمارے نبی اکرم ﷺ کی ہے وہ طاقت تم میں سے کسی کی بھی نہیں ہے۔

سرکار ﷺ نبھا سکتے ہیں، سرکار ﷺ شروع کریں تو اس کو دوام دے سکتے ہیں، تم نہ پوچھو کیونکہ تم وہ نہ کر سکو گے جو نبی اکرم ﷺ کرتے ہیں، چونکہ ایک دن کی بات نہیں ہے، اس میں سردی ہے، گرمی ہے، سفر ہے، حضر ہے، بیماری ہے، صحت ہے، مختلف حالات ہیں، تم پورے نہیں اتر سکو گے، کیوں؟ اس لیے کہ تمہیں رب نے وہ طاقت نہیں عطا کی جو رب نے ہمارے نبی اکرم ﷺ کو عطا فرمائی ہے۔

(صحيح البخاری، كتاب الصوم، باب: هل يخص شيئا من الأيام،

ج: 2، ص: 701، رقم الحديث: 1886)

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گواہی اور نبی اکرم ﷺ کے معمولات، عبادات اور ریاضات کے لحاظ سے دوسری احادیث کو سمجھنا بھی آسان ہو جاتا ہے۔

جہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی عبادات کے بارے پوچھا گیا تھا تو وہاں دوسری بات یہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابھی آغاز کرنا چاہتے تھے، سرکار ﷺ نے وہ کام اپنے معمول میں جاری رکھے ہوئے تھے، لیکن جس نے ابھی شروع کرنے تھے اس کو یہ پتہ نہیں تھا کہ ان کو نبھانا کتنا مشکل ہے، ان کو مکمل کرنا کتنا

Marfat.com

مشکل ہے، تو یہاں پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ میرے محبوب ﷺ برابر کا عمل کرتے ہیں، اور دوام سے کرتے ہیں، اور تم اس لیول کا عمل نہیں کر سکتے جو سرکار ﷺ کرتے ہیں، اس لیے کہ جو طاقت رب تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ہے، وہ کسی اور کو عطا نہیں کی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بتا رہی ہیں کہ کبھی بھی میرے محبوب ﷺ کے ساتھ برابری نہ کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ان کو طاقت میں بے مثال پیدا فرمایا ہے بلکہ رسول اکرم ﷺ کو ہر وصف میں کمال عطا فرمایا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کو اتنا درد تھا کہ کوئی بندہ جہنم میں نہ جائے، کوئی کہتا کہ سرکار آپ یہ کریں، ہم کلمہ پڑھ لیتے ہیں، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ٹھیک ہے، ایسا کر لیتے ہیں۔

کوئی کہتا ہے کہ وہ جو درخت کھڑا ہے، وہ اگر گواہی دے تو میں مان جاؤں گا، فرمایا: ٹھیک ہے، ہم اس کو بلا لیتے ہیں، وہ گواہی دے دے گا۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، فصل: في كلام الشجرة و شهادتها له بالنبوة و اجابتها دعوته ج:1، ص: 185)

کوئی کہتا ہے کہ میں نے گوہ کا شکار کیا ہے، اسے کہو کہ یہ آپ کی رسالت کی گواہی دے، فرمایا: ٹھیک ہے، ایسا کر لیتے ہیں۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، فصل: في الآيات في ضروب الحيوانات ج:1، ص: 191)

ساتویں گواہی حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی

اسی طرح ایک بہت بڑا پہلوان تھا، جس کا نام رکانہ رضی اللہ عنہ تھا۔

كَانَ رُكَانَةُ اَشَدَّ اَهْلِ وَقْتِهٖ ...... رکانہ اپنے زمانہ میں رستم سے بڑا پہلوان تھا، بہت

Marfat.com

زیادہ اس کی پاور مانی جاتی تھی، اور وہ کشتی کا بڑا ماہر تھا، رسول اکرم ﷺ نے اسے دعوت اسلام دی:

كَانَ دَعَاهُ اِلَى الْاِسْلَامِ ...... رسول اکرم ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی کہ رکانہ تم بھی کلمہ پڑھ لو، اتنا اچھا بدن جہنم میں نہیں جانا چاہیے، جنتی بن جاؤ۔

اب رکانہ اپنی دولت کے نشے میں ہے، اور اس کو اپنے ہنر پر بڑا فخر اور گھمنڈ ہے، کہنے لگا کہ اگر تم مجھے کلمہ پڑھانا چاہتے ہو تو میری شرط پوری کرو میں کلمہ پڑھ لوں گا، تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: کیا شرط ہے؟، اس نے کہا کہ میرے ساتھ کشتی کرو اگر مجھے کشتی میں گرادو تو میں کلمہ پڑھ لوں گا، چونکہ نبی تو ہر وصف میں اعلیٰ ہوتا ہے، تو اس میں بھی آپ ﷺ کو اعلیٰ ہونا چاہیے، اس نے کہا کہ مجھے کشتی کا فن آتا ہے، میرے پاس طاقت تسلیم شدہ ہے، تو تم میرے سے کشتی کرو، اگر تم نے مجھے گرادیا تو میں تمہارا کلمہ پڑھ لوں گا۔

میرے محبوب ﷺ نے یہاں بھی رحمت کا اظہار کیا کہ میرے کشتی لڑنے سے یہ جنتی بن جاتا ہے تو مجھے ضرور اسے جنتی بنانا چاہیے، میرے نبی ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم مجھ سے کس چیز کا تقاضا کر رہے ہو، کہاں کشتیاں اور کہاں نبوت کے کام، یہ بات مجھ سے نہ کرو۔

سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ٹھیک ہے، اگر تم چاہتے ہو تو میں تیار ہوں، آجاؤ کشتی کرتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے کشتی کی تو آپ ﷺ نے پل بھر میں نیچے گرادیا، جس کو طاقت پہ ناز تھا کہ میرا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا، آپ ﷺ نے اس پہلوان کو فوراً شکست دے دی۔

جب شکست ہوئی تو اس نے کہا کہ نہیں نہیں، میں پوری طرح سنبھلا نہیں تھا، آپ

Marfat.com

نے جلدی حملہ کر دیا، میں اپنے فن کا اظہار نہیں کر سکا، آپ دوبارہ کشتی کریں۔

سرکار ﷺ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے دوبارہ کرتا ہوں، رسول اکرم ﷺ نے دوبارہ پل بھر میں اسے چت کر دیا، الٹا کر دیا، اور شکست دے دی۔

اس نے کہا کہ میں ابھی بھی اپنی طاقت نہیں آزما سکا، پھر بھی میری طاقت پیچھے رہ گئی ہے، تیسری بار بھی میرے ساتھ کشتی کرو۔

رسول اکرم ﷺ نے تیسری بار جب کشتی فرمائی تو پھر بھی اس کو چت کر دیا۔

عرب کا بہت بڑا پہلوان ''رکانہ'' نبی اکرم ﷺ کی جسمانی طاقت کو آزمانا چاہتا تھا، میرے محبوب ﷺ نے تین بار اس کو بچھاڑ دیا، اور سید عالم ﷺ نے اس کو شکست دے دی۔

رسول اکرم ﷺ کے اس عمل کی وجہ سے حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ پر اتنا اثر ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ والے دن ان کو دولت اسلام سے مالا مال فرما دیا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ شان دی کہ وہ بھی جہنم سے نکل کے جنت میں داخل ہو گئے۔

(الشفاء بتعريف حقوق المصطفى، الباب الثاني: في تكميل الله تعالى له المحاسن خلقا و خلقا و قرانه جميع الفضائل الدينية و الدنيوية فيه نسقا فصل: و أما وفور عقله ج:1، ص:51)

یہ رسول اکرم ﷺ کی جسمانی پاور ہے کہ جس انداز سے بھی اس کو دیکھا جائے، اسی لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو عظمتیں عطا فرمائی ہیں، یہ وہ صورتحال ہیں کہ جس میں ہم کہتے ہیں کہ سرکار کی مثل کوئی نہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اگر چل رہے ہوتے ہیں تو دوسروں سے آپ کا قد مبارک اونچا نظر آتا ہے، اگر دس، دس فٹ کے لوگوں کے درمیان چل رہے ہیں تو پھر بھی آپ کا قد ان سے اونچا نظر آتا ہے، ویسے درمیانی

Marfat.com

قامت تھی، لیکن جس طرح کی صورتحال ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ یہ سر دوسرے سروں سے اونچا نظر آئے تو وہ خود بخود اونچا ہوتا ہے۔

آٹھویں گواہی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَسْرَعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ مَشْيِهٖ ...... میں نے چلنے میں بڑے بڑے تیز انسان دیکھے ہیں، مگر خدا کی قسم! میں نے نبی ﷺ سے زیادہ تیز چلنے والا کوئی بندہ نہیں دیکھا، سرکار ﷺ چلنے میں اتنی جسمانی طاقت رکھتے تھے کہ: كَأَنَّمَا الْأَرْضُ تُطْوٰى لَهٗ ...... ایسے لگتا تھا کہ زمین آپ کے لیے سمیٹ دی جاتی ہے اللہ نیچے سے زمین کو سمیٹ دیتا ہے۔

(الشفاء بتعريف حقوق المصطفى، الباب الثاني: في تكميل الله تعالي له المحاسن خلقا و خلقا و قرانه جميع الفضائل الدينية و الدنيوية فيه نبسقاه فصل: و أما وفور عقله ج:1، ص:51)

سرکار ﷺ ایک قدم رکھ کے دوسرا رکھنا چاہتے ہیں تو زمین سمٹ جاتی ہے، تو ساری دنیا پیچھے رہ جاتی ہے اور وہ آگے بڑھ جاتے ہیں۔ یہ بھی نبی اکرم ﷺ کا ایک انداز ہے، ورنہ نبوت کی جو طاقت ہے کہ:

تیرے لیے دو چار قدم عرش بریں ہے

ثابت قدمی

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو مختلف قسم کی عظمتیں عطا فرمائی ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کی شجاعت کا واقعہ ذکر فرماتے ہیں، کیسا ماحول تھا اور کتنی دشمنی تھی،

Marfat.com

عرب دشمنوں سے بھرا تھا، مکہ شریف میں آتش فشاں موجود تھے، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے کہ لوگو! خدا ایک ہے، میں اس کا رسول ہوں۔ اس بستی میں ہر گھر شرک سے بھرا ہوا تھا، وہاں پہ یہ بات کرنا اور پھر ڈٹ جانا اور پھر برقرار رہنا اور تیرہ (13) سال وہاں گزارنا اعلان نبوت کر کے بھی، کوئی معمولی سی بات نہیں ہے، اس ماحول میں آپ کی جرأت اور شجاعت کو سمجھنا ہے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: لَقَدْ أُوْذِيْتُ فِي اللّٰهِ وَ مَا يُؤْذَى أَحَدٌ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جتنی مجھے اللہ کے راستے میں اذیت دی گئی ہے، اتنی دنیا میں کسی کو اذیت نہیں دی گئی۔

اب یہ دیکھو کہ یہ پیکر عرش سے بھی پیارا ہے، بتا اس لیے رہے ہیں کہ امت کل پھولوں کی سیج پہ سونے کی عادی نہ بن جائے، فرمایا: میں عرش سے مقدس جسم رکھنے والا ہوں، لیکن:

لَقَدْ أُوْذِيْتُ فِي اللّٰهِ ...... مجھے اللہ کے راستے میں اتنا ستایا گیا ہے، اتنی تکلیفیں دی گئی ہیں، اتنی اذیتیں دی گئی ہیں کہ پوری تاریخ انسانیت میں کسی کو اتنی اذیتیں نہیں دی گئی ہیں۔

لَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللّٰهِ وَ مَا يَخَافُ أَحَدٌ ...... مجھے راہِ حق میں اتنا ڈرانے کی کوشش کی گئی ہے اور اتنا دبانے کی کوشش کی گئی ہے، اتنا کسی انسان کو ڈرانے کی کوشش نہیں کی گئی، ادھر سے کوششیں انتہائی درجے کی ہوتی رہیں کہ میں رک جاؤں اور میں تبلیغ چھوڑ دوں۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے میرے رب نے یہ کردار دیا ہے، سب سے سخت مقابلہ میرا ہوا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑی کامیابی بھی مجھے عطا فرمائی ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب: صفة القيامة و الرقائق و الورع، ج:4، ص:645، رقم الحديث: 2472)

Marfat.com

قریشِ کی وارننگ اور شجاعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

وہ انداز کتنا عجیب انداز تھا کہ جس وقت جناب ابو طالب کے پاس قریش مکہ کا دوسرا وفد آگیا، پہلے وفد آیا، کہنے لگے: ابو طالب! تمہارے بھتیجے نے ہمارے بتوں کی بڑی بے عزتی کی ہے، اور ہمیں وہ گالیاں دیتے ہیں۔

اِنَّ ابْنَ اَخِیْکَ قَدْ سَبَّ اٰلِھَتَنَا ...... آپ کے بھتیجے ہمارے بتوں کو گالیاں دیتے ہیں،

وَ عَابَ دِیْنَنَا ...... اور ہمارے دین کو برا بھلا کہتے ہیں،

وَ سَفَّہَ اَحْلَامَنَا ...... ہم عقلمند ہیں، وہ ہمیں بے وقوف کہتے ہیں،

وَ ضَلَّلَ آبَائَنَا ...... اور ہمارے باپ، دادا کو گمراہ کہتے ہیں،

تو ابو طالب تم اپنے بھتیجے کو کچھ سمجھاؤ، ہم نہیں برداشت کریں گے، آخر ہمارے بھی خدا ہیں جبکہ یہ ان کو گالیاں دیتے ہیں اور ہمیں بے وقوف کہتے ہیں، ہمارے دین کو جھوٹا دین کہتے ہیں، کون ایسی باتوں کو برداشت کرے گا، ابو طالب! آپ کی وجہ سے ہم نے کوئی ایکشن نہیں لیا، لیکن اب یہ وارننگ ہے کہ ان کو روک لو یا درمیان سے ہٹ جاؤ، ہم خود روک کے دکھائیں گے، ہم ان کی تقریروں کو اور ان کی تبلیغوں کو بند کر دیں گے۔ معاذ اللہ!

ابو طالب نے ان کو واپس بھیج دیا اور کہا کہ میں دیکھوں گا، کوشش کروں گا، اس طرح کی باتوں سے ٹال کر بھیج دیا، رسول اکرم ﷺ اپنا مورل (morel) بلند رکھے ہوئے تھے، وہی جوشِ خطابت، وہی انداز بیان توحید اور بتوں کے انکار کی تقریریں، اور مذمت کی تقریریں جاری ہیں، کچھ دن گزرے تو قریش مکہ نے کہا کہ ہمارے

Marfat.com

جانے کا تو کوئی فائدہ نہیں ہوا، ہم تو دھمکی دے کر آئے تھے، وارننگ دے کر آئے تھے، ابو طالب نے کچھ بھی نہیں کیا، اور ان کا بھتیجا ہمارے خلاف تقریریں کر رہا ہے۔

اب سارے قبیلوں کے نمائندے اکھٹے ہو کے ابو طالب کے پاس چلے گئے۔

کہنے لگے: ابو طالب! یہ آخری بار ہے، اس کے بعد ہم نہیں آئیں گے، تمہارے بھتیجے نے اس حد تک ہمیں مجبور کر دیا ہے، اب یا وہ رہیں گے یا ہم رہیں گے، اگر چاہتے ہیں کہ وہ اس زمین پر رہیں تو پھر وہ چپ کر جائیں، آج کے بعد توحید کی تقریریں مت کریں، اور ہمارے بتوں کے خلاف مت بولیں، اور ہمارے دین کو مت جھٹلائیں، ورنہ اس زمین میں وہ نہیں رہ سکیں گے۔

جب تند و تیز جملے ابو طالب کے دوستوں نے آ کر کہہ دیئے کہ اس کے بعد ہم نہیں آئیں گے، پھر ہم خود انہیں روکیں گے، اس وقت ابو طالب نے بالآخر سوچا اور رسول اکرم ﷺ کو بلایا:

يَا ابْنَ أَخِيْ ...... اے میرے بھتیجے!

إِنَّ قَوْمَكَ قَدْ جَاؤُوْنِيْ ...... آپ کی قوم میرے پاس آئی تھی،

فَقَالُوْا كَذَا وَ كَذَا ...... انہوں نے یہ یہ کہا،

أَبْقِ عَلَيَّ وَ عَلٰى نَفْسِكَ ...... بھتیجے خود بھی زندہ رہو اور مجھے بھی زندہ رہنے دو، بھتیجے کوئی گزارہ کرو، ہم اب کیسے رہ سکیں گے، ہر قوم کا سردار دروازے پہ آ کے مجھے دھمکی دے کے چلا گیا ہے،

وَ لَا تُحَمِّلْنِيْ مِنَ الْأَمْرِ مَا لَا أُطِيْقُ ...... میرے بھتیجے مجھ پہ وہ بوجھ نہ ڈالو جو میں اُٹھا نہیں سکتا، مطلب یہ تھا تمہارے ابا جی تمہاری ولادت سے قبل چلے گئے اور میں تمہاری

Marfat.com

خدمت میں لگا رہا، اب مجھ پہ جو تم بوجھ ڈال رہے ہو یہ مجھ سے اٹھایا نہیں جا سکتا، سارے اکھٹے ہو کر آ گئے تھے، اب تم نہیں رکو گے تو وہ چھوڑیں گے نہیں، اس زمین پہ زندہ نہیں رہنے دیں گے، کچھ تو نرمی کرو اور یہ باتیں چھوڑ دو، خود بھی زندہ رہو، مجھے بھی زندہ رہنے دو، تمہارا بوڑھا چچا ہوں، مجھ پہ وہ بوجھ مت ڈالو جو مجھ سے اٹھایا نہیں جا سکتا۔

جب رسول اکرم ﷺ کو بلا کر معذوری ظاہر کر دی کہ آج تک میں نے بڑا مقابلہ کیا اور میں نے قریب نہیں آنے دیا، مگر اب پانی سر سے گزرتا جا رہا ہے، اور میں آپ کو کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اب میرے بس میں نہیں رہا، میں اب کچھ نہیں کر سکوں گا، اس واسطے آپ اپنا طرز عمل تبدیل کر لیں۔

جس وقت یہ بات ابو طالب نے کی تو رسول اکرم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ ایک دن سوچتا ہوں، پھر بتاؤں گا، مجھے ایک گھنٹہ دے دو میں سوچ کے بتاتا ہوں کہ میں نے کیا کرنا ہے، ان کو چھوڑ دیں۔ میرے محبوب ﷺ کی شجاعت دیکھیں، کتنے پر عزم لہجے میں یہ جملہ بولا تھا کہ:

يَا عَمِّ! وَاللّٰهِ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِيْ يَمِيْنِيْ وَ الْقَمَرَ فِيْ يَسَارِيْ عَلٰى أَنْ أَتْرُكَ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى يُظْهِرَهُ اللّٰهُ أَوْ أُهْلِكَ فِيْهِ مَا تَرَكْتُهُ

اے میرے چچا! اگر یہ لوگ جو تمہارے پاس آئے تھے، اتنی طاقت رکھیں کہ سورج کو اتار کے میرے دائیں ہاتھ پہ رکھیں اور چاند کو اتار کے میرے بائیں ہاتھ پہ رکھیں، اور کہیں کہ چپ کر دو ورنہ یہ بوجھ تمہیں اٹھانا پڑے گا، میرے چچا یاد رکھو کہ میں پھر بھی توحید کی بات کروں گا، میں پھر بھی دین پھیلاؤں گا، یہاں تک کہ یا تو اللہ تعالیٰ دین کو غالب کر دے گا، یا پھر مجھے میرا رب

Marfat.com

شہادت عطا فرمادے گا۔

(الاکتفاء بما تضمنه من مغازی رسول الله و الثلاثة الخلفاء ذکر المبعث، ج:1، ص:162)

یہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی جرأت، استقامت اور ہمت ہے کہ پورا ماحول آتش فشاں تھا، اس ماحول میں تیرہ (13) سال تک اور مدنی زندگی میں دس (10) سال تک حق بات کا اعلان کرتے رہے، اور ہر طرف یہ فیضان چھوڑ رہے تھے کہ:

برہم ہوں بجلیاں، یا ہوائیں خلاف ہوں
کچھ بھی ہو اہتمام گلستاں کریں گے ہم

ابوجہل کی بزدلی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت بڑا تفصیلی مضمون ہے، اپنی بات سیرت ابن ہشام کی اس بات پر ختم کرنا چاہتا ہوں کہ ابوجہل کی دشمنی طے شدہ تھی اور اس کی چودھراہٹ اور اس کا رعب بھی طے شدہ تھا۔

ایک اراشی آدمی مکہ شریف میں آیا، اس نے ابوجہل کے ہاتھ اونٹ بیچے، ابوجہل نے اونٹ تو خرید لیے مگر پیسے نہ دیے، اور وعدہ کیا کہ میں دوں گا، وہ پھر پیسے لینے آیا تو ابو جہل اکڑ گیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف میں کعبہ شریف کے پاس بیٹھے تھے کہ اراشی خانہ کعبہ کے پاس چلا گیا، وہاں قریش کی بیٹھکیں تھیں، کہنے لگا کہ میں اجنبی بندہ ہوں، میرے ساتھ تعاون کرو، ابوجہل نے میرے پیسے دینے ہیں، اب وہ پیسے نہیں دے رہا۔

وہاں جتنے بھی چودھری تھے وہ سارے ابوجہل کے چیلے تھے، کوئی طاقت نہیں رکھتا تھا

Marfat.com

کہ وہ ابوجہل سے کہے کہ فلاں بندے کے پیسے دو، تو انہوں نے مذاق سے کہا کہ وہ جو سامنے بیٹھا ہے اسے جا کے کہو، وہ تمہیں ابوجہل سے پیسے لے کر دے سکتا ہے۔

سامنے وہ بیٹھے تھے جو سارے رسولوں کے قائد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، اراشی ایک اجنبی بندہ تھا، اسے پتہ نہیں تھا کہ یہ کون ہیں، اس نے سمجھا کہ جس پہ سارے متفق ہیں یہ واقعی مجھے پیسے دلوادے گا۔

اراشی محبوب ﷺ کے پاس چلا گیا، جا کر کہتا ہے کہ:

قَدْ سَأَلْتُ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ ...... میں نے ان لوگوں سے کہا کہ ایک بندہ مجھے تکلیف دیتا ہے، پیسے نہیں دیتا، اس سے پیسے لیکر دو،

فَأَشَارُوْا إِلَيْكَ ...... ان سب نے تمہاری طرف اشارہ کیا کہ ان کے پاس جاؤ، یہ تمہیں پیسے دلوا سکتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کی شجاعت بھی دیکھو اور حمایت خلق کا جذبہ بھی دیکھو، حق کی پاور جہاں استعمال ہونی چاہیے اس کا طریقہ بھی دیکھو، میرے محبوب ﷺ فرما سکتے تھے کہ میں تو کلمہ پڑھانے آیا ہوں، میں ابوجہل جیسے لوگوں سے قرض واپس کروانے تو نہیں آیا، یہ تمہارا اپنا معاملہ ہے اور یہ تم نے خود بیچی ہے، یہ اس کی برادری بیٹھی ہے، جا کر لے لو۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگرچہ تجھے دشمنوں نے بھیجا ہے، مگر:

لب وا ہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے

(حدائق بخشش، حصہ: اول، صفحہ نمبر: 135)

Marfat.com

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں در بے بہا دیے ہیں
(حدائق بخشش، حصہ: اول، صفحہ نمبر: 59)

میرے محبوب ﷺ سے اراشی کہنے لگا کہ:

اِنْطَلِقْ اِلَيْهِ ...... آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں، ابو جہل سے کہیں تو سہی،

وَ قَامَ مَعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ...... رسول اکرم ﷺ نے یہ نہیں سوچا کہ وہ اکھڑ مزاج ہے، بڑی بکواس کرتا ہے، میں کیوں خواہ مخواہ اس سے جا کر جھگڑوں، وہ آگے پتہ نہیں کیا بولے گا، لیکن ایک اجنبی نے کہا کہ آپ میرے ساتھ چلیں تو میرے آقا ﷺ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، چلتے ہیں، ابو جہل سے پیسے مانگتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ جس وقت چل پڑے تو حرم کے پاس بیٹھے ہوئے قریشیوں نے اپنا نمائندہ پیچھے بھیجا کہ جا کر دیکھو، بنتا کیا ہے؟ یہ جا کر ابو جہل کے سامنے بولیں گے یا نہیں؟ بولیں گے تو بڑا دھیما دھیما بولیں گے، آگے پتہ نہیں وہ کیا کہے گا؟ ان کا مذاق اڑائے گا۔ اپنا نمائندہ ساتھ بھیج دیا کہ جا کر دیکھو منظر کیا بنتا ہے۔

ایک اراشی ہے کہ جس نے اپنے پیسے لینے ہیں، اور دوسرے عرشوں کے مہمان اور نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، اور تیسرا ان کا نمائندہ جو پیچھے جا رہا ہے اس لیے کہ وہ دیکھے کہ کیا ہوتا ہے۔ چلتے چلتے ابو جہل کا گھر آ گیا، جب ابو جہل کا گھر آیا تو نبی اکرم ﷺ نے آواز نہیں دی، بلکہ:

ضَرَبَ عَلَيْهِ بَابَهٗ ...... اس کے دروازے پہ زور سے دستک دی،

اب ایک تو نبی اکرم ﷺ کا ہاتھ مبارک ہے، اور دوسرا ابو جہل کے دروازے پر کسی نے

Marfat.com

ایسی دستک دی ہی نہیں، وہاں تو لوگ بڑے ادب سے درخواست کرتے ہیں، لوگ تو اسے ''سید الوادی'' کہتے ہیں کہ یہ پوری وادی کا سردار ہے، بڑے ادب سے بولتے تھے، اور بڑی پابندیاں لگائی ہوئی تھیں کہ ابوجہل کے سامنے اونچی آواز سے بات نہیں کرنی، آہستہ بولنا ہے، ابوجہل کو یہ یقین تھا کہ جو دروازے پر آتا ہے سہما سہما آتا ہے۔

اب جس وقت رسول اکرم ﷺ نے زور سے دستک دی تو اس پہ گھبراہٹ طاری ہوگئی کہ پتہ نہیں کون آج میرے دروازے پہ دستک دے رہا ہے، جب آپ ﷺ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نے پوچھا کہ دروازے پہ کون ہے؟ تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

مُحَمَّدٌ فَاخْرُجْ اِلَیَّ ...... میں محمد ہوں، جلدی میرے پاس آؤ، باہر آؤ،

آپ ﷺ نے اپنا نام بولا اور فرمایا کہ نکل، میرے پاس جلدی پہنچ،

فَخَرَجَ اِلَیْهِ ...... ابوجہل فوراً باہر آیا،

اور چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا، اور چہرے میں خون نام کی کوئی چیز نظر ہی نہیں آتی تھی، رنگ فق ہو چکا تھا، اور سمجھ رہا تھا کہ آج پتہ نہیں میری کیا گرفت ہوگی۔

رسول اکرم ﷺ نے جب ابوجہل کی طرف دیکھا تو اس پر سرکار ﷺ کا رعب طاری ہو چکا تھا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

اَعْطِ هٰذَا حَقَّهٗ ...... اس بندے کے پیسے نکال، اس سے تو نے اونٹ خریدے، یہ بار بار چکر لگا رہا ہے، اس کے پیسے کیوں نہیں دیتا؟

اَعْطِ هٰذَا حَقَّهٗ ...... اس کو اس کا حق دے دے،

ابوجہل کا تکبر والا انداز بالکل موم کی طرح بن چکا تھا اور کوئی بہانہ اس کو یاد نہ آیا کہ وہ کہتا

Marfat.com

کہ میں کل دے دوں گا، پرسوں دے دوں گا، میں اقرار کرتا ہوں، مگر کہنے لگا کہ ایک منٹ ٹھہرو میں لا کر دیتا ہوں۔ ابوجہل فوراً گیا اور پیسے اٹھا کر لایا، اور اس حقدار کو دیئے۔

دنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جب ابوجہل جیسے لوگ سوسائٹی میں پیدا کیے ہیں تو جن کو ان کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے ان کو شجاعت بھی سب سے زیادہ عطا فرمائی ہے۔

جس وقت واپسی ہوئی تو وہ اراشی پیسے لے کر حرم کے پاس چلا گیا، اب قریش مکہ منتظر ہیں کہ بنتا کیا ہے؟ انہوں نے اراشی سے کہا کہ بتاؤ کیا ہوا؟ تو اراشی نے کہا کہ میں یہ پیسے لے آیا ہوں۔

وہ کہنے لگے یہ کیسے ہو سکتا ہے، ابوجہل نے نہیں دیئے ہونگے، کہیں اور سے لائے ہو، تمہیں انہوں نے اپنی طرف سے دے دیئے ہیں۔

اراشی نے کہا کہ نہیں ابوجہل سے سرکار نے لے کر دیئے ہیں، وہ تو ان کے سامنے کانپ رہا تھا، ان کے سامنے آنکھ نہیں اٹھا سکتا تھا۔

عرب چودھریوں کو تشویش ہوئی کہ ہمارا لیڈر اتنا ڈرپوک نکلا کہ ان کے سامنے وہ کھڑا نہیں ہو سکا۔

کہنے لگے کہ اراشی تم جھوٹ بولتے ہو، ہم اپنے نمائندہ کا انتظار کرتے ہیں، وہ آئے تو پھر اس سے پوچھتے ہیں۔ اتنے میں وہ صحابی بھی آ گیا۔ انہوں نے پوچھا کہ بتا کیا ہوا؟ یہ پیسے کس نے دیئے؟ اس نے کہا کہ پیسے ابوجہل نے دیئے ہیں۔ قریش کہنے لگے کہ انہوں نے جا کر کیا کہا۔ اس نے کہا کہ انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، اندر سے اس نے پوچھا کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں محمد ہوں، جلدی باہر نکل۔ اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ابوجہل کی سانس بھی اکھڑ چکی تھی۔ اے عرب لیڈرو! تم نے

Marfat.com

جس کو اپنا قائد بنایا ہوا ہے وہ تو بزدل ہے، اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اتنے نڈر، بہادر اور شجاع ہیں کہ ابوجہل کا تو ان کے سامنے رنگ ہی اڑ گیا تھا۔

(الاکتفاء بما تضمنه من مغازی رسول الله و الثلاثة الخلفاء ذکر الحدیث عن اسلام عمر بن الخطاب رضی الله عنه ج:1، ص:213)

یہ محبوب ﷺ کی شجاعت کا انداز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شجاعت میں پہلا نمبر عطا فرمایا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ ﷺ کی سیرت مطہرہ پہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

بجاه سید المرسلین صلی الله تعالیٰ علیه و آله و اصحابه و ازواجه و سلم

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
5

اسلام کی اپنی بیٹیوں سے گفتگو

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنَاتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّ لَا یَسْرِقْنَ وَ لَا یَزْنِیْنَ وَ لَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَ لَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَ اَرْجُلِھِنَّ وَ لَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

(پارہ نمبر 28، سورۃ الممتحنۃ، سورت نمبر 60، آیت نمبر 12)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب ودلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت، حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ''ادارہ صراط مستقیم پاکستان'' کے زیر اہتمام ''فہم دین کورس'' میں شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

اسلام کی اپنی بیٹیوں سے گفتگو

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن مجید کا فہم عطا فرمائے، اور اس کے ابلاغ و تبلیغ اور اس پہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ آج کی ہماری حاضری کو ہمارے لاکھوں دکھوں کا مداوا بنائے اور ہمارے گناہوں کا کفارہ بنائے اور ہمارے جنت میں جانے کا سبب بنائے۔

اسلام نے پہلے دن سے ہی مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خواتینِ اسلام مختلف مسائل کے استفسار کے لیے پہنچتیں، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ابر کرم سے ان کی تشنگی کو بجھاتے اور ان کے قلب ونظر کو سیراب فرمادیتے تھے۔

Marfat.com

دخترانِ اسلام کی تڑپ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

جَاءَتْ اِمْرَأَةٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و سلم ...... ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں،

فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و سلم ذَھَبَ الرِّجَالُ بِحَدِیْثِکَ ...... انہوں نے آکر کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مرد حضرات کو یہ سنہری موقع میسر ہے کہ آپ کی باتیں سنتے ہیں، اوران کو یاد کرتے ہیں، جبکہ ہمیں اتنا وقت نہیں ملتا، ان کو زیادہ وقت مل رہا ہے، اور وہ آپ کے فرامین کو زیادہ یاد کررہے ہیں، تو میں عورتوں کی طرف سے نمائندہ بن کے آئی ہوں، ہمارا بھی حق ہے اور ہمارا ایک تقاضا ہے کہ:

فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِکَ یَوْمًا ...... ایک دن ہمیں عطا فرمادیں، یعنی سات دنوں میں سے ایک دن ہمیں دے دیں،

نَاْتِیْکَ فِیْہِ ...... اس دن ہم آپ کے پاس حاضر رہیں،

تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَکَ اللّٰہُ ...... جو رب نے آپ کو سکھایا ہے، آپ اس میں سے ہمیں بھی عنایت فرمائیں،

اس خاتون نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی ایک تڑپ کا اظہار کیا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت دخترانِ اسلام میں کس قدر دین کی تڑپ تھی۔

آج مغرب زدہ عورتیں جو حقوق مانگتی ہیں کہ مردوں کو یہ ملا ہے تو ہمیں بھی یہ ملے، اس میں وہ باتیں عجیب وغریب ہوتی ہیں جن کا وہ تقاضا کررہی ہوتی ہیں، ان کے لیے

Marfat.com

تھیٹر کھل گئے ہیں ہمارے لیے بھی ہونے چاہئیں، ان کے لیے یہ چیز بن گئی ہے ہمارے لیے بھی ہونے چاہیے، مگر اس وقت دخترانِ اسلام سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں موجود ہیں اور کہتی ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مردوں کو یہ وقت میسر ہے کہ ان کی آنکھوں کے کٹورے تمہارے حسن کے سمندر سے لبریز ہیں، اور مردوں کے کان تمہارے قیمتی الفاظ کے پھولوں کو چننے میں مصروف رہتے ہیں، اور ان کے قلب ونظر پر تمہارے چہرے کی تجلی پڑتی ہے، اور تمہارے الفاظ یاد کر کے وہ اپنے سینوں کو منور کرتے ہیں، تو ایک دن ہمیں بھی عطا فرما دیں کہ جو صرف ہمارا دن ہو، اس دن ہماری کلاس لگے، آپ ارشاد فرمائیں اور ہم سنیں، ہم یاد کریں اور ہم آگے پہنچائیں۔

یہ ایک خاتونِ اسلام کی تڑپ تھی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس درخواست پر توجہ کرتے ہوئے فوراً فیصلہ فرما دیا کہ:

اِجْتَمِعْنَ فِیْ یَوْمِ کَذَا وَ کَذَا فِیْ مَکَانٍ کَذَا وَ کَذَا ...... تم فلاں دن اور فلاں جگہ جمع ہو جاؤ، مجھے میرے رب نے جو علم عطا فرمایا ہے اس سے تمہیں بھی حصہ عطا فرماؤں گا۔

(صحیح البخاری، کتاب: الاعتصام بالکتاب و السنۃ، باب: تعلیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتہ من الرجال و النساء مما علمہ اللہ لیس برای و لا تمثیل، ج6، ص: 2666، رقم الحدیث: 6880)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں باقاعدہ وقت دیا، باقاعدہ انہوں نے اپنا حصہ مانگا، اور پھر ان کو سکھایا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے بھی ان پہ نگاہِ عنایت فرما رہے تھے، اب بطورِ خاص ان کے لیے دن معین ہو گیا، وقت کو معین کر دیا گیا کہ یہ دن تمہاری کلاس کا دن ہے، اس میں تم نے آنا ہے، اس میں تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے علم سے میں بیان

Marfat.com

کروں گا، تم اسے یاد کر کے اپنی نسل تک اس چیز کو منتقل کرنا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سلسلہ کے مختلف خطابات ہیں، جو سینکڑوں ہیں، جن میں دخترانِ اسلام کو براہ راست خطاب کرتے ہوئے ان کو مختلف احکام پر مطلع کیا، اور ان کی علمی حیثیت کی تعمیر کی، وہ خواتین جو پہلے ایک عام سا مبلغِ علم رکھتی تھیں، ان میں سے کوئی مفسرہ بن گئی، کوئی محدثہ بن گئی اور کوئی فقیہہ بن گئی۔

یہ انداز ان خواتینِ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل جن کا نام سوائے جہالت وحقارت کے کچھ نہ تھا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مقام بھی دیا اور اپنی طرف سے ان کو علوم کا ایک نصاب بھی عطا فرمایا۔

دخترانِ اسلام کا نصاب زندگی

اس سلسلہ میں قرآن مجید کی سورہ ممتحنہ میں ایک خاص عہد کا ذکر ہے، جو عورتوں سے لیا گیا کہ وہ اس پر بیعت کر لیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کریں کہ ساری زندگی اس پر عمل کرتی رہیں گی، اور اس کو اپنی زندگی کا مکمل نصاب بنائیں گی۔

قرآن مجید میں ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ

اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں

يُبَايِعْنَكَ ...... اس پر بیعت کرنے کو

عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا ...... وہ اللہ کا شریک نہ ٹھہرائیں گی

وَلَا يَسْرِقْنَ ...... اور نہ چوری کریں گی،

Marfat.com

وَ لَا یَزْنِیْنَ ...... اور نہ بدکاری،

وَ لَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ ...... اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی،

یہ مومنات عہد کریں کہ وہ نہ شرک کریں گی، نہ چوری کریں گی، نہ بدکاری کریں گی، اور نہ ہی اپنی اولاد کو قتل کریں گی،

وَ لَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ ...... اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت کوئی بانجھ عورت کسی کا بچہ اٹھا کر لے جاتی اور اپنے خاوند سے کہتی کہ یہ میرے ہاں پیدا ہوا ہے، یعنی جب خاوند سفر سے لوٹ کے آتا تو وہ کسی کے بچے کو یہ شو (show) کرواتی کہ میں نے اس کو جنم دیا ہے اور یہ تیرا بچہ ہے، اس طرح کی وارداتیں ہوتی تھیں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سے بیعت لو کہ ایسا فعل اسلام کی کوئی بیٹی نہ کرے،

وَ لَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ ...... اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی۔

اس میں ہر چیز داخل ہوگی کہ جو بھی اچھائی کا کام ہے یہ عورتیں جو شوق سے کلمہ پڑھ رہی ہیں ان سے کہو کہ تم معروف میں میری مخالفت نہیں کرو گی۔

''معروف'' میں شامل امور

اس سلسلہ میں محدثین کا قول ہے کہ معروف میں جو بیعت ہو رہی تھی تو وہ یہ تھی کہ:

هُوَ اَنْ لَّا یَخْمِشْنَ وَجْهًا ...... مرگ کے وقت چہرہ نہیں نوچیں گی، ماتم نہیں کریں گی، بین اور ہائے ہائے نہیں کریں گی،

Marfat.com

وَ لَا یَشْقُقْنَ جَیْبًا ...... اور گریبان نہیں پھاڑیں گی،

وَ لَا یَدْعُوْنَ وَیْلًا ...... اور وہ بین نہیں کریں گی، اور نہ ہی وہ چلائیں گی،

وَ لَا یَنْشُرْنَ شَعْرًا ...... ساری زندگی اپنے بالوں کو ننگا نہیں ہونے دیں گی، اور اپنے بال بکھرنے نہیں دیں گی، اور ان کے بال کسی کو نظر نہیں آئیں گے، اس پہ وہ بیعت کریں کہ ہمارے بال کسی کو نظر نہیں آئیں گے، اور کسی کی نظر ہمارے بالوں پہ نہیں پڑے گی،

وَ لَا یُحَدِّثْنَ الرِّجَالَ اِلَّا ذَا مَحْرَمٍ ...... اور وہ ساری زندگی کسی غیر محرم سے گفتگو نہیں کریں گی یعنی اس بات پر بیعت کریں کہ وہ کسی نامحرم سے نہیں بولیں گی۔

(تفسير القرطبي، تحت آية سورة الممتحنة، رقم السورة 60، رقم الآية: 12، ج 18، ص 72)

اگر یہ ایسی بات کرنے آجائیں،

فَبَایِعْهُنَّ ...... تو پھر ان کی بیعت وصول کرلو،

اگر یہ بیعت اس پر کرنا چاہتی ہیں ایمان کی خاطر تو پھر آپ ان کی بیعت وصول کرلو،

وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ...... اور پھر اللہ تعالیٰ سے ان کے گناہوں کی درخواست بھی کردو، جو خواتین اس پر بیعت کر رہی ہیں، اس سے پہلے جو کچھ ہو چکا ہے اے محبوب ﷺ! تم مجھ سے کہو تو میں ان کو معاف کردوں گا یعنی جس نے معاف کرنا ہے وہ کہتا ہے کہ محبوب تم مجھ سے کہو

وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ...... اے محبوب! آپ ان کے لیے استغفار کی دعا اللہ تعالیٰ سے کریں، اور آپ ان کے لیے مغفرت طلب کریں، تو پھر کیا ہوگا؟

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ...... بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربان ہے۔

(القرآن الكريم، سورة الممتحنة، رقم السورة 60، رقم الآية 12)

Marfat.com

عورت اچھائی یا برائی کے پیمانے میں

قرآن مجید ہمارے گھروں میں موجود ہے، جس وقت کوئی باپ اپنی بیٹی کو رخصت کرتا ہے تو وہ قرآن مجید کے سائے میں رخصت کرتا ہے، قرآن مجید جہیز میں دیا جاتا ہے، یہ ایک رسم ہے جو ادا کی جاتی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو قرآن مجید کہتا ہے اس کو سمجھا جائے، اس کے مطابق عمل کیا جائے، اس ایک آیت کا جو تقاضا ہے اس کو اگر کوئی اسلام کی بیٹی سامنے رکھے تو پوری زندگی اس کی نور سے بھر جائے گی، تھوڑی سی اس کو پابندی کرنا پڑے گی، تھوڑا سا اپنے آپ کو سنبھالنا پڑے گا، یعنی عورت اگر بگڑ گئی تو معاشرے کا سب سے بڑا فتنہ ہے، اور شیطان کا جال ہے، اور اس کو شیطان کا زہریلا کانٹا قرار دیا گیا، اور اس کو فتنوں کی ماں کہہ دیا گیا۔

یہی خاتون مؤمنہ بنی اور پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور قرآن مجید کے سائے میں رہی اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تعلیمات کا زیور پہنا، اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی چادر کے سائے میں رہی، تو پھر اس کو صادقہ کہا گیا، اس کو قانتہ کہا گیا، اس کو صابرہ کہا گیا، اس کو صائمہ کہا گیا، اس کو ساجدہ کہا گیا، اس کو راکعہ کہا گیا، یہی نسلِ نو کا بہت بڑا مظہر قرار پائی، یہی انسانی نسل کے نکھار کا بہت بڑا منبع اور کھیت قرار پائی، اسی سے تقویٰ کے پھول کھلے، اسی سے پرہیز گاری کی بہار آئی، یہی صالحین کی ماں کہلائی، اسی کی گود کو جنت کے مناظر میں سے ایک منظر کہا گیا، اسی کی تربیت کو انسان کی بہت بڑی درسگاہ قرار دیا گیا، اور اس ایک عورت کے شستہ کردار کو ستر صدیقوں سے بڑا کردار قرار دیا گیا، کیونکہ اس نے قرآن مجید سیکھا ہے،

Marfat.com

اور قرآن مجید کو سنا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو سن کے پوری زندگی اس کے زیر سایہ بسر کر ڈالی ہے۔

ایک طرف آج کا ماحول: موبائل کا استعمال، اس میں پیکجز اور گھنٹوں غیر محرموں سے باتیں، ادھر قرآن مجید کا فرمان ہے کہ:

وَلَا يَعۡصِينَكَ فِي مَعۡرُوفٍ ...... میرے محبوب جس نے تیرا کلمہ پڑھنا ہے وہ زندگی بھر غیر محرم سے نہیں بولے گی، اس کی کسی نامحرم سے بات نہیں ہوگی، ان سے یہ بیعت وصول کرو اور یہ بیعت لازم ہے۔

ادھر ایک جملہ بھی غیر محرم سے بولنا حرام ہے، سوائے اس مریضہ کے جو اپنا مرض بتانا چاہتی ہے، یا کسی حاکم کے سامنے گواہی دینا چاہتی ہے، صرف ان چند صورتوں میں رخصت ہے۔

آج (معاذ اللہ) غیر محرم سے باتیں کرنے کو گناہ نہیں سمجھا جا رہا، اور پھر ٹائم کے ساتھ ساتھ اپنا ایمان ضائع کیا جا رہا ہے، ادھر کسی غیر محرم سے بولنا حرام کر دیا گیا، اور اپنی دلی رغبت کی بنیاد پر بولنا اور باتیں کرنا، اس کو نا جائز قرار دیا گیا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دخترِ اسلام کو بتایا کہ گھر میں کیسے رہنا ہے، اور باہر کیسے نکلنا ہے، اگر مرگ کا وقت ہو تو اس وقت کیسے رہنا ہے، اگر شادی کا موقع ہو تو پھر کیسے رہنا ہے۔

آج (معاذ اللہ) یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ جو شادی کا موقع ہوتا ہے تو اس موقع پہ گویا ایک مؤمنہ مؤمنہ نہیں رہتی یعنی اس کو اس وقت چھٹی دے دی گئی ہے، پتہ نہیں چلتا ہے کہ عیسائن یا ڈائن ہے، یا کوئی مسلمان خاتون ہے، کوئی یہودیہ ہے، یا کوئی مؤمنہ ہے۔

شادی کی تقریبات کو اپنی زندگی سے یوں خارج قرار دیا جاتا ہے گویا کہ جو اسلام کے تقاضے تھے وہ باقی زندگی میں تھے، آج کا دن اس سے بری ہے، اس میں چھوٹے

Marfat.com

بڑے سارے شریک ہوتے ہیں۔ شریعت کی خلاف ورزی کی لہر میں اکثر حاجی اور نمازی بھی بہہ جاتے ہیں اللہ بچائے۔

اور پھر جس وقت کوئی مرگ، افسوس وغیرہ کا موقع ہوتا ہے تو اس وقت جو بے صبری اور اسلامی احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہے، وہ ایک مستقل المیہ ہے، آج اس وقت رمضان المبارک کے پرنور ماحول میں قرآن مجید ہمارے سامنے ہے، اور دھیان ہمارا اس کی طرف ہے، اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی بارش برس رہی ہے، اور سید عالم ﷺ کی نگاہِ ناز گنبد خضراء سے اپنی امت کو دیکھ رہی ہے، ایسے میں دخترانِ اسلام نے عہد بھی کرنا ہے، اور ہم سب نے ان احکام کو سمجھنا بھی ہے لیکن صرف کانوں کی لذت کے لیے نہیں، بلکہ ایمان کے وقار کے لیے اور ایمان کی بہار کے لیے، کہ چلو جب تک پتہ نہ تھا کوئی اور معاملہ تھا، حالانکہ یہ لازم ہے کہ جس وقت کوئی بالغ ہو جائے، مرد ہو یا عورت، تو جیسے نماز فرض ہے، ایسے ہی زندگی گزارنے کا رستہ جاننا بھی فرض ہے، جو نہیں پوچھتی اور نہیں جانتی وہ مجرمہ ہوگی، اور جو مرد نہیں پوچھتا وہ بھی مجرم ہوگا۔

اب قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کے فرامین اور جن ہستیوں کو آپ نے سکھایا ان کا کردار مختصر وقت میں پیش کر رہا ہوں تاکہ میرے لیے بھی ذریعہ نجات بن جائے، اور آپ سب کے لیے بھی ذریعہ نجات بن جائے۔

جنتی محل

سب سے مشکل وقت وہ ہوتا ہے جب کسی کا باپ فوت ہو گیا ہو، کسی کی ماں فوت ہو گئی ہو، کسی کا بیٹا فوت ہو گیا ہو، اس وقت کچھ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں کچھ نہ کہو جو کچھ ہم سے ہوتا ہے وہ ہم کرتے ہیں، جو کچھ زبان پہ آتا ہے وہ کہتے ہیں، شکوے اور گلے

Marfat.com

رب سے کرتے ہیں، جس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس نے رب کو مانا بھی ہے یا کہ نہیں مانا، اس نے جب بچہ دیا تھا تو اس نے کوئی قیمت وصول نہیں کی تھی، اب اگر اس کے دنیا سے چلے جانے پر اپنے رب سے جھگڑے اور شکوے ہوں گے تو پھر اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا، اور جہاں صبر کا منظر ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہے گا کہ:

اِبْنُوْا لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَ سَمُّوْهُ بَيْتَ الْحَمْدِ ...... جنہوں نے بچے کی میت پہ کھڑے ہو کر صبر کیا، فرشتو! ان کے لیے نیا محل جنت میں تیار کرو، اور اس کا نام بیت حمد رکھو اور کہو کہ یہ وہ گھر ہے جو باپ کو صبر کرنے پر مل جاتا ہے۔

(شعب الایمان، السبعون من شعب الایمان و هو باب فی الصبر علی المصائب، ج:7، ص:119، رقم الحدیث:9700)

درسِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا آ گئیں، وہ آپ کا یہ درس سن چکی تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ وَ شَقَّ الْجُيُوْبَ وَ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ

وہ عورت میری امت میں نہیں ہے، وہ ہماری نہیں، وہ ہم میں سے نہیں، وہ ہمارے طریقے پر نہیں، کون؟

مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ ...... جس نے مشکل گھڑی میں اپنے چہرے کو پیٹنا شروع کر دیا، اور اپنے رخساروں پہ مارنا شروع کر دیا، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایسا کیا وہ امت سے خود نکل گئی۔

لَيْسَ مِنَّا ...... وہ ہم میں سے نہیں، وہ ہمارے طریقے سے خود نکل گئی،

Marfat.com

شَقَّ الْجُيُوْبَ ...... اور جس نے گریبان پھاڑا،

یہ خواتین میں عادتیں ہیں کہ وہ بے صبری میں کپڑے پھاڑ دیتی ہیں، جس نے ایسے وقت میں بے صبری سے کام لے کر گریبان پھاڑا وہ میری امت میں سے نہیں ہے۔

یہ کتنا بڑا جملہ اور جھڑکی ہے، اور کتنا جھنجھوڑ رہے ہیں، جو محبوب ﷺ سارے جہانوں کے لیے رحمت بن کے آئے ہیں، اور جو ذرے ذرے پہ ابر کرم بن کے برسے ہیں اور جنہوں نے دیکھا کہ انسانیت جہنم میں جا رہی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم پتنگوں کی طرح چھلانگیں لگا کر جہنم میں جا رہے تھے تو:

وَأَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ ...... میں نے تمہیں کمر سے پکڑ لیا ہے اور تمہیں جہنم میں نہیں جانے دوں گا۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب: الانتهاء عن المعاصی، ج 5، ص 2379، رقم الحدیث: 6118)

جس عورت نے کلمہ پڑھ لیا، اب وہ اس موقع پہ اپنا گریبان نہ پھاڑے، یہ دونوں کا نصاب ہے یعنی مرد اور عورت کا، مرد یہ نہ سمجھے کہ ہمارے لیے کھلی چھٹی ہے، لیکن چونکہ ایسے زیادہ واقعات عورتوں سے سرزد ہوتے ہیں اس لیے ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

شَقَّ الْجُيُوْب ...... جس نے گریبان کو پھاڑا وہ ہم میں سے نہیں ہے،

اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس نے قمیص کے سامنے گریبان بنوا لیا، جو بٹن کھلے رہنے کی صورت میں بے پردگی کا باعث ہے وہ اسلام کی بیٹی نہیں ہے،

شَقَّ الْجُيُوْب ...... جس نے قمیص میں سر ڈالنے کے لیے گریبان سامنے بنایا، وہ اسلام کی بیٹی نہیں ہے،

Marfat.com

دَعَا بِدَعْوَی الْجَاهِلِيَّةِ ...... اپنے بھائی یا بیٹے کی وفات پر بین کرنا، اور کہنا کہ تو کتنا بڑا تھا اور اللہ تعالیٰ نے تجھے دنیا سے اٹھا کر کتنا نقصان کیا، اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ تیری کتنی ضرورت تھی، اس طرح فوت شدہ کی تعریف کرنا جو اس میں موجود نہیں ہے، جو عورت اس انداز میں کسی کے مرجانے پر آہ و بکا، یا اس قسم کے الفاظ استعمال کرے گی اور اس عمل کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ''دَعْوَی الْجَاهِلِيَّة'' کہا کہ یہ جاہلیت کی باتیں ہیں، جس نے ایسا کیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کا تعلق میری امت سے نہیں ہے، میری امت میں تو وہ صابرہ، شاکرہ ہے کہ جس پر ایسا وقت آ گیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب :لیس منا من شق الجیوب،

ج:1، ص 435، رقم الحدیث:1232)

آنکھوں میں آنسو آنے پر شریعت میں پابندی نہیں ہے، حالت اضطراب میں جو آواز نکل جائے اس پر بھی پابندی نہیں ہے، لیکن بین، دیگر الفاظ اور جملے اور زور زور سے آوازیں بلند کرنا اس سے منع کیا جا رہا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کو جو طعنے دیے جاتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ سے شکوے کیے جاتے ہیں، اس سے بطور خاص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا اور ارشاد فرمایا کہ جس نے ایسا کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے، اس نے ہمارے طریقے کو چھوڑ کر جاہلیت کے طریقے کو اپنا لیا۔

بلند حوصلہ خاتون

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تقریر کا اثر کتنا ہوا، مدینہ شریف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک خاتون آ گئی، اس کا نام ''ام خلاد'' تھا، وہ اس موقع پر آئیں کہ ان کا بیٹا

Marfat.com

جنگ میں شہید ہو گیا، نبی اکرم ﷺ واپس تشریف لے آئے تو یہ حضرت ام خلاد رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے پاس آ گئیں، جس وقت نبی اکرم ﷺ کے پاس وہ صحابیہ آئیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بڑا تعجب ہوا، ماں ہو اور پھر اس کا بیٹا فوت ہو چکا ہو، نہ ہی اپنے بیٹے کا چہرہ دیکھا ہو، جس وقت حضرت ام خلاد رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے دربار میں پہنچی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ:

وَ هِيَ مُتَنَقِّبَةٌ ...... اس نے چہرے کا نقاب کیا ہوا تھا، چہرہ ڈھانپا ہوا تھا۔

تَسْأَلُ عَنِ ابْنٍ لَهَا وَ هُوَ مَقْتُوْلٌ

وہ اپنے بیٹے کے بارے میں پوچھ رہی تھی، جو شہید ہو چکا تھا،

فَقَالَ لَهَا بَعْضُ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم جِئْتِ تَسْأَلِيْنَ عَنِ ابْنِكِ وَ أَنْتِ مُتَنَقِّبَةٌ

بعض اصحاب نبی ﷺ کہنے لگے کہ اے ام خلاد! تم اپنے شہید بیٹے کے بارے میں پوچھنے آئی ہو، اور تم نے اتنا نقاب کیا ہوا ہے،

صنف نازک کو جب ایسا تیر لگتا ہے تو ہوش اُڑ جاتے ہیں، یہ صدمے کا آغاز تازہ صدمہ ہے، اس وقت تمہیں خبر پہنچی ہے کہ بیٹا شہید ہو گیا ہے اور تم نقاب کر کے اتنے صبر سے آئی ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تعجب سے دیکھ رہے تھے، اسلام کی ایک بیٹی صبر کا کتنا بڑا کوہِ ہمالیہ ہوتی ہے، اور جس نے نبی اکرم ﷺ سے سیرت کے سبق پڑھے ہیں اس کا کردار کتنا ستھرا کردار ہوتا ہے، اور اس حد تک ان کو رب ذوالجلال عظمتیں عطا فرماتا ہے کہ اس وقت انہوں نے ایسا جملہ بولا کہ قیامت تک کی بیٹیوں کو ایک نصاب عطا فرما دیا۔

Marfat.com

حضرت ام خلاد رضی اللہ عنہا سے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پوچھ رہے تھے کہ تیرا بیٹا شہید ہو گیا، اور چہرے کا اتنا پردہ اس وقت بھی کیا ہوا ہے، اور تم اتنے وقار کے ساتھ پردے کی حالت میں آ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بیٹے کے بارے میں پوچھ رہی ہو، تو حضرت ام خلاد رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ:

اِنْ اُرْزَأَ اِبْنِیْ فَلَنْ اُرْزَأَ حَیَائِیْ ...... میرے محبوب کے غلامو! میرا بیٹا شہید ہوا ہے، میری حیا تو شہید نہیں ہوئی، شہادت میرے بیٹے کی ہوئی ہے،

فَلَنْ اُرْزَأَ حَیَائِیْ ...... شہادت میری حیا کی تو نہیں ہوئی۔

(السنن الکبری للبیہقی، کتاب السیر، باب: ما جاء فی فضل قتال الروم و قتال الیہود، ج 9، ص: 295، رقم الحدیث: 18591)

میرے بیٹے کا جنازہ اُٹھا، میری حیا کا جنازہ تو نہیں نکلا، یہ ٹھیک ہے کہ میرے دل کا ٹکڑا مجھ سے جدا ہو گیا اور بیٹے کی شہادت کی خبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رہی ہوں، مگر ان کا جو دیا ہوا سبق ہے مجھے اس سے پتہ چل رہا ہے، محبوب کا کھلا چہرہ سامنے ہو تو بچے کی شہادت پہ میں بے صبری کیوں کروں۔

تمہارے دم سے ہے آباد میرا گلشن ہستی
جو تم ہو تو خزاؤں کا کوئی خطرہ نہیں مجھ کو

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے صدقے مجھے سب کچھ ملا، آپ کے زیر سایہ اس نے جام شہادت نوش کر لیا"، صحابیہ ہیں، صنف نازک ہیں اور جواب دے رہی ہیں، "ایسا موقع ہے تو میں اپنی حیا پر پانی نہیں پھیروں گی، اپنی حیا کو برقرار رکھوں گی، اور جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا طریقہ ہے اس طریقے کے مطابق رہوں گی"۔

Marfat.com

جاہلیت کا زمانہ کیسا تھا، انقلاب کیسے آیا ہے، یہ بیعت کرنے والی عورتیں انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی بیعت کی لاج کیسے رکھی ہے، ایسے گھمبیر حالات میں جہاں کلیجہ منہ کو آتا ہے اور انسان کا جگر پگھل جاتا ہے، یہ صنف نازک پھر بھی صبر کر کے قیامت تک کی بیٹیوں کو بتا رہی تھی کہ بعد میں آنے والیو! تم نے دیکھنا ہے کہ جنہوں نے براہِ راست نبی اکرم ﷺ سے پڑھا تھا ان کا کردار کیا ہے، ہمارے کردار کو دیکھ کر تم نے اپنا کردار استوار کرنا ہے کہ جب مصیبت آجائے تو وہ مصیبت کسی اور چیز پر ہو، تمہاری حیا پر مصیبت نہ ہو، تمہارے شرم پر مصیبت نہ ہو، تمہارے پردے کا جنازہ نہ نکل جائے، بلکہ اس وقت بھی پردے میں رہ کر یہ ثابت کرو کہ ہم نے کسی اور کا کلمہ نہیں پڑھا بلکہ ہم نے گنبد خضراء کے مکین کا کلمہ پڑھا ہے۔

آج ہمیں ایسے نام نہاد مفکرین کا سامنا ہے جو کہتے ہیں کہ چہرے کا پردہ ہوتا ہی نہیں، باقی پردہ ہے، چہرے کا کوئی پردہ نہیں۔ این۔جی۔اوز میں موجود مغرب زدہ خواتین کہ جنہوں نے مختلف دفاتر بنا رکھے ہیں، اسلام کی بیٹیوں کو بے راہ روی کی طرف لگانا چاہتی ہیں، اور غیروں کی پالتو ایجنٹ عورتیں پاکستان میں ان کے مشن پر کام کر رہی ہیں۔

دوسری طرف ایسے نام نہاد مفکرین ہیں کہ معاشرہ پہلے ہی آتش فشاں ہے، پھر کہتے ہیں کہ چہرے کا کوئی پردہ ہی نہیں ہے، ان کے مذہبی جلسوں میں عورتیں بے حجاب ٹانگوں پہ ٹانگیں چڑھا کے بیٹھی ہوتی ہیں۔ ان لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ قرآن وسنت کی کتنی دھجیاں اُڑائی جا رہی ہیں اور ادھر میرے محبوب ﷺ کا نور نگر مدینہ شریف ہے کہ حضرت ام خلاد رضی اللہ عنہا کا بیٹا بھی شہید ہو چکا ہے مگر پھر بھی چہرہ ڈھانپا ہوا ہے اور بتانا چاہتی ہیں کہ ہم نے جن سے پردے کے سبق سیکھے ہیں، انہوں نے ہمیں چہرے کا پردہ بھی بتایا ہے۔

Marfat.com

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا عمل مبارک

حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، جو رسول اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں، حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں، جب ان کو پیغام پہنچا کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہا فوت ہو گئے ہیں، وفات کے بعد تیسرا دن جب گزر رہا تھا تو آپ نے زرد رنگ کی خوشبو منگوائی اور خوشبو اپنے چہرے پہ لگائی اور اپنی ہتھیلیوں پہ لگائی۔ جو عورتیں آپ کے پاس آئی ہوئیں تھیں، ان سے کہا کہ تم نے مجھے یہ کام کرتے ہوئے دیکھا ہے:

كُنْتُ عَنْ هٰذَا لَغَنِيَّةً ...... مجھے اس چیز کی کوئی ضرورت نہ تھی، میں ان خوشبوؤں کو پسند نہیں کرتی تھی، مگر اس وقت میں نے یہ خوشبو کیوں لگائی، فرمانے لگیں کہ:

لَوْ لَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم يَقُوْلُ: لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلٰى زَوْجٍ فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَ عَشْرًا

اگر میں نے رسول اکرم ﷺ سے یہ نہ سنا ہوتا کہ جو عورت اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پہ ایمان رکھتی ہے اس کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ تین دنوں سے زائد کسی پر سوگ منائے، سوائے زوج کے، اگر اس کا زوج فوت ہو جائے تو پھر وہ چار مہینے دس دن حالت سوگ میں رہے گی۔ تو کبھی خوشبو نہ لگاتی۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب: حد المرأة على غير زوجها، ج:1، ص 430، رقم الحدیث: 1221)

اس کے سوا خواہ والد فوت ہو جائے، خواہ بیٹا فوت ہو جائے، خواہ بھائی فوت ہو جائے

Marfat.com

اس عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ سوگ کی حالت میں رہے، کہنے لگیں کہ میرے ابا جی فوت ہوئے تھے، تین دن مکمل ہو گئے ہیں میں خوشبو لگا کے بتانا چاہتی ہوں کہ میرا آخرت پر بھی یقین ہے اور میرا اللہ تعالیٰ پر بھی یقین ہے، میرا رسول اکرم ﷺ پر بھی یقین ہے۔ میں نے صرف اس لیے خوشبو لگائی ہے تا کہ میری دختران اسلام کو پتہ چلے کہ ہماری امی ام حبیبہ (رضی اللہ عنہا) کے ابا جی جب فوت ہوئے تھے تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے فرمان کو پس پشت نہیں ڈالا بلکہ سرکار ﷺ کے فرمان کو سامنے رکھا، اور فرمایا کہ مجھے خوشبو لگانے کی کوئی حاجت نہ تھی لیکن خوشبو اس طرح لگانا سوگ کے ختم کرنے کا اعلان ہے، تو میں زرد رنگ کی خوشبو لگا کر بتا رہی ہوں کہ جو نبی اکرم ﷺ سے سنا ہے اس پر عمل کر کے ہم یہ ثابت کرنا چاہتی ہیں کہ ہم نے جاہلیت کی ساری رسمیں مسترد کر دی ہیں اور ہم نے نبی اکرم ﷺ کی غلامی کا پٹہ گلے میں ڈال لیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ایسا نصاب عورتوں کو عطا کیا جو کہ پوری زندگی کے لیے کافی ہے، اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے ان کی راہنمائی فرمائی اور صحابیات نے عمل کر کے دکھایا، ان کے محبت کے نعرے کھوکھلے نہیں تھے، نبی اکرم ﷺ نے جہاں کھڑا کر دیا ہے اسلام کی بیٹی نے ساری زندگی وہیں گزار دی ہے، چونکہ یہاں سے آگے جانے کو سرکار ﷺ حرام کہتے ہیں تو میں سرکار ﷺ سے پیار کر کے آگے چلی جاؤں، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ سنت مطہرہ کا جذبہ تھا کہ جس پر پوری ملت اسلامیہ میں اگر ہم نظر دوڑائیں تو ہمیں ایسی مائیں نظر آئیں گی کہ جنہوں نے اپنے صالح کردار کے ساتھ آج تک متاع گراں مایہ پر پہرہ دے کے دکھایا ہے۔

Marfat.com

خاتون جنت سرکار کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت وصال

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، جو شہزادی سرکار کونین کی ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر کا ٹکڑا ہیں، حضرت سیدہ فاطمہ طیبہ، طاہرہ، صالحہ، عابدہ رضی اللہ عنہا کا وقت وصال قریب تھا تو انہوں نے کیا کیا؟

اِسْتَقْبَلَتِ الْقِبْلَةَ ...... اپنا منہ قبلہ شریف کی طرف پھیر لیا،

ثُمَّ تَوَسَّدَتْ يَمِينَهَا ...... پھر دایاں بازو نیچے رکھا، اس کے اوپر اپنا چہرہ رکھ کر قبلہ کی طرف کر دیا۔

قبلہ کی طرف اس لیے کیا کہ قیامت تک جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ ہوگی، یا فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پیار کرنے والی ہوگی اس کو سبق مل جائے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دنیا سے جا رہی تھیں، روح نکل رہی تھی تو پھر بھی آپ کا چہرہ قبلہ کی طرف تھا

(تلخیص الحبیر فی تخریج أحادیث الرافعی الکبیر، کتاب الجنائز، ج 2، ص 239)

وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اپنی محبت کا دعوی نہ کرے کہ جس کا سر سجدے میں جھکتا ہی نہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روح نکل رہی ہے اور چہرہ قبلہ شریف کی طرف ہے، اور یہ اثر ہے کہ روح نکلتے وقت سر قبلہ کی طرف ہے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر سجدے میں ہے، ادھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے خود اپنا چہرہ قبلہ کی طرف کیا، اپنے چہرے کو دائیں ہاتھ پہ رکھا اور بتا دیا کہ جو ملت اسلامیہ کی بیٹیاں ہیں، اور مجھ سے جو پیار کرنے والی ہیں، اور جو قیامت تک میرا نام لیں گی میں ان کو اپنا پیغام دینا چاہتی ہوں کہ جب تک بدن میں جان ہو تو پھر قبلہ کی طرف حاضری ہو،

Marfat.com

رب کے دربار میں سجدہ ہو، اور اللہ تعالیٰ کو بھول کر نماز کے وقت کو چھوڑ نہ دیا جائے، اللہ تعالیٰ کے دربار کی حاضری برقرار رکھی جائے تا کہ روح جب نکل رہی ہو تو سر قبلہ کی طرف جھک رہا ہو۔

ایک سوال، ایک تڑپ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نبی اکرم ﷺ سے سوال اور ایک تڑپ، جس میں اسلام کی بیٹی کے لیے ہزاروں سبق موجود ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دوستوں کو یہ حدیث سنایا کرتے تھے اور ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ:

اَلَا اُحَدِّثُكَ عَنِّیْ وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم

میں تمہیں اپنا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، جو نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی ہیں، کا واقعہ نہ سناؤں، میں تمہیں اپنی آپ بیتی نہ سناؤں، ہمارا نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آنے جانے کا معاملہ، اس کے بارے میں تمہیں نہ بتاؤں؟ اب لوگ شوق سے کہتے تھے کہ بتاؤ، وہ کون سی بات ہے کہ جس کو تم اس انداز میں بیان کرنا چاہتے ہو؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سنایا کرتے تھے کہ:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اتنی بڑی شخصیت اور ان کا اتنا بڑا مقام کہ جن کے گھر میں کبھی چکی فرشتے بھی آ کر چلاتے تھے اور آٹا پیستے تھے، لیکن ان کا خاتونِ خانہ ہونے کے لحاظ سے کردار کتنا تھا، اور وہ اپنے گھر کو کیسے چلاتی تھیں، اور گھر کے چلانے میں ان کا طریقہ کیا تھا؟ ۔ فرمانے لگے کہ:

Marfat.com

اِنَّهَا جَرَّتْ بِالرَّحٰى حَتّٰى أَثَّرَ فِيْ يَدِهَا ...... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں آٹا پیسنے کے لیے اتنی چکی چلاتی تھیں کہ اس چکی کی دستی کے نشان حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں میں پڑ چکے تھے۔

آج یہ حدیث سنتے وقت دختران اسلام کو سوچنا ہے کہ وہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) جو جنتی عورتوں کی سردار ہیں، امور خانہ میں اگر ان کا تقاضا رسول اللہ ﷺ سے ہوتا تو سونے کا گھر بنا دیا جاتا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اتنی چکی چلائی کہ ہاتھوں میں نشان پڑ گئے،

وَ اسْتَقَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتّٰى أَثَّرَ فِيْ نَحْرِهَا ...... انہوں نے کنوئیں سے مشکیزے اتنے بھرے کہ جب کندھے پہ رسا رکھ کر کھینچتی تھی تو چھاتی پہ نشان بن چکا تھا، اپنے بچوں کے لیے اور اپنے گھر کے لیے روزانہ پانی کے ڈول کنوئیں سے کھینچتی ہیں، ایک طرف ہاتھوں پہ نشان ہیں، اور دوسری طرف چھاتی پہ نشان ہیں، سینے کے اوپر والے حصے میں نشان پڑ چکے ہیں،

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ:

وَ كَنَسَتِ الْبَيْتَ ...... اور گھر میں جھاڑو دیا،

حَتّٰى اغْبَرَّتْ ثِيَابُهَا ...... یہاں تک کہ آپ کے کپڑے گرد آلود ہو گئے،

آج کے دور میں گھر کی صفائی ایک عورت کے لیے عار اور شرم ہے، اور کہتی ہے کہ دس خادمائیں ہوں، وہ کام کریں، میں گھر کا کام کیوں کروں گی، میں تو اتنے بڑے باپ کی بیٹی ہوں۔ تو کون ہے جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑے باپ کی بیٹی ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا امور خانہ میں کیسا کردار ادا کرتی ہیں،

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر میں جھاڑو دیتی تھیں:

Marfat.com

حَتّٰی اغْبَرَّتْ ثِیَابُهَا ...... یہاں تک کہ کپڑے گرد آلود ہو جاتے تھے،

جب اتنی مشقت کرتی تھیں تو اسی دوران ہمیں پتہ چلا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ غلام اور لونڈیاں آگئی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں انہیں تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

قُلْتُ لَوْ اَتَیْتِ اَبَاكِ ...... میں نے کہا کہ فاطمہ وقت اچھا ہے، چلو اپنے ابا جی کے پاس،

فَسَأَلْتِیْهِ خَادِمًا ...... تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو اور ایک لونڈی مانگ کے لے آؤ، اور وہ تمہارے ساتھ گھر میں کام کرے، تمہارا کیا حال ہو گیا ہے گھر میں کام کرتے کرتے۔

لفظ ''خادم'' عربی زبان میں ''عورت اور مرد'' دونوں کے لیے بولا جاتا ہے، تم اپنے ابا جی کے پاس جا کر کوئی خادمہ لے آؤ، لونڈیاں آگئی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کریں گے تو ہمیں بھی ایک خادمہ مل جائے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر نامدار کی بات مان لی:

فَاَتَتْهُ فَوَجَدَتْ عِنْدَهٗ حُدَّاثًا ...... جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو پروانوں کے جھرمٹ میں ہیں، دائیں بائیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہیں، لوگ اپنی حاجات پیش کر رہے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال پوچھ رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب دے رہے ہیں۔ اب دیکھو کے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو کتنا تام دیا، وہ بیٹی جو جگر کا ٹکڑا ہے، ان کو یہ حوصلہ نہ ہو سکا کہ ابا جی میں آگئی ہوں، میں بات کرنا چاہتی ہوں، ان خادموں کو اپنے پاس سے ہٹا دیں، یہ کہیں بیٹھ جائیں، انتظار کریں، پہلے میں ملاقات کر لوں۔ اس دین کو اتنا پیار دیا ہے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پیاری فاطمہ یہ نہ کہہ سکیں کہ جو پاس بیٹھے ہیں ان کو اٹھا دو اور میں اپنی بات کر لوں۔

Marfat.com

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ جب میں نے لوگوں کو مسائل پوچھتے دیکھا تو میں خود سمجھ گئی اور میں واپس آ گئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دوسرے دن میں بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ گیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے درِ پاک میں پہنچ گئیں، جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وہاں پہنچیں تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے فاطمہ! تم بتاؤ تو کیا حاجت ہے، کس کام کو آئی ہو:

مَا كَانَ حَاجَتُكِ ...... اے فاطمہ! تمہاری حاجت کیا تھی، کس کام کے لیے آئی ہو،

فَسَكَتَتْ ...... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خاموش ہو گئیں،

فَقُلْتُ ...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا:

أَنَا أُحَدِّثُكَ ...... یا رسول اللہ ﷺ! یہ چپ کر گئی ہیں، میں بتاتا ہوں کہ یہ کیوں آئی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ!

جَرَّتْ بِالرَّحٰى ...... اے محبوب ﷺ! صاحبزادی آپ کی ہے اور چکی اتنا چلاتی ہیں کہ

حَتّٰى أَثَّرَتْ فِيْ يَدِهَا ...... ان کے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے ہیں،

وَحَمَلَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتّٰى أَثَّرَتْ فِيْ نَحْرِهَا ...... انہوں نے مشکیزے اتنے اٹھائے ہیں کہ چھاتی پر بھی نشان بن گئے ہیں،

فَلَمَّا جَاءَكَ الْخَدَمُ أَمَرْتُهَا أَنْ تَأْتِيَكَ ...... جب آپ کے پاس اتنے خادم آ گئے ہیں تو میں نے ان کو کہا کہ چلو ہم بھی چل کے مانگتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ خادمہ دے دیں تو کچھ کام گھر میں وہ کرے اور کچھ آپ کریں،

جس مشقت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پڑی ہوئی ہیں، میں چاہتا ہوں کہ وہ بڑی مشقت سے بچ جائیں۔

Marfat.com

اب اس میں کئی پہلو قابل غور ہیں:

آج داماد کے بارے میں کوئی سسر ایسی باتیں سن لے تو وہ کہتا ہے کہ اس نے میری بیٹی کو تو کوئی سہولت ہی نہیں دے رکھی، میری بیٹی خود آٹا پیستی ہے، خود مشکیزے اٹھا رہی ہے، اور خود جھاڑو دے رہی ہے۔ اپنے داماد کو سسر جھڑکیاں دینا شروع کر دے کہ تم نے کیا کیا؟

مگر میرے محبوب ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک لفظ بھی ایسا ذکر نہیں کیا، اور ان چیزوں پہ سکوت بتاتا ہے کہ یہ خاتونِ خانہ کے کام ہیں، اگر اس کو یہ کرنے پڑ گئے ہیں تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، یہ کام اس کو کرنے چاہیں، ہاں! اگر کسی خاوند کے پاس سہولت کے مواقع ہیں تو وہ فراہم کرے۔

رسول اکرم ﷺ نے یہ چیزیں دیکھ لیں اور سرکار ﷺ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بے پناہ محبت تھی، طبعی طور پر بھی ایسا تقاضا ہو سکتا تھا کہ پتہ ہی نہیں چلا کہ اتنی مشقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کر رہی ہیں، آج کے بعد فاطمہ ایسا مت کرنا، میں ابھی سے بندوبست کرتا ہوں۔ وہ چاہیں تو جنت کی ہزاروں حوریں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دہلیز پر آ کر کھڑی ہو جائیں، مگر میرے محبوب ﷺ کا جملہ کیا تھا۔ سمجھتے تھے کہ آج میں اپنی بیٹی فاطمہ کے لیے ہزاروں حوریں تو کھڑی کر سکتا ہوں مگر کل امت کی بیٹیاں بھی تو ہوں گی، ایسا نصاب دوں کہ ان کو بھی نصاب مل جائے، ایسی چیزیں دوں کہ وہ صرف میرے جگر کے ٹکڑے کو ہی نہیں بلکہ میرے امتی کے جگر پاروں کو بھی نصاب مل جائے۔ میرے محبوب ﷺ کے ہاں کمی تو کوئی نہ تھی، جو فرماتے فوراً میسر ہو جاتا اور ہمیشہ کے لیے ایسا سلسلہ جاری ہو جاتا۔ لیکن رسول اکرم ﷺ نے لفظ کیا

Marfat.com

ہیں، یہ سبق ہے اس باپ کے لیے جو اپنی بیٹی کو بیاہ کے بھیجتا ہے، جب وہ اپنے باپ کو کچھ آ کر کہے تو وہ آگے اس کو کیا کہے، باپ کیسے دلاسا دے اور باپ کیسے تربیت کرے، باپ کیسے اس خاندان کو آباد رکھنے کے لیے کردار ادا کرے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اِتَّقِی اللّٰہَ یَا فَاطِمَۃُ ...... اے فاطمہ! خدا سے ڈرو، وہ جو پہلے ہی ڈرنے والی فاطمہ ہیں، رات مصلے پہ گزر جاتی ہے اور دن روزے میں گزر جاتا ہے، مشقت بھی کرتی ہیں،

اِتَّقِی اللّٰہَ یَا فَاطِمَۃُ ...... اے فاطمہ! خدا سے ڈرو،

وَ اَدِّیْ فَرِیْضَۃَ رَبِّكِ ...... اپنے رب کا فریضہ ادا کرتی رہو،

وَ اعْمَلِیْ عَمَلَ اَهْلِكَ ...... اور گھر کا کام بدستور جاری رکھو، جو تمہارے اہل کا کام ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں کر رہی ہو، یہ کام کرتی رہو، اور ترتیب بیان کر دی کہ تقویٰ، پھر اپنے رب کا فریضہ اور پھر اپنے شوہر کی خدمت۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نصاب دے رہے ہیں، اگر آپ اپنی بیٹی کے لیے جو چاہتے وہ ایک منٹ سے بھی پہلے میسر ہو جاتا، لیکن فرمایا کہ قیامت تک فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خادمائیں بھی آئیں گی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پیار کرنی والی بیبیاں پیدا ہوں گی تو سب کے لیے جامع نصاب ہو۔

اے فاطمہ! تم اپنے رب سے ڈرتی رہو، اور اپنے رب کا فریضہ ادا کرتی رہو، اور پھر اپنے اہل کا جو کام کرتی ہو وہ مسلسل کرتی رہو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جملہ والدین کے لیے درسِ حیات ہے کہ اپنی بیٹیوں کو ایسے معاملات میں جس وقت بریف کریں اور انہیں سمجھائیں تو یہ باتیں بتائیں کہ ایک ہے

Marfat.com

رب کا فرض، پھر ہے اس گھر والے کا فرض اور اس کی خدمت۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فاطمہ! تم آئی ہو تو تمہیں اس وقت خالی نہیں بھیجیں گے، تمہیں دوں گا تو ساتھ قیامت تک کی بیٹیوں کو بھی دوں گا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَاِذَا اَخَذْتِ مَضْجَعَكِ ...... جب کام کاج سے فارغ ہو کر، نماز پڑھ کر لیٹنے لگو تو ایک کام کرنا،

فَسَبِّحِيْ ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِيْنَ ...... تم نے تینتیس (33) مرتبہ "سبحان اللہ" کہنا ہے،

وَ احْمَدِيْ ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِيْنَ ...... اور تم نے تینتیس (33) مرتبہ "الحمد للہ" کہنا ہے،

وَ كَبِّرِيْ ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِيْنَ ...... اور چونتیس (34) مرتبہ "اللہ اکبر" کہنا ہے،

فَتِلْكَ مِائَةٌ ...... میری بیٹی اس طرح یہ سو (100) بن جائے گا، تینتیس (33) بار "سبحان اللہ"، تینتیس (33) بار "الحمد للہ" اور چونتیس (34) بار "اللہ اکبر" کہو گی تو یہ سو (100) بن جائے گا، فَهِيَ خَيْرٌ لَّكِ مِنْ خَادِمٍ ...... یہ وظیفہ تمہارے لیے خادمہ سے بہتر ہے وہ لونڈی تمہارے ساتھ اتنا تعاون نہیں کرے گی جتنا یہ تسبیح تمہارے ساتھ تعاون کرے گی۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس لیے گئی تھیں تا کہ بوجھ ختم ہو جائے، لیکن بظاہر تو بوجھ اور بڑھ گیا، حقیقت میں نہیں۔ آج جیسے لوگوں کا دماغ ہو تو وہ کہیں کہ گئے تھے نمازیں بخشوانے، روزے گلے پڑ گئے، ہم چھٹی لینے گئے تھے مفتی صاحب نے اور لازم کر دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! تم مجھ سے خادمہ مانگنے آئی ہو، خادمہ سے بڑی چیز دے رہا ہوں اور یہ تسبیح فاطمہ ہے، سوتے وقت یہ تسبیح پڑھ لیا کرو،

Marfat.com

فَهِيَ خَيْرٌ لَكَ مِنْ خَادِمٍ ...... یہ تمہارے لیے خادمہ سے بہتر ہے،
یعنی خادمہ تمہارے ساتھ کام کر کے اتنا تعاون نہیں کرے گی، خادمہ کے کام کرنے سے اتنی ریلیف نہیں ملے گی، اتنا سکون نہیں ملے گا جتنا سو (100) بار کے اس ذکر سے تمہیں سکون ملے گا۔

عظیم باپ کی عظیم بیٹی کے لفظ سنو:

یہ نہیں کہا کہ ابا جی میں کام کر کر کے تھک جاتی ہوں، خادمہ لینے آئی تھی، آپ نے اور لازم کر دیا، کیا شان ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی، کہنے لگیں

قَالَتْ رَضِيتُ عَنِ اللّٰهِ عز و جل و عَنْ رَسُوْلِه صلى الله عليه وسلم

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا عرض کرنے لگیں کہ محبوب تمہاری فاطمہ رب سے بھی راضی ہے اور رب کے نبی سے بھی راضی ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قول کا مطلب یہ ہے میرے ابا جی! یہ ذہن میں خیال نہ لانا کہ بچی آئی تھی، اس نے مانگا تھا اور جو اس نے مانگا تھا میں نے وہ نہیں دیا، میرے ابا جی میں اپنی طرف سے اظہار کرتی ہوں کہ:

رَضِيتُ عَنِ اللّٰهِ عز و جل و عَنْ رَسُوْلِه صلى الله عليه وسلم ...... میں رب پہ بھی راضی ہوں اور رب کے نبی پہ بھی راضی ہوں، دونوں باتوں کا بطور خاص ذکر کر کے اس بات کو قیامت تک آنے والی بیٹیوں کو بتایا کہ اے دخترانِ اسلام! جہاں رب کا نام زبان پہ آنا چاہیے وہاں رب کے محبوب کا نام بھی زبان پہ ہونا چاہیے اور یہ کہو کہ میں رب سے بھی راضی ہوں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی راضی ہوں۔

(كنز العمال في سنن الأقوال و الأفعال، حرف الميم، كتاب المعيشة من قسم الأفعال، باب: أدب النوم و أذكارها، ج 15، ص 508، رقم الحديث: 41985)

Marfat.com

ایسے مقام پر اللہ تعالیٰ یہ اعزاز عطا فرماتا ہے کہ جس وقت ایک انسان اا ایسے فیصلوں پہ راضی ہوتا ہے اور یہ قرآن مجید کا فیصلہ ہے، آج اتنا وبال آچکا ہے، اور اتنی نام نہاد روشن خیالی نے مرد وزن کے منہ کھول دیئے ہیں کہ جب کہا جائے کہ یہ شریعت ہے، اور یہ قرآن وسنت ہے، تو آگے سے جواب کئی قسم کے ملتے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ: نہیں، ہمارا بھی حق ہے، انسانیت کا بھی کوئی حق ہے، آخر عقل کی بھی کوئی مانگ ہے، آخر زندگی بھی کچھ گزارنی ہے، آخر دنیا بھی کچھ کہتی ہے، اس طرح کی باتیں سامنے آتی ہیں، مگر ادھر قرآن مجید کہتا ہے کہ:

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ ورسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے۔

جب اللہ فیصلہ کردے اور اللہ کے رسول فیصلہ کردیں تو کسی مؤمن اور مؤمنہ کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ آگے اپنی زبان کھولے، بلکہ چپ ہو جائے، سر تسلیم خم کردے کہ جو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شریعت میں آگیا، جو قرآن مجید نے کہہ دیا میں اس کی پابند ہوں، میں کسی فیشن پرست عورت کی بات نہیں سنوں گی، میں کسی مغرب زدہ خاتون کے جال میں نہیں آؤں گی، میں کسی دنیا کی لیڈی کے فیشن کی طرف نہیں دیکھوں گی، میرے سامنے میرے رب کا قرآن ہے، اور میرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

(القرآن الکریم، سورۃ الأحزاب، رقم السورۃ: 33، رقم الآیۃ: 36)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مختلف اسباق دیئے ہیں ان میں سے ایک گھر کے اندر رہنا اور

Marfat.com

زندگی کا سفر طے کرنا ہے، آج اللہ تعالیٰ ہر بندے کے گھر کو شریعت کا رنگ عطا فرمائے۔ لوگ آکر ایسی ایسی داستانیں بیان کرتے ہیں کہ انسان سن کے حیران رہ جاتا ہے کہ کلمے کا اثر کتنا باقی ہے۔ ایسی ایسی خرافات عورتوں میں آگئیں، ایسے ایسے فیشن، ایسی ایسی حماقتیں عورتوں میں آگئیں کہ عقل سلیم بھی ان چیزوں کی اجازت نہیں دیتی، چہ جائیکہ شریعت ان میں سے کسی چیز کی حمایت کرتی ہو اور سب کچھ چھوڑ کر اسلام کی وہ بیٹی یہ بھول چکی ہے کہ میں نے کلمہ کس کا پڑھا تھا، کلمہ پڑھتے وقت کہا کہ اب مرضی اللہ ورسول اللہ ﷺ کی ہوگی، میری کوئی مرضی نہیں ہے، جو تم کہو وہ ہی میرا دین، جو تم کہو وہ ہی میری شریعت، اور جو تمہارا فیصلہ وہ ہی میرا لائف کوڈ اور میری زندگی کا نصاب مگر راہِ زندگی میں چلتے چلتے بھول گئی، کبھی کسی صنم خانے میں اور کبھی کسی فیشن کدے میں اور کبھی کسی بیوٹی پارلر میں اور کبھی کسی فیشن شو میں اور کبھی کسی میلے ٹھیلے میں، اسے یاد نہ رہا کہ میں نے کیا عہد کیا تھا اور کلمہ کیا پڑھا تھا؟

اور پھر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کچھ مذہبی لوگوں نے میلاد کے نام پر میلے، فیشن شو اور ثقافتی انداز میں شروع کر دیئے ہیں، بے پردہ، کھلے سر عورتیں وہاں جا کر سمجھتی ہیں کہ ہم دین کا کام کر رہی ہیں، جبکہ پہلی اکائی بھی دین کی پوری نہیں ہو رہی ہے۔

عورت اور لباس:

میرے آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا، اس کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

قَالَتْ اِسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم ذَاتَ لَيْلَةٍ ..... حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ میرے حجرے میں تھے، ایک رات بیدار ہوئے،

Marfat.com

فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ ...... رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "سبحان اللہ"،

میرے نبی اکرم ﷺ کی نگاہ ہے، بیٹھے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تھے مگر اٹھتے ہی فرمایا: "سبحان اللہ"،

"سبحان اللہ" کہنے کا مطلب کیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا:

مَاذَا اُنْزِلَ اللَّیْلَةَ مِنَ الْفِتَنِ وَ مَاذَا فُتِحَ مِنَ الْخَزَائِنِ ...... آج کی رات کتنے خزانے کھل گئے، نبی اکرم ﷺ رات کو بیدار ہو کر "سبحان اللہ" خزانوں کے کھلنے پر کہہ رہے ہیں، فرمایا: کتنے خزانے میری امت کے لیے کھل گئے اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ:

مَاذَا اُنْزِلَ اللَّیْلَةَ مِنَ الْفِتَنِ ...... کتنے فتنوں کے دروازے کھل گئے،

اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

اَیْقِظُوْا صَوَاحِبَاتِ الْحُجَرِ ...... حجروں والیوں کو جگادو،

اس کے بعد سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا اور قیامت تک کی دخترانِ اسلام کو سبق دیا کہ:

فَرُبَّ کَاسِیَةٍ فِی الدُّنْیَا عَارِیَةٍ فِی الْآخِرَةِ ...... بہت سی عورتیں دنیا میں جو لباس پہننے والی ہیں، حشر میں ننگی ہوں گی۔

(صحیح البخاری، کتاب العلم، باب: العلم و العظة باللیل، ج:1، ص:54، رقم الحدیث:115)

"کسوۃ" کپڑے کو کہتے ہیں، یعنی کپڑے پہننے والی، "رب" متعدد،

فَرُبَّ کَاسِیَةٍ فِی الدُّنْیَا ...... بہت سی عورتیں جو دنیا میں کپڑے پہنے ہوئی ہیں وہ حشر میں ننگی ہوں گی۔

رسول اللہ اکرم ﷺ کے اس جملے کے تین مطلب ہیں:

1......: بہت سی عورتیں دنیا کے اندر محلوں میں رہ رہی ہیں، ان کے بیس، بیس،

Marfat.com

چالیس، چالیس سوٹ ہیں، ہر فنکشن میں جانے کا علیحدہ سوٹ ہے، بڑے ناز اور بڑے نخرے ہیں، یہی عورتیں آج جن کو دوسرے فنکشن میں پہلا والا کپڑا پہن کر جانا پسند نہیں، قیامت کے دن بدن پر ایک انچ کپڑا بھی نہیں ہوگا۔

اس کی وجہ کیا ہے؟ ان کا کردار ایسا ہے کہ انہوں نے میری شریعت کو چھوڑ دیا، فیشن کو اپنا امام بنالیا، کلمہ رواج کا پڑھ لیا۔

فَرُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا ...... بڑے بڑے نوابوں کی بیویاں، بڑے بڑے جاگیرداروں کی بیویاں، بڑے بڑے مالداروں کی بیویاں جن کے دنیا میں کپڑے سنبھالے نہیں جاتے، اتنے کثیر سوٹ ہیں مگر عمل سے اتنی کوری ہیں کہ کپڑا تو تقوی کا کپڑا ہے، کپڑا ہے تو پرہیزگاری کا، کپڑا ہے تو سنت نبوی کا، جو آج وہ کپڑا اپنے گی کل قیامت کے دن بھی پردے میں ہوگی اور آج جس نے وہ کپڑے چھوڑ دیئے، آج جس نے شریعت کی طرف پیٹھ کرلی، اور آج جس نے شریعت کی نماز کو چھوڑ کر اپنے فیشن کو پیش نظر رکھا، اور سمجھتی ہے کہ ہفتے میں دوسرا سوٹ نہیں ہوگا تو میری عزت نہیں ہوگی، یہ عزت کے بارے میں سوچتی ہے جبکہ حشر میں یہ ننگی ہو چکی ہوگی۔

فَرُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ ...... دنیا میں بہت سے سوٹ پہننے والی آخرت میں ننگی ہو چکی ہوگی میری شریعت سے غداری کرنے کی وجہ سے، میری شریعت کو چھوڑنے کی وجہ سے انہیں یہ انجام دیکھنا پڑے گا۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ کپڑے زیادہ پہننا جائز نہیں، اللہ کے دیئے ہوئے مال کو خرچ کرنا جائز ہے اور نعمت کا اظہار بھی جائز ہے مگر اس نعمت میں رب کو بھول جانا، اس نعمت کے نشے میں شریعت کی توہین کرنا اور شریعت کو پس پشت ڈال کر شیطان کا کھلونا

Marfat.com

بن جانا، اس کی حدیث میں مذمت ہو رہی ہے اور اسراف کی مذمت ہو رہی ہے۔
بہت سی دنیا میں عورتیں ایسی ہیں جن کے سوٹ گنے نہیں جا سکتے مگر قیامت کے دن ایک انچ کپڑا میسر نہیں ہوگا، اور بالکل ننگی ہو چکی ہوں گی، ان کو سوچنا چاہیے کہ ایسی شرمندگی کا ان کو سامنا کیوں کرنا پڑ رہا ہے، لہذا آج کردار صحیح کریں تا کہ دنیا میں بھی پردے میں رہیں اور عقبیٰ میں بھی پردے میں رہیں۔

2......: دوسرا معنیٰ ہے کہ دنیا میں کپڑا لپیٹنے والی آخرت میں ننگی ہوگی، اس کا معنیٰ یہ ہے کہ دنیا میں کپڑے پہنتی ہے مگر بہت تنگ پہنتی ہے جن سے اعضاء پہچانے جاتے ہیں، اور جسم کے اعضاء کی شناخت ہو سکتی ہے، وہ یہ نہیں دیکھتیں کہ شریعت نے پردہ لازم کیا ہے، اور شریعت نے پردے کا حکم دیا ہے، وہ یہ کہتی ہیں کہ اب نیا فیشن آیا ہے۔ کپڑا سمٹ سمٹ کے، کم ہو ہو کے، انسانی بدن پر تنگ ہوتے ہوتے، بازو پیچھے ہٹتے ہٹتے، دامن سمٹتے سمٹتے یہ صورتحال بن گئی ہے کہ وہ کپڑے پہنے ہوئے بھی یوں ہی ہوں گی جیسے ننگی ہوتی ہیں۔ قیامت کے دن بتا دیا جائے گا کہ انہوں نے کچھ نہیں پہنا، یہ بازاروں میں ننگیاں چلتی تھیں، یہ رشتہ داروں کے پاس دنیا میں ننگیاں آتی تھیں، کیونکہ ان کے لباس ٹائٹ تھے، کپڑے تنگ تھے، جن سے بدن کے مختلف اعضاء پہ کپڑا نہیں ہوتا تھا، وہ اعضاء ننگے ہوتے تھے، ان کا انجام یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان عورتوں کو ننگی عورتوں میں شمار کرے گا کہ یہ وہ ہیں کہ جنہوں نے دنیا میں ہمارے حکم کی پابندی نہیں کی اور ان کا انجام ان عورتوں کے ساتھ ہوگا جو مغرب کے صحراؤں میں موجود کلبوں میں ہوتی ہیں، جہاں کوئی لباس نہیں پہنتا ان کے ساتھ ان کا حشر ہوگا، اس بنیاد پر کہ کپڑے نہ کھلے تھے، نہ پورے تھے بلکہ ادھورے اور ٹائٹ تھے۔

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ ہم اس کو کپڑا شمار نہیں کریں گے، ہمارے نزدیک وہ عورت ننگی ہے، اگر وہ چاہتی ہے کہ کل اس کو وقار ملے تو پھر اس کو اپنے کپڑے کھلے رکھنے چاہیں اور پورے بدن کو ڈھانپنے والے کپڑے موجود ہونے چاہیں۔

3......: تیسرا معنی: محدثین کہتے ہیں کہ "کاسیة" کا معنی "کپڑے پہننے والی" اور "عارية" کا معنی "ننگا ہونا"، دوسری حدیث میں ہے کہ کچھ عورتیں کاسیہ عاریہ ہیں، آخرت سے پہلے ہی وہ عورتیں کپڑے پہن کے بھی ننگی ہیں۔

مطلب کیا ہے؟...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ اتنے باریک کپڑے پہنتی ہیں کہ جس سے بدن کا رنگ نظر آتا ہے۔

اب کون سا گھر بچا ہوگا؟، کہاں پابندی ہو رہی ہوگی؟ میرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جملے پہ کون پہرہ دے رہا ہوگا؟، کہاں اس بات کا اہتمام کیا جارہا ہوگا؟ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے پتلا کپڑا پہنا کہ جس سے بدن کا رنگ نظر آرہا ہو، میں اس کو کپڑے والی نہیں کہتا، میں اس کو ننگی کہتا ہوں، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ ننگی ہے، اس نے کپڑا نہیں پہنا، پتلا کپڑا خاتون کا لباس نہیں ہے، پتلا کپڑا شریعت میں لباس شمار نہیں ہو رہا۔

اس سلسلہ میں ایک تجویز بھی ہے ٹیکسٹائل والوں کو کہ وہ جو روزانہ ایسی ورائٹی لا رہے ہیں جو باریک اور ہلکی ہے، ان کو اس کا اہتمام کرنا چاہیے کہ کوئی کپڑا خریدے یا نہ خریدے، وہ ایسی چیزیں نہ بنائیں۔

پھر لینے والی دختران اسلام کو سوچنا چاہیے کہ جس رب نے ہمیں نماز کا حکم دیا ہے، اس رب نے کپڑے کا بھی حکم دیا ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے نماز کی رکعتیں بیان

Marfat.com

فرمائی ہیں، ایسی ہی کپڑے کی قسمیں بھی بیان فرمائی ہیں، اور میرے محبوب ﷺ سے پیار کا تقاضا یہ ہے کہ اسلام کی بیٹی وہ کپڑے پہنے جو شریعت چاہتی ہے، یعنی جس سے بدن کی نمائش نہ ہو اور نہ ہی بدن کی شناخت ہو سکے اور نہ ہی پتلا کپڑا ہو۔ صحیح کپڑا پہن کر یہ ثابت کرے کہ میں شریعت مطہرہ کی پابند ہوں اور پورے پردے کے ساتھ جس وقت وہ اہتمام کرنے والی ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے ستر صدیقوں سے بڑے ثواب کا اعلان فرمایا ہے۔

اس سوسائٹی میں میں آپ کے ساتھ ہوں، یعنی کوئی اس بنیاد پر آپ سے نہیں بات کر رہا کہ میرا عمل تم سے کہیں آگے ہے اور اچھائی میں کہیں میں تم سے آگے ہوں، نہیں، میں بھی آپ ہی کی طرح ان احادیث کا طالب علم ہوں، مجھ سے مؤاخذہ ہوگا، اور میری کوشش ہے کہ مکمل طور پر اس پر عمل ہونا چاہیے، اور یہ ہی درد بانٹنا ''ادارہ صراطِ مستقیم'' کا منشور ہے کہ امت جس وقت بھولتی جارہی ہے، حق کے راستے سے بکھرتی جارہی ہے، اور بالخصوص وہ جو پاک مقامات ہیں، جہاں سے نسلیں آباد ہوتی ہیں اور جہاں سے تقوی کے پھولوں کی امید ہوتی ہے اگر وہاں پرہیز گاری نہیں ہوگی تو تقوی کی فصل کیسے پک سکے گی، اور اس پرہیز گاری کے ضابطے وہ ہیں جو ہمارے نبی اکرم ﷺ نے اپنی زبان سے بیان فرمائے ہیں۔

جذبہ جہاد

اسلام کی بیٹی کے اندر جذبہ اس قدر کامل ہونا چاہیے کہ اس کے اندر جوشِ جہاد بھی ہو یعنی جس وقت نفس سے جہاد کر سکتی ہے تو پھر وہ دشمن سے بھی جہاد کر سکتی ہے۔

Marfat.com

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ جنگ حنین میں تھے اور بڑی سخت تیراندازی ہو رہی تھی، اور اس وقت مسلمانوں کو بڑی شہادتوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اس جنگ میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح ''مالک'' کے ساتھ، ''مالک'' کی وفات کے بعد حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جنگ حنین میں بیس (20) کافروں کو مارا تھا اور جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو ساتھ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تعارف کروانے لگے کہ:

هٰذِهِ اُمُّ سُلَيْمٍ رضی الله عنها ...... یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ام سلیم بھی آئی ہوئی ہیں، مَعَهَا خَنْجَرٌ ...... انہوں نے خنجر پکڑا ہوا ہے،

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا، حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ ہیں ایک اور روایت کے مطابق، ام حرام رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضائی خالہ ہیں، اس واسطے ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھی حرمت والا رشتہ موجود ہے۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا خود بول پڑیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے جذبات بھی بڑے ہیں، خنجر لیکر میں بھی آئی ہوں، اس لیے کہ:

اِنْ دَنَا مِنِّیْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ بَقَرْتُ بِهٖ بَطْنَهٗ ...... میں اس لیے خنجر لیکر آئی ہوں کہ کوئی مشرک ملے گا تو اس کا پیٹ چیر دوں گی، میں مشرک کا پیٹ چیرنے کے لیے خنجر لیکر آئی ہوں۔

(صحيح مسلم، كتاب: الجهاد و السير، باب: غزوة النساء مع الرجال، ج 5، ص: 196، رقم الحديث: 4783)

Marfat.com

ایک طرف مصلے پہ بیٹھی ہیں تو ان کے تقوی کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا، دوسری طرف اس طرح نکلتی ہیں، ایسی شیر دل ہیں کہ کافروں کا پیٹ چیرنے کے لیے اپنا اسلوب رکھتی ہیں۔

اولاد کا پہلا سبق

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی بایوگرافی کو بیان کیا جائے تو آج کی دختر اسلام حیران رہ جائے گی۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا نکاح ''مالک'' کے ساتھ ہوا تھا جو کہ ایک مشرک تھا، جب حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کلمہ پڑھا تو اس وقت ''مالک'' سفر پر تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ولادت ہو چکی تھی، ''مالک'' جب واپس آیا تو اسے پتہ چلا کہ میری بیوی نے کلمہ پڑھ لیا ہے، ''مالک'' نے اپنی بیوی سے کہا کہ:

اَصَبَوْتِ ...... کیا تو دین چھوڑ گئی ہے،

اس وقت یہ لفظ بولا جاتا تھا کہ تم نے دین چھوڑ دیا ہے، تم صابیہ بن گئی ہو یعنی پرانا باپ، دادا والا دین چھوڑ دیا، تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں صابیہ نہیں بنی بلکہ:

لٰكِنّيْ آمَنْتُ ...... میں تو ایمان لائی ہوں،

حضرت انس رضی اللہ عنہ جس وقت بڑے ہوئے اور بولنا شروع کیا تو سب سے پہلے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے کو کلمہ پڑھایا ''لا الہ اللہ محمد رسول اللہ''، جب حضرت انس رضی اللہ عنہ بولنے لگے تو:

تُلَقِّنُ ...... حضرت انس رضی اللہ عنہ کو تلقین کرتی ہیں،

قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ قُلْ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ...... کہہ تو کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

Marfat.com

اب تصور کرو کہ گھرانہ مشرک کا، گھر والی کلمہ پڑھ گئی ہے، اور بیٹا دونوں کا مشترک ہے، مگر حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ کہتی ہیں کہ میرے بیٹے کہو: "لا اله الله محمد رسول الله"۔ حضرت انس کے والد مشرک تھے، اس نے آخر تنگ آ کر حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ:

لَا تُفْسِدِیْ عَلَیَّ اِبْنِیْ ...... خود خراب ہوگئی ہو تو میرا بیٹا خراب مت کرو، میرے بیٹے کا ستیاناس کرنا چاہتی ہو، بتوں کا مذہب چھوڑ کر اس کو نئے دین میں داخل کرنا چاہتی ہو، خود تو کلمہ پڑھ گئی ہو لیکن اس سے ایسی باتیں مت کرو، اس سے وظیفہ کرواتی ہو کہ انس کہہ "لا اله الله محمد رسول الله"۔

مالک نے جس وقت جھگڑا کیا تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جسے تو فساد سمجھتا ہے یہ فساد نہیں ہے، یہ تو وہ دین ہے جو پوری دنیا پہ چھانے والا ہے، پھر مالک حالت شرک میں مر گیا۔

عجیب حق مہر

اب اس کے بعد حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیجا، وہ بھی ابھی مومن نہیں ہوئے تھے۔ حضرت ابوطلحہ انصاری مدینہ شریف میں بہت بڑے زمیندار تھے، مسجد نبوی شریف کے ساتھ جو پہلا باغ تھا وہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا ہی تھا، حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیج دیا، اور وہ ابھی حالت کفر میں تھے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میری ایک شرط ہے اور میرا وہی حق مہر ہے، اس کے سوا نہ کوئی مانگوں گی اور نہ کوئی اور حق مہر ہے۔ تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم کیا حق مہر چاہتی ہو، کتنے باغات، کتنا سونا

Marfat.com

چاہیے؟ تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ: ''لا الہ اللہ محمد رسول اللہ'' یہ میرا حق مہر ہے، تم کلمہ پڑھ جاؤ تو میں تم سے شادی کرلوں گی۔

یعنی یہ معیار تھے ان خواتین کے، اور یہ انداز تھا اور اس انداز میں وہ آگے بڑھی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے قدم قدم پہ ان کو عظمتیں عطا فرمائی ہیں۔

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے جب یہ جملہ سنا تو ایک منٹ بھی نہیں لگنے دیا، کہنے لگا جو تیرا رب ہے وہ ہی میرا رب ہے، جو تیرے نبی ہیں وہ ہی میرے نبی ہیں، میں کہتا ہوں:

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

(الطبقات الکبری، و من نساء بنی عدی بن النجار، ج 8، ص: 425)

بین کی ممانعت

یہ مختصر سا انٹروڈیکشن (introduction) تھا، اسلام کی اپنی بیٹیوں سے گفتگو حالت مرگ میں ہو یا حالت خوشی میں، جیسے بھی حالات ہوں اس میں اسلام کے خاص نصاب ہیں، اگر اس پر دختر اسلام قائم نہیں رہتی تو اس کے لیے سخت وعید ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اَلنَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا

جو عورت بین کرتی ہو اور مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے،

عَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ وَ دِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ

اس کو تارکول کا لباس پہنا دیا جائے گا، اور خارش کی ذرع پہنا دی جائے گی۔

اس نے وقت مرگ شریعت مطہرہ کا خیال کیوں نہیں رکھا۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب: التشدید فی النیاحة، ج 2، ص 45، رقم الحدیث: 2203)

Marfat.com

شادی کی تقریب اور دختران اسلام

شادی کی تقریب میں کسی خاتون کا پردے میں جا کر شریعت مطہرہ کے مطابق واپس آنا، اتنا بڑا عمل ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ کچھ عورتیں اور بچے شادی میں شرکت کر کے واپس آ رہے ہیں:

فَقَامَ مُمتنًا ...... تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے کھڑے ہو گئے کہ یہ عورتیں اور بچے شادی سے شرکت کر کے واپس آ رہے ہیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَنتُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ ...... پوری روئے زمین پر اس وقت جتنا مجھے تم سے پیار ہے اتنا مجھے اور کسی سے پیار نہیں ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب: ذهاب النساء و الصبيان الى العرس، ج5، ص 1985، رقم الحدیث: 4885)

آخر وہ کتنا بڑا عمل ہے کہ جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لفظ بول دیئے ہیں کہ تم میرے نزدیک پسندیدہ ترین لوگوں میں سے ہو کہ تم شادی میں شرکت کر کے واپس آ رہی ہو اور تمہارے بچے بھی وہاں شرکت کر کے واپس آ رہے ہیں۔ اگر وہاں بھنگڑے ہوں، یا ڈانس ہو اور وہاں خرافات ہوں اور وہاں بے حیائی ہو، وہاں میوزک ہو اور اس طرح کے تماشے ہوں تو یہ سارے جہنم کے کام ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے کہ:

أَنتُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ......

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واضح کر دیا کہ ایک اسلام کی بیٹی کو شادی میں جاتے وقت سوچنا چاہیے کہ وہ ثواب کمانے جا رہی ہے، گناہ لینے نہیں جا رہی ہے، پھر اس کو پتہ چلے گا کہ میں نے شادی کے فنکشن میں کیسے شرکت کرنی ہے اور شادی کے مراحل کو کس انداز میں طے کرنا ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شریعت مطہرہ پہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و سلم

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر 6

رہن کے مسائل

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم

بسم اللهِ الرحمن الرحيم

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ

(پارہ نمبر 3، سورۃ البقرۃ، سورت نمبر 2، آیت نمبر 283)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِيْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب ودلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت، حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے **''ادارہ صراط مستقیم پاکستان''** کے زیراہتمام **''فہم دین کورس''** میں شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

رہن کے مسائل

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن مجید کا فہم عطا فرمائے، اور اس کے ابلاغ و تبلیغ اور اس پہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ آج کی ہماری حاضری کو ہمارے لاکھوں دکھوں کا مداوا بنائے، ہمارے گناہوں کا کفارہ بنائے اور ہمارے جنت میں جانے کا سبب بنائے۔

رب ذوالجلال نے قرآن مجید میں انسان کے تمام معاملات میں انسان کی راہنمائی فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ کو جہاں یہ پسند ہے کہ میرا بندہ مجھے سجدہ کرے اور میری عبادت میں مصروف رہے، وہاں اللہ تعالیٰ کو یہ بھی پسند ہے کہ میرے بندے کے جو دیگر بندوں کے ساتھ معاملات ہیں وہ بھی میری رضا کے مطابق ہوں، اس واسطے قرآن مجید نے انسانی معاملات کو اپنا موضوع بنایا ہے اور جابجا انسان کے معاملات پر بحث

Marfat.com

کرتے ہوئے انسان کی راہنمائی کی ہے۔

آج جس ماحول میں ہم زندہ ہیں، ایک پوری لابی سازش کے تحت اس پروگرام میں سرگرم عمل ہے کہ اگر انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے نماز پڑھ لیتا ہے، روزہ رکھ لیتا ہے، استطاعت پر حج کر لیتا ہے اور نصاب پر زکوۃ دے لیتا ہے تو یہ اس نے حق بندگی ادا کر دیا، اب اس کے آگے انسان کی اپنی مرضی ہے، وہ سودا کرنا چاہتا ہے تو جس طرح چاہے کرے اور کوئی چیز خریدنا چاہتا ہے تو جس طرح مرضی ہے اسے خریدے، کسی کے پاس کوئی چیز گروی رکھنا چاہتا ہے، کسی سے کوئی قرض لینا چاہتا ہے تو اپنی مرضی کے مطابق لے، ان معاملات زندگی کو اس لحاظ سے اسلامی تعلیمات کا موضوع ہی نہیں سمجھا جاتا اور یہ فکر، سوچ لوگوں میں عام کی جارہی ہے جبکہ قرآن مجید کی سینکڑوں آیات براہِ راست معاملات کے لحاظ سے ہیں، اللہ تعالیٰ کو جہاں یہ پسند ہے کہ میرے بندے میرے دربار میں جھکیں، سجدہ کریں، وہاں اسے یہ بھی پسند ہے کہ میرے بندے دوکان پر بیٹھ کر میری مرضی کے مطابق سودا بیچیں اور میری مرضی کے مطابق سودا خریدیں اور میری مرضی کے مطابق ان کے آپس میں بیع وشراء کے معاملات ہوں، لین دین کے معاملات ہوں، قرض لینے اور قرض واپس کرنے کے معاملات ہوں، گارنٹی اور ضمانت کے لحاظ سے معاملات ہوں، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میرے بندے ہر معاملے میں میرے قرآن مجید سے پوچھیں اور اس سے پوچھ کر معاملہ کریں تاکہ ان کی دنیا جب قرآن مجید کے زیر سایہ گزرے تو دنیاوی معاملات پر بھی ان کو ثواب واجر عطا کر دیا جائے۔

اس لیے ہم فہم دین کورس میں اسلام کے کچھ معاملاتی موضوعات بھی رکھتے ہیں تاکہ وہ

Marfat.com

سبق ملت کو یاد کرایا جائے کہ ہمارا اور کفار کا جو فرق ہے، ان میں سے ایک فرق یہ بھی ہے کہ وہ اپنے معاملات میں آزاد ہیں، ان کی جیسے مرضی ہو کرتے پھریں وہ کلمہ پڑھیں گے پھر ان کو نصاب زندگی ملے گا کہ وہ اس پر چل کر جنت پہنچیں جب وہ کلمہ نہ پڑھیں تو اسی بنیاد پر دائمی جہنمی انہیں جنتی نصاب عمل دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جبکہ بحیثیت مؤمن ایک مسلمان کے لیے اس سلسلہ میں بھی شریعت نے پابندیاں لگا رکھی ہیں اور دائرہ کار وضع کیا ہے، اگر اس کو پیش نظر رکھ کے اپنے معاملات کو طے کرے گا تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بندہ ہے اور اگر چھوڑ دے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت ہوگی اور مؤاخذہ ہوگا اور قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ میں نے تم کو نظام دیا تھا، تم نے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے معاملات کو طے کرنے کا اپنا طریقہ کیوں وضع کیا؟

آج ہم رہن کے مسائل کو بیان کریں گے، عرف عام میں زندگی گزارتے وقت آپ حضرات کو روزانہ ایسی صورتوں کو سامنا ہے اور ہمارے عرف میں یہ معاملات پائے جاتے ہیں مگر شریعت مطہرہ کی روشنی میں طے نہیں کیے جاتے، غیروں کے بنائے ہوئے ضابطے اور قانون کے مطابق طے کیے جاتے ہیں اور ایک مؤمن جو کلمہ رب کا پڑھتا ہے مگر گروی کے مسائل کی جب باری آتی ہے تو ان دستاویزات کو سامنے رکھ لیتا ہے جو بندوں کے بنائے ہوئے ہیں، مارکیٹوں میں رائج ہیں اور لوگوں نے نافذ العمل کر رکھے ہیں، تو ایسے میں ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم قرآن وسنت کا یہ پیغام بھی سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کی اس سلسلہ میں رضا کیا ہے، اور انسان کس طرح دنیا کے ساتھ ساتھ اپنے دین کو بھی راضی رکھ سکتا ہے، اور معاملات ادا کرتے ہوئے بھی وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق

Marfat.com

اپنے معاملات پر نوافل اور تہجد جیسے ثواب کا مستحق بن سکتا ہے۔

رہن کی وضاحت

لغوی معنی: ٹھہرا ہوا ہونا، یا ثابت ہونا،

یُقَالُ: مَاءٌ رَاهِنٌ ...... جو پانی چل نہ رہا ہو، اس کو راہن کہتے ہیں کہ پانی رکا ہوا ہے،

اس طرح اس کا معنی ہوا: بند کر دینا اور روک دینا،

(الفقه الاسلامی و أدلته، الفصل الثانی عشر :الرهن، المبحث الأول :تعريف الرهن، ج6، ص 60)

قرآن مجید میں ہے کہ:

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ...... ہر جان اپنی کرنی میں گروی ہے۔

(القرآن الكريم، سورة المدثر، رقم السورة:74، رقم الآية:38)

ہر بندہ اپنے کام کا مرہون ہے، اس کو اپنے کام کے عوض میں گروی رکھ دیا گیا ہے، کام کے بدلے میں اس کو روک دیا گیا ہے، عمل اگر اچھا ہوگا تو بندہ جنت میں چلا جائے گا، اگر عمل اچھا نہیں ہوگا تو بندہ جہنم میں چلا جائے گا، تو ہر انسان کو اپنے اعمال کے بدلے میں گروی رکھ دیا گیا ہے۔

شرعی معنی:

حَبْسُ شَيْءٍ بِحَقٍّ يُمْكِنُ اِسْتِيْفَاءُهُ مِنْهُ ...... انسان کا کسی پر کوئی حق ہو، اس حق کی گارنٹی کے طور پر، جس پر حق ہے اس کی کوئی چیز اپنے پاس رکھ لے تاکہ کل اگر اس نے اپنا حق ادا نہ کیا تو اس چیز کو بیچ کے اپنے پیسے پورے کر لے، اس کو رہن کہتے ہیں۔

(الفقه الاسلامی و ادلته، الفصل الثانی عشر :الرهن، المبحث الأول:
تعريف الرهن، ج6، ص:61)

Marfat.com

مثال

ایک شخص نے دوسرے سے قرض مانگا تو جو قرض دے رہا ہے، قرض لینے والے کو کہتا ہے کہ تم میرے پاس اپنی کوئی چیز رکھو کہ کل اگر تم قرض نہ دے پائے تو تمہاری چیز میرے پاس موجود ہوگی، میں اس کو بیچ کے اپنا قرض پورا کرلوں گا، کل قرض یا بعض قرض اس سے ادا ہو سکے تو اس کو گروی کہا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر ایک شخص نے قرض لیا اور اپنا مکان قرض دینے والے کو دے دیا کہ یہ تمہارے پاس گروی ہے جب میں قرض واپس کروں گا تو مکان لے لوں گا۔ قرض لیا اور کہا کہ یہ میری بھینس اپنے پاس رکھو، جب میں قرض واپس کروں گا تو واپس لے جاؤں گا۔ اب یہ بھینس اور مکان جو قرض کے عوض دی جاتی ہے اس کو شریعت میں ''رہن'' کہا جاتا ہے کہ اس کو روک دیا گیا ہے جب تک پیسے واپس نہیں آئیں گے اس وقت تک لینے والا مقروض کی چیز واپس نہیں کرے گا تو شریعت مطہرہ میں رہن رکھنا جائز ہے، رہن وصول کرنا بھی جائز ہے۔

قرآن مجید اور حکمِ رہن

قرآن مجید میں بھی اس کا حکم موجود ہے، رسول اکرم ﷺ نے بیسیوں فرامین میں اس رہن کے مسائل کو بیان کیا ہے، لہذا کسی چیز کو کسی کے پاس گروی رکھنا جائز ہے، اس کے احکام ہیں ان کی روشنی میں اگر گروی رکھا جائے گا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر ان کو چھوڑ کر کوئی اپنا گروی رکھنے کا بنایا ہوا طریقہ اخذ کیا جائے گا تو اس میں مؤمن گنہگار ہوگا، چونکہ مؤمن نے کلمہ پڑھ کے یہ عہد کیا ہے کہ میں اپنا ہر کام ویسے کروں گا،

Marfat.com

جیسے اس کام کے بارے میں میرے رب نے حکم فرمایا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ ...... اور اگر تم سفر میں ہو۔

صورتحال یہ ہے کہ تم کسی سے قرض لینا چاہتے ہو، حالت سفر میں مجبوری بن گئی ہے، قرض لینا پڑ گیا ہے،

وَلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا ...... اور لکھنے والا نہ پاؤ۔

اور وہاں کوئی ایسا کاتب نہیں ہے کہ جو لکھے کہ میں فلاں سے اتنا قرض وصول کر رہا ہوں تا کہ کل وہ دستاویز پیش کر سکے، جس نے قرض دینا ہے اس کے پاس کوئی ثبوت ہو کہ کل تم نے مجھ سے قرض لیا تھا اور یہ تم نے لکھ کے دیا تھا یا فلاں کاتب نے یہ لکھ کر دیا تھا۔ اگر ایسی صورتحال نہ ہو تو پھر ضمانت کا ایک اور طریقہ بھی ہے، اور وہ یہ ہے کہ:

فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ...... تو گرہ ہو قبضہ میں دیا ہوا۔

تو ایسی صورتحال میں جو قرض لے رہا ہے وہ اپنی کوئی چیز قرض دینے والے کو دے دے اور قرض دینے والا اس پر قبضہ کر لے تو یہ رہن کا معاملہ ہے، جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

اس سے بات میں پختگی آ جائے گی اور کل جھگڑا نہیں ہو گا اور اس سلسلہ میں قرض دینے والے کو اطمینان آ جائے گا۔ اگر کوئی لکھنے والا نہیں تو رہن کی صورت اختیار کر لو، جو قرض وصول کر رہا ہے وہ قرض دینے والے کو اپنی طرف سے کوئی چیز دے دے اور اس میں تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ حکم صرف سفر کے ساتھ خاص نہیں ہے، اگر چہ لفظ یہ ہیں کہ:

Marfat.com

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ ...... اگر تم سفر پر ہو، تو رہن کا حکم برابر ہے خواہ سفر میں کوئی رکھنا چاہے تب بھی رکھ سکتا ہے، حضر میں رہن رکھنا چاہے تب بھی رکھ سکتا ہے۔

(الفقه الاسلامي و أدلته، الفصل الثاني عشر: الرهن، المبحث الأول: تعريف الرهن، ج6، ص 62)

رھن رکھ کر جو پیسے وصول کیے جاتے ہیں وہ آج بھی ہمارے زمانے میں رائج ہیں، تو یہ اسی آیت کریمہ کا حصہ ہے، لیکن اس کے کچھ احکام ہیں جن کو ابھی تفصیل سے بیان کریں گے۔ پھر اس کو ذہن میں رکھتے ہوئے اپنی زندگی کے معاملات طے کرنے ہیں تاکہ فرق واضح رہے کہ کافر دین سے آزاد ہے اور وہ شریعت کا بھگوڑا ہے، وہ جس وقت دنیا میں مصروف ہوتا ہے تو وہ دنیا میں ہی مصروف ہوتا ہے مگر مؤمن کی شان یہ ہے کہ اس نے کلمہ پڑھ کے اپنے آپ کو اپنے رب کے یوں سپرد کیا ہے کہ اللہ کی رضا کے مطابق دنیا کے کام بھی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی دنیا پر بھی اس کو اجر دینے کا اعلان فرما رکھا ہے۔

حدیث نمبر: 1

قرآن مجید کے بعد حدیث مبارکہ سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے کہ رہن رکھنا باقاعدہ سنت نبوی ﷺ ہے، اس سلسلہ میں بخاری شریف میں حدیث موجود ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِشْتَرٰی مِنْ يَهُوْدِيٍّ طَعَامًا اِلٰى أَجَلٍ وَ رَهَنَهٗ دِرْعًا لَهٗ مِنْ حَدِيْدٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک یہودی سے ایک مدت تک طعام خریدا اور اس کے پاس اپنی زرہ رہن میں رکھی۔

(صحيح البخاري، كتاب السلم، باب: الرهن في السلم، ج2، ص 784، رقم الحديث 2134)

Marfat.com

یہاں پر یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا تھا اور کہا تھا کہ اے محبوب! اگر تم چاہتے ہو تو احد پہاڑ کو سونے کا بناتا ہوں اور یہ تمہارے ساتھ موبائل رہے گا، جہاں تم جاؤ گے وہاں چل کے احد بھی جائے گا، اس کی موبائل سروس ہو گی، جہاں جتنی ضرورت ہو گی وہاں اتنا سونا اٹھا کے دے دینا، تو ہمارے آقا ﷺ نے کہا کہ اے اللہ! مجھے احد پہاڑ کے سونے کی ضرورت نہیں ہے، میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن کھاؤں تو شکر کروں اور دوسرے دن نہ کھاؤں تو صبر کروں۔

(الشفا بتعريف حقوق المصطفى، الباب الثاني: في تكميل الله تعالى له المحاسن خلقا و خلقا ......، فصل: و أما زهده ......، ج:1، ص:93)

رسول اکرم ﷺ نے خود اس چیز کا انتخاب اپنے لیے کر لیا، جب ایسی صورتحال تھی تو کوئی بعید نہ تھا کہ جب یہودی سے جو خریدنے پڑے ہیں اور ذرعہ رہن میں رکھی ہے تو یہاں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے تو اگر براہِ راست بنی اسرائیل کے لیے من و سلوی کا نزول ہو سکتا ہے تو سید عالم ﷺ کی ہلکی سی تمنا ہوتی تو سارا گھر غلہ سے بھر جاتا لیکن مطلب یہ تھا کہ امت کو سنت بھی عطا کرنی ہے اور امت کو طریقہ بھی عطا کرنا ہے، یہی سبب ہے کہ رسول اللہ ﷺ حالت بشر میں دنیا میں جلوہ گر ہوئے، یہ جو بشری حاجات ہیں ان کے لحاظ سے لوگوں کی راہنمائی کرنی ہے اور رسول اکرم ﷺ اگر لباس بشر میں نہ ہوتے تو بشری حاجات سامنے نہ آتیں پھر لوگوں کی عملی طور پر راہنمائی نہ ہو سکتی تو یہ حکمتیں تھیں جن کے پیشِ نظر رسول اکرم ﷺ کو حالتِ بشر میں دنیا میں بھیجا گیا۔

Marfat.com

ادھر رسول اکرم ﷺ کو جو کی ضرورت ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا انتظام فرما سکتا ہے لیکن اس میں مقصد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہودی کے پاس زرہ رکھ کے جو لیں گے تو کل قیامت تک کا کوئی محقق، کوئی عالم، کوئی مفتی، کوئی قاضی سوچنے لگے گا کہ رہن کا جواز ہے تو کیا اس کا ثبوت نبی اکرم ﷺ سے ملتا ہے یا نہیں؟، تو اس کے سامنے یہ حدیث شریف آجائے گی تو اس وقت امت کا مسئلہ حل ہو جائے گا کہ یہ وہ عمل ہے جو خود سیرت سے ثابت ہے، اس میں کسی طرح کی کوئی قباحت موجود نہیں ہے۔

اگر کوئی بندہ ان شرائط کے مطابق کرتا ہے جو رسول اکرم ﷺ نے عطا فرمائی ہیں، تو یہ سیرت نبوی ﷺ کا حصہ ہے، تو اس بنیاد پر اگرچہ دوسرے طریقوں سے سب کچھ پورا ہو سکتا تھا مگر نبی اکرم ﷺ کا پیکر یہ ہے کہ:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔

تحقیق تمہارے لیے رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

(القرآن الكريم، سورة الأحزاب، رقم السورة: 33، رقم الآية: 21)

رسول اکرم ﷺ ذرعہ رکھ کے غلہ لے رہے ہیں، اس سے صرف ضرورت کو پورا کرنا مقصد نہیں تھا، براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق کے نزول سے اس کا اہتمام ہو سکتا تھا مگر امت کو تشریع احکام اور تسنین اور سنت بنانے کے لیے ایسی چیزیں سامنے رکھی گئی ہیں، یہ میرے محبوب ﷺ کا پیکر ہے، اور اس پیکر کی ہر ہر حالت ہے، جس انداز میں گزر رہے ہیں، چل رہے ہیں، بیٹھے ہیں، یا کھڑے ہیں، کوئی دن گزر رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے ہی رسول اللہ ﷺ کی امت کے لیے مینارہ نور بنا دیا ہے۔

Marfat.com

حدیث نمبر:2

رسول اکرم ﷺ دوسرے مقام پر رہن کے احکام بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اَلظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا ...... کوئی کسی سے قرض لیتے ہوئے اپنی گھوڑی رہن میں دے دیتا ہے، یا گدھا رہن میں دے دیتا ہے، یا اونٹی رہن میں دے دیتا ہے تو اس کے لیے جائز ہے کہ اس پر سواری کرے، اگر مقروض نے قرض دینے والے کو اجازت دی رکھی ہے تو پھر قرض دینے والے کے لیے اس مرہونہ چیز پر سواری کرنا جائز ہے، لیکن قرض دینے والے کو سواری کا خرچہ برداشت کرنا پڑے گا، جتنا چارہ ہے اس کا ذمہ دار وہ ہو گا جس کے پاس اب سواری ہے، گھوڑے یا گدھے یا اونٹ کے چارے کا اہتمام قرض دینے والا کرے اور ان کی حفاظت بھی کرے، وقت آنے پر ضرورت کے تحت اس پر سواری کر سکتا ہے،

پھر فرمایا:

لَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهِ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا ...... کسی نے قرض دینے والے کو رہن میں بھینس دی ہوئی تھی یا دودھ دینے والا کوئی جانور تو بھینس کا چارہ قرض دینے والے کے ذمے ہے، چارہ وہ ڈالے گا اور دودھ بھی وہ ہی استعمال کرے گا۔

(صحيح البخاری، کتاب الرهن، باب :الرهن مركوب و محلوب،
ج :2، ص :888، رقم الحديث :2377)

حدیث نمبر:3

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

Marfat.com

لَا یُغْلَقُ الرَّهْنُ مِنْ صَاحِبِهِ الَّذِیْ رَهَنَهٗ لَهٗ غُنْمُهٗ وَ عَلَیْهِ غُرْمُهٗ ...... قرض لینے والے نے رہن کی چیز قرض دینے والے کے پاس رکھی تو قرض دینے والا مرہونہ چیز کو ہمیشہ کے لیے نہیں روک سکتا۔

(السنن الکبری، کتاب الرهن، باب: ما جاء فی زیادات الرهن، ج 6، ص 65، رقم الحدیث: 11210)

یا ایسا ہو کہ قرض لینے والے نے کہا تھا کہ ایک مہینے میں پیسے واپس کر دوں گا، ایک مہینے میں وہ واپس نہیں کر سکا تو قرض خواہ کہے کہ یہ چیز میری ہے، تو ایسا کرنا جائز نہیں بلکہ یہ چیز اسی مالک کی ہے جس کی وہ چیز تھی اگر چہ وقت معین میں وہ چیز واپس نہیں کر سکا، اسے پھر بھی مہلت دی جائے گی، جب تک قرض واپس نہیں دے گا اس وقت تک بھینس قرض دینے والے کے پاس رہے گی، لیکن یہ اس کی اپنی نہیں ہوگی، مقروض ہی اس کا مالک ہے، جب بھی وہ پیسے ادا کرے گا تو یہ بھینس اس کو واپس کر دی جائے گی۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جامع جملہ ارشاد فرمایا کہ:

لَهٗ غُنْمُهٗ وَ عَلَیْهِ غُرْمُهٗ

یہ اسلام بڑا جامع دین ہے، اس نے صرف تسبیح پڑھنے کا نہیں، صرف سجدہ کرنے کا طریقہ نہیں، بلکہ اس نے تو نظام زندگی کو بھی واضح کر دیا، اور اس نے ہر شعبے میں انسان کی راہنمائی کی ہے، میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ضابطہ دے رہے ہیں کہ:

لَهٗ غُنْمُهٗ وَ عَلَیْهِ غُرْمُهٗ ...... مقروض نے بکری قرض خواہ کو رہن میں دی تھی، ابھی تک قرض واپس نہیں کیا، کئی سال گزر گئے اور بکری کے بچے پیدا ہوتے رہے، تو وہ بچے کس کے ہیں؟ اس طرح اونٹنی یا اونٹ جو رہن میں رکھا گیا تھا، قرض خواہ کے گھر

Marfat.com

سے کھل گیا اس نے کسی کی بکری ماردی تو اب یہ تاوان کس کو دینا پڑے گا؟ یہ ساری صورتیں رسول اکرم ﷺ کے پیش نظر تھیں، اسی طرح زرخرید غلام بھی رہن میں رکھے جاسکتے ہیں، اگر کسی نے غلام رہن میں رکھا، قرض خواہ کے ہاں غلام نے کسی بندے کو جاکر قتل کردیا، اب قتل خطا ہوگیا، اس کا تاوان کس پر پڑے گا؟ ان ساری چیزوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

لَهُ غُنْمُهُ وَ عَلَيْهِ غُرْمُهُ ...... مقروض، جس نے قرض خواہ کے ہاں رہن رکھا تھا تو رہن کا سارا فائدہ اسی کے لیے ہے جو اصل میں بکری، یا اونٹ، یا بھینس کا مالک ہے، مرہونہ چیز میں جتنا اضافہ ہو وہ سارا اضافہ مالک کا ہوگا، وہ قرض دینے والے کا نہیں ہوگا، جس بکری نے کئی بچے دیئے وہ سارے کے سارے مالک کے ہوں گے، قرض خواہ پہ لازم ہے کہ وہ سارے مقروض کو واپس کرے، اگر مرہونہ چیز نے کسی کا نقصان کردیا تو قرض خواہ سے تاوان نہیں لیا جائے گا، تاوان اس کے مالک مقروض سے لیا جائے گا۔

حقیقت میں یہ ساری چیزیں جس کی ہیں، وہ پیسے دے گا اور یہ چیزیں واپس لے لے گا یعنی شریعت نے کتنی باریکیاں بھی بیان کردی ہیں۔

کوئی ایسا ضابطہ دنیا میں نہیں ملتا کہ جس نے ہر ہر جہت پر اتنی بحثیں کی ہوں اور اتنے قوانین وضع کیے ہوں اور اتنی ہدایات کی ہوں، یہ ساری چیزیں رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کو دیں تو فرمایا کہ میں تمہیں ایسا دین دے کے جا رہا ہوں کہ:

لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا ...... اس کی رات بھی اتنی روشن کردی ہے جتنا کہ دن روشن ہوتا ہے۔

(المستدرك على الصحيحين، كتاب العلم، ج:1، ص:175، رقم الحديث:331)

Marfat.com

یعنی یہ نہیں کہ میرے ماننے والے یہ کہیں کہ ہمارے محبوب ﷺ حج کا طریقہ تو بتا گئے مگر یہ نہیں بتایا کہ رہن لینا کس طرح ہے اور رہن دینا کس طرح ہے، اس کی صورتیں کیا ہیں، ہمارے آقا ﷺ کی لاکھوں احادیث کا ذخیرہ امت کے پاس موجود ہے اور ہر ہر جہت کو بیان کرنے کا مطلب یہ تھا کہ جو میرے امتی ہیں، انہوں نے کسی اور سے بات نہیں پوچھنی، انہوں نے میرا فیصلہ پوچھنا ہے، میری سنت کو سامنے رکھنا ہے، دنیا کے معاملات میں سنت پہ چلیں گے تو اللہ تعالیٰ ڈھیروں اجر وثواب عطا فرمائے گا۔

اس امت کو نظام زندگی میں وہ طریقہ دیا گیا جو طریقہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کا ہے تاکہ ان معاملات میں جب کوئی بندہ آگے بڑھ رہا ہو تو اس پر رسول اکرم ﷺ کی محبوبیت کا عکس پڑتا رہے۔

رہن کے ارکان وعناصر

ہر چیز کے ارکان ہوتے ہیں، جس طرح کہ نماز کے ارکان: قیام ایک رکن ہے، رکوع ایک رکن ہے، سجدہ ایک رکن ہے، ایسے ہی رہن کے بھی کچھ ارکان ہیں اور اس کے بھی کچھ عناصر ہیں۔

رہن کے چار (4) عناصر ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

☆...... راہن:

قرض لینے والا کوئی چیز اس (قرض) کے عوض میں رہن رکھے تو اس کو "راہن" کہتے ہیں۔

☆...... مرتہن:

جس کے پاس قرض کے بدلے میں کوئی چیز رہن رکھی گئی ہو تو اس کو "مرتہن" کہتے ہیں۔

☆...... مرہون:

وہ چیز جس کو مقروض نے قرض خواہ کے پاس رکھا ہو، اس کو "مرہون" کہتے ہیں۔

Marfat.com

☆...... مرہون بہ:

وہ پیسے جن کے بدلے میں رہن رکھا جائے، ان کو "مرہون بہ" کہتے ہیں۔

رہن رکھنے والا راہن ہے اور رہن وصول کرنے والا مرتہن ہے اور جو چیز رہن رکھی جارہی ہے وہ مرہون ہے اور جن پیسوں کے بدلے میں رکھی جارہی ہے وہ مرہون بہ ہیں۔

(الفقه الاسلامی و ادلته، الفصل الثانی عشر، المبحث الأول: أحوال الرهن، ج6، ص:64)

مثال:

زید نے عمرو سے دس ہزار روپے لیے اور اپنی ایک بکری اس کے پاس رہن رکھ دی، زید راہن ہے، عمرو مرتہن ہے، بکری مرہون ہے، اور دس ہزار روپے مرہون بہ ہیں۔

تو یہ رہن کے عناصر اربعہ ہیں، اس کی کوئی بھی صورتحال ہوسکتی ہے، پیسوں کا عوض کوئی چیز ہوسکتی ہے، کبھی کوئی مکان، دوکان، کپڑا اور کبھی کوئی دوسری چیز اس کے بدلے میں رہن رکھی جاسکتی ہے، لیکن ہر چیز کو رہن میں نہیں رکھا جاسکتا اس کے لیے کچھ شرائط ہیں جن کو شریعت میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

رہن کی شرائط

رہن کی متعدد شرائط ہیں، جن کو اب ہم وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں،

اول: شروط عاقدین

پهلی شرط: اهلیت:

عاقدین میں رہن کے لیے شرط اہلیت ہے یعنی راہن و مرتہن دونوں اس کے اہل ہوں، یعنی دونوں عاقل و سمجھ دار ہو، جو پاگل ہے وہ عقد نہیں کرسکتا، ایک نابالغ بچہ ہے تو اس

Marfat.com

کے لیے بیع وشراء جائز نہیں ہے، اس کے لیے رہن کا عقد کرنا بھی جائز نہیں ہے، رہن کا عقد اس کے لیے جائز ہوگا جو قریب البلوغ ہے یا پھر بالغ ہے، جس کو امور کی سمجھ آ چکی ہے، تو اہلیت شرعی جب اس میں موجود ہوگی تو پھر اس کو اجازت دی جائے گی کہ کسی کے ساتھ بھی عقد رہن کر سکتا ہے، ایسا معاملہ کرنا اس کے لیے جائز ہے۔

مرہون کی شرائط:

جس چیز کو رہن رکھنا ہے اس کی کڑی شرائط ہیں:

شرط اول:

☆......: أَنْ يَّكُوْنَ الْمَرْهُوْنُ قَابِلًا لِلْبَيْعِ ...... مرہون ایسی چیز ہو جو بیع کے قابل ہو یعنی وہ بیچی جا سکے۔

(الفقه الاسلامي و ادلته، الفصل الثاني عشر، المبحث الثاني: شروط الرهن، المطلب الرابع: شروط المال المرهون، ج:6، ص:83)

اگر کوئی ایسی چیز ہے جو بیچی نہیں جا سکتی تو اس کو کسی کے پاس رکھ کے قرض وصول نہیں کیا جا سکتا، اس کو مرہون نہیں بنایا جا سکتا۔

قابل بیع ہونے میں چند شرائط ہیں:

قابل بیع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وقت عقد وہ چیز بک سکتی ہو، جب معاملہ ہو رہا ہو اس وقت اگر وہ چیز فروخت ہو سکتی ہے تو پھر اس کو رہن رکھا جا سکتا ہے، ورنہ رہن میں نہیں رکھا جا سکتا۔

مثال:

قرض لینے والا یہ کہے کہ اس سال مالٹے کے باغ میں جو مالٹے لگیں گے وہ تیرے پاس

Marfat.com

رہن رکھ رہا ہوں تو آپ مجھے ایک لاکھ روپے دے دیں تو اب شرعی طور پر یہ رہن رکھنا جائز نہیں ہوگا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جس چیز کو رہن رکھا جا رہا ہے وہ چیز بیچی نہیں جا سکتی کیونکہ وہ ابھی معدوم ہے، ابھی وہ موجود نہیں ہے، وہ موجود ہو تو پھر اس کی بیع ہو سکے گی، جو چیز موجود نہ ہو اس کی بیع نہیں ہو سکتی۔

آج ہمارے معاشرے میں یہ خرافات رائج ہیں اور حرام بیوع کی جاتی ہیں، جو چیز ابھی معرض وجود میں نہیں آئی اس کو شرعاً بیچنا ناجائز اور حرام ہے۔

ایک شخص کہتا ہے کہ اس سال میری بکری جو بچہ دے گی وہ میں دو ہزار میں بیچ دیتا ہوں تو یہ بیع کرنا حرام ہے کیونکہ جس چیز کو ابھی وجود نہیں ملا اس کو بیچا نہیں جا سکتا۔

ایسے ہی ایک پرندہ ہوا میں اڑ رہا ہے، کوئی کہتا ہے کہ یہ پرندہ جو ہوا میں اڑ رہا ہے یہ میں تمہیں پکڑ دوں گا اور اس کے عوض تم مجھے دو ہزار روپے دے دو، یا سمندر میں مچھلیاں ہیں، میں سو (100) مچھلیاں تیرے پاس اتنے کی بیچ رہا ہوں، ابھی پکڑی نہیں ہیں تو یہ ساری بیوع حرام ہیں، اس واسطے کہ جس چیز کو بیچا جا رہا ہے وہ چیز اس وقت اگلے کے قبضے میں نہیں دی جا سکتی، یہ اس میں احتمالی صورتحال ہے، ابھی بعد میں پتہ چلے گا کہ وہ پکڑی بھی جاتی ہیں یا نہیں، وہ معرض وجود میں آتی ہے یا نہیں، فصل پکتی ہے یا نہیں، پھل لگتا ہے یا نہیں، وہ بکری صحیح بچہ جنم دیتی ہے یا نہیں، اس واسطے یہ ساری صورتیں جن میں بیع ناجائز ہے، ان چیزوں کو رہن میں رکھنا بھی ناجائز ہے۔

شرط ثانی:

☆......: أَنْ يَكُوْنَ مَالًا...... وہ چیز مال بھی ہو۔

(الفقه الاسلامی و ادلته، الفصل الثانی عشر، المبحث الثانی: شروط الرهن، المطلب الرابع: شروط المال المرهون، ج 6، ص 84)

Marfat.com

اب سوچ رہے ہوں گی کہ ایسے بھی دین کے موضوعات ہیں۔ نصف حصہ دین کا معاملات سے تعلق رکھتا ہے، آج مسلمانوں میں جو انحطاط ہے وہ صرف اس لیے ہے کہ وہ معاملات والا دین سرد خانے میں پڑا ہے، نماز اور روزے والا دین کچھ چل رہا ہے، باقی آدھا دین (معاذ اللہ) معطل کر کے رکھ دیا گیا ہے، نہ کوئی اس کے بارے میں پوچھتا ہے اور نہ اس کے بارے میں کوئی بتاتا ہے، وہ دین جو طائف کے بازار میں پتھر کھا کر سرکار ﷺ نے پیش کیا تھا، اگر ابوجہل جیسے لوگوں کو یہ سوجھی کہ وہ مکہ شریف سے چل کر بدر میں لڑے تو اس معاملاتی دین کی وجہ سے، نماز، روزے والا دین تو مکہ شریف میں مسلمانوں کا تھا اس وقت ان کو اتنا خطرہ محسوس نہیں ہوا لیکن جب مدینہ شریف میں سٹیٹ بن گئی اور معاملات والا دین بھی درمیان میں آگیا، اور سلطنت کے احکام بنے تو اب ان کو پتہ چلا کہ جو فیصلے ہم کرتے تھے وہ فیصلے اسلام کر رہا ہے، ہماری چودھراہٹ داؤ پہ لگ گئی ہے، لہٰذا اس دین کو روکنا چاہیے، ورنہ کل یہ سارے معاملات اپنے کنٹرول میں کر لے گا۔

یعنی جس وقت سجدے خدا کو ہوتے تھے تو اس پر ابوجہل کو اتنا غصہ نہ آیا کہ ہمارے بتوں کو سجدے کیوں نہیں ہو رہے، ہم ان کو روکیں، مسلمان اُن کے گھروں کے پاس موجود تھے، اس وقت حملہ نہیں کیا لیکن وہاں بدر میں جب سفر کر کے پہنچا ہے تو در دیہ ہو رہا تھا کہ یہ مسجد تک نہیں، یہ تو پوری دنیا میں اپنا نظام دینے والے لوگ آگئے ہیں، مدینہ شریف میں سلطنت بنا دی ہے اور ہر چیز میں ان کے اپنے ضابطے ہیں، اب ہماری چودھراہٹ کو کون پوچھے گا؟ اب پنچایت ان کی ہوگی، فیصلے ان کے ہوں گے، نظام ان کا ہوگا، یہ اندرونی معاملہ ہے جو باطل قوتوں کو سب سے زیادہ چبھتا ہے یعنی آج

Marfat.com

امریکہ جیسی جو سلطنتیں ہیں ان کو مسلمانوں کی نماز اور سجدے پہ اتنا افسوس نہیں ہے یا ان (نماز وسجدہ) کو دیکھ کر انہیں اتنا غصہ نہیں آتا جتنا وہ اسلام کے نظام سے الرجک ہیں۔

وہ نیو ورلڈ آرڈر پیش کرنے کی جسارت اس لیے کر رہے ہیں کہ یہ اسلام ایک آرڈر ہے، یہ محض ایک عقیدہ، یا مسجد کا دین نہیں ہے یہ دیگر معاملات کے نظام کو رائج کرنے والا دین ہے۔

اس واسطے آرڈر اور معاملہ دین کا بڑا اہم پہلو ہے، اور اس کو طاقِ نسیاں بنا کے رکھ دیا گیا ہے، جیسے (معاذ اللہ) کافر اپنا معاملہ کرتے ہیں، مؤمن کہتا ہے کہ میں بھی ویسا ہی کروں گا، اس کو پتہ ہی نہیں چل رہا کہ میں نے کلمہ پڑھ کے یہ عہد کر لیا ہے کہ جیسے اے اللہ! سجدے کر کے تجھے راضی کرنا ہے، ایسے ہی دوکان بھی تیری مرضی کے مطابق چلا کر تجھے راضی کرنا ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واضح کر دیا ہے، یہ فقہاء کرام کا اس امت پہ احسان ہے کہ انہوں نے قرآن وسنت کی تفصیل کتنی کی ہے، ادھر شریعت میں اتنا آ گیا کہ تم کوئی چیز رہن میں رکھو اور پیسے لے لو، اب فقہاء کرام نے ایک حدیث سے شرطیں بیان کر دیں، سارے قرآن وسنت کے ضابطے سامنے رکھ کے امت کے لیے آسانی پیدا کر دی، اگر ہر بندہ جس نے کوئی چیز بطور رہن رکھنی تھی، وہ پڑھنے نکلتا، غور کرتا، مجتہد بنتا، بوڑھا ہو کے مر جاتا اور جو پڑھنا چاہتا تھا وہ معاملہ اس کو سمجھ نہ آتا، تو پھر معاملات کیسے چلتے؟ یہ ان فقہاء کرام کا احسان ہے، انہوں نے کتنی محنت کی، جگر پگھلایا:

کتنی پلکوں سے نمی مانگ کے لائی ہو گی
پیاس تب پھول کی شبنم نے بجھائی ہو گی

Marfat.com

قرآن وسنت میں انہوں نے غوطے لگا کر دین کی تدوین کر کے ہر ہر مسئلہ ابواب کی شکل میں پیش کر دیا اور ساری دنیا اور وہ جو منکرینِ فقہ ہیں وہ بھی اس پکائی ہوئی کھیر کو کھاتے ہیں، اور گزارہ کرتے ہیں۔ ورنہ براہ راست ان سے پوچھا جائے کہ جو رہن جائز ہے، اس کی شرائط براہ راست بخاری سے دکھاؤ تو وہ شرائط دکھانے کی جسارت ہرگز نہیں کر سکیں گے کیونکہ وہ حدیث کا ٹیکسٹ پیش کر سکتے ہیں کہ یہ حدیث کا متن ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایک چیز رہن میں رکھی ہے، آگے ان کی شرائط کیا ہوں گی؟ تو یہ ہزاروں احادیث کو سینے میں محفوظ کرنے والے فقہاء کا کام ہے، جنہوں نے قرآن وسنت کے زیر سایہ بیٹھ کر ہر ہر جزئی کو روشن کر کے بیان کر دیا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ مرہون چیز اگر مال نہ ہو تو اس کو رہن نہیں رکھا جا سکتا۔

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ جو چیز بھی ہوتی ہے، وہ مال تو ہوتی ہی ہے، تو کچھ چیزیں ایسی ہیں جو مال ہوتی ہیں اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جو مال نہیں ہوتی ہیں۔

مثال: مردار، یہ مؤمن کا مال نہیں ہے، وہ حرام ہے۔ وہی مردار جس پہ چمڑا بھی ہے، استعمال ہو سکتا ہے لیکن جب تک وہ زندہ تھا، اس کو ذبح نہیں کیا گیا تھا تو وہ ویسے ہی مر گیا ہے اب اس چمڑے کو ایسی حالت میں بیچنا حرام ہے کیونکہ وہ مال نہیں ہے، اس مرادر کو بیچنا اور اس کی ہڈیوں کو بیچنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ مال نہیں ہیں۔

اسی طرح شراب مؤمن کے لیے مال نہیں ہے، مؤمن نہ شراب رکھ سکتا ہے، نہ بیچ سکتا ہے، اور نہ ہی خرید سکتا ہے، شراب مؤمن کا مال ہی نہیں ہو سکتا، کافر کا مال ہو سکتا ہے۔

ایسے ہی حالت احرام میں حرم کا شکار کرنا نا جائز ہے تو وہ بھی کا مؤمن کا مال نہیں ہے، تو جو چیز رہن میں رکھی جائے اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ مال ہو، اگر وہ مال نہیں ہے تو

Marfat.com

اس کو رہن میں رکھ کر قرض نہیں لیا جا سکتا ہے۔

شرط ثالث:

أَنْ يَكُوْنَ مُتَقَوَّمًا ...... وہ چیز مال متقوم ہے یعنی اس کی قیمت لگائی جا سکتی ہو۔

(الفقه الاسلامی و ادلته، الفصل الثانی عشر، المبحث الثانی: شروط الرهن، المطلب الرابع: شروط المال المرهون، ج 6، ص 85)

مثال: خنزیر، یہ مسلمانوں کے لیے مال متقوم نہیں ہے، اس کو رہن میں نہیں رکھا جا سکتا اور کوئی حلال چیز ہو تو اس کو رہن میں رکھا جا سکتا ہے۔

شرط رابع:

أَنْ يَكُوْنَ مَعْلُوْمًا ...... وہ چیز جس کو رہن میں رکھنا ہے، معلوم ہو۔

(الفقه الاسلامی و ادلته، الفصل الثانی عشر، المبحث الثانی: شروط الرهن، المطلب الرابع: شروط المال المرهون، ج 6، ص 85)

اگر وہ چیز معلوم نہیں ہے تو اس کو رہن نہیں رکھا جا سکتا۔

مثال:

قرض لینے والا کہے کہ میں تیرے پاس سونا رہن رکھتا ہوں تو مجھے دس ہزار روپے دے دے تو اب یہ معلوم نہیں ہے، مجہول ہے کیونکہ سونا رتی بھی ہو سکتا ہے، سونا تولہ بھی ہو سکتا ہے، سونا دس تولے بھی ہو سکتا ہے، تو کوئی چیز رہن رکھتے وقت بولنا لازم ہے کہ وہ کتنی چیز رہن رکھ رہا ہے، اگر پہلی والی جمیع شرائط اس میں موجود ہوں مگر مال معلوم نہ ہو تو پھر اسے رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔

کیونکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ کوئی معاملہ ایسا نہ ہو کہ جس میں کل جھگڑا بن سکتا ہو، تو ساری

Marfat.com

چیزیں پہلے طے ہونی چاہیں کہ کتنا سونا میں تیرے پاس رہن رکھوں گا اور کتنا قرض لوں گا، لہٰذا اگر وہ مرہونہ چیز معلوم نہیں ہے تو پھر بھی اس کو رہن میں رکھنا جائز نہیں ہے۔

شرطِ خامس:

أَنْ يَكُوْنَ مَمْلُوْكًا لِلرَّاهِنِ ...... وہ چیز، جو راہن رہن کے طور رکھنا چاہتا ہے، وہ چیز راہن کے ملک میں ہو۔

(الفقه الاسلامی و ادلته، الفصل الثانی عشر، المبحث الثانی: شروط الرهن، المطلب الرابع: شروط المال المرهون، ج6، ص 86)

ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ چیز بھائی کی ہو اور وہ اٹھا کر دے آئے کہ یہ رہن میں رکھ لو، یہ چیز اس کے اپنے ملک میں نہیں تو اس کو رہن نہیں رکھا جا سکتا، باپ کی کوئی چیز اٹھا کے رہن رکھ آئے کہ تم یہ پاس رکھو اور اتنے پیسے مجھے دے دو، جب میں پیسے واپس کروں گا تو یہ چیز لے لوں گا تو شریعت کہتی ہے کہ ایسا کرنا ناجائز ہے کیونکہ رہن کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی چیز ہو۔

اگر کسی کی چیز ادھاری لی ہوئی تھی وہ رہن میں رکھ آئے اور پیسے قرض میں لے لے تو یہ بھی جائز نہیں ہے، اس میں پانچویں شرط یہ ہے کہ جس چیز کو رہن میں رکھنا ہے وہ اس کے اپنے ملک میں ہو۔

شرط سادس:

أَنْ يَكُوْنَ مُفَرَّغًا ...... چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ چیز فارغ بھی ہو تو اس چیز کو رہن میں رکھا جا سکتا ہے۔

(الفقه الاسلامی و ادلته، الفصل الثانی عشر، المبحث الثانی: شروط الرهن، المطلب الرابع: شروط المال المرهون، ج6، ص:87)

Marfat.com

مثال:

کھجور کا درخت کسی کے پاس رہن رکھنا چاہتا ہے اور اس پر کھجوریں اُس کی ہیں، کہتا یہ ہے کہ صرف درخت تمہارا ہے اور کھجوریں میری ہیں، اب چونکہ دونوں چیزیں آپس میں متصل ہیں۔

کھجوریں اور کھجور کا تنا آپس میں ملے ہوئے ہیں، کھجوریں کھجور سے چونکہ جدا نہیں تو اس درخت کو جدا کر کے رہن میں نہیں دے سکتا، اس واسطے فارغ چیز کو رہن میں رکھا جا سکتا ہے ورنہ ایسی چیز کو رہن میں نہیں رکھا جا سکتا۔

گندم خود کاشت کی ہوئی ہے، قرض لینے والا کہتا ہے کہ گندم میری ہے لیکن زمین تمہیں رہن میں دے رہا ہوں تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ وہ زمین فارغ نہیں ہے، گندم کاٹ لے یا گندم سمیت رہن میں رکھ لے تو اس صورت میں رہن رکھا جا سکے گا۔

شرط سابع:

أَنْ يَّكُوْنَ مُتَمَيِّزًا ...... ساتویں شرط یہ ہے کہ وہ چیز جس کو رہن رکھا جا رہا ہے وہ متمیز ہو اور اس میں امتیاز موجود ہو۔

(الفقه الاسلامی و ادلته، الفصل الثانی عشر، المبحث الثانی: شروط الرهن، المطلب الرابع: شروط المال المرهون، ج 6، ص :87)

اب آپ دیکھیں صرف ایک چھوٹا سا کام ہے، آج بندہ کہتا ہے کہ میں نے رہن چیز رکھنی ہے، میری مرضی ہے اور دوسرے بندے کی مرضی ہے، ادھر شریعت کی مرضی پوچھتے ہی نہیں کہ جس نے اتنے ضابطے معین کر رکھے ہیں، تو مرہونہ چیز متمیز ہو، اگر وہ متمیز نہ ہو تو اس کو رہن میں نہیں رکھا جا سکتا۔

Marfat.com

مثال:

وہ کہے کہ میں آدھا گھر تجھے رہن میں دیتا ہوں لیکن اس کی وضاحت نہیں کرتا کہ کونسا حصہ رہن میں دے رہا ہے، تو وہ رہن میں نہیں رکھا جا سکتا، رہن تب ہو سکے گا کہ جس وقت آدھے کو ممتاز کر دے گا۔

شرط ثامن:

قَبْضُ الْمَرْهُوْنِ ...... جب کوئی رہن رکھنا چاہے تو یہ مکمل کیسے ہوگا، اس کی تکمیل ایجاب وقبول کے ساتھ اور قبضے کے ساتھ ہوگی۔

(الفقه الاسلامی و ادلته، الفصل الثانی عشر، المبحث الثانی: شروط الرهن، المطلب الرابع: شروط المال المرهون، ج 6، ص 88)

جس طرح کہ عقدِ نکاح ہوتا ہے، اس میں ایجاب وقبول ہوتا ہے، اسی طرح بیع وشراء میں ایجاب وقبول ہوتا ہے۔

جس وقت راہن کہے کہ مجھے اتنے پیسے دو، میں تمہارے ہاں فلاں چیز رہن رکھتا ہوں اور مرتہن کہے کہ ٹھیک ہے میں اس کو قبول کرتا ہوں، تو یہاں تک پہنچنے میں عقد پورا نہیں ہوا بلکہ ایک شرط اور بھی ہے اور وہ ہے قبضہ، وہ چیز جس کو رہن رکھ کے قرض لینا چاہتا ہے جب تک وہ قبضے میں نہیں آئے گی تو اس وقت تک رہن کا حکم لاگو نہیں ہوگا، جب وہ چیز مرتہن کے قبضے میں آجائے گی تو اب کہا جائے گا کہ رہن کا عمل شریعت کی روشنی میں مکمل ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو انسان کے لیے دنیا کی زندگی رکھی ہے اور اس کو آخرت کی کھیتی قرار دیا تو یہ بندے کا سارا امتحان ہے، ایک وہ بگھوڑا ہے جو کافر ہے، جس کا اسلام کے ساتھ

Marfat.com

کوئی تعلق نہیں ہے، وہ اس کلاس کا سٹوڈنٹ ہی نہیں ہے، وہ جدھر بھاگتا ہے بھاگتا پھرے، اس سے تقاضا یہ ہے کہ وہ پہلے کلمہ پڑھے، جب کلمہ ہی نہیں تو وہ جہنمی ہے۔ مؤمن نے کلمہ پڑھ کر اس کلاس میں داخلہ لیا ہے، یہ اس کلاس کا سٹوڈنٹ ہے، یہ اپنے آپ کو اس بھگوڑے کی طرح نہ سمجھے کہ وہ جو کچھ چاہتے ہیں کرتے پھرتے ہیں، انہیں جب کوئی پکڑ نہیں تو ہمیں کیوں پکڑ ہے؟، وہ تو جہنم کا ایندھن ہیں، اور تمہارے لیے رب نے جنت بنائی ہے، اس واسطے تمہیں یہ ضابطہ دیا ہے کہ جو کام کرنا ہے تم نے اپنی مرضی سے نہیں کرنا بلکہ اپنے خالق کی مرضی سے کرنا ہے، شریعت سے پوچھ کے جب دنیا بھی کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کو دین کا رنگ عطا فرما دے گا۔

مرہونہ چیز کے اخراجات کون برداشت کرے گا؟

مثال:

وہ بھینس جو دودھ نہیں دیتی، اگر دودھ دیتی ہوتی تو دودھ اور خرچے کا آپس میں موازنہ ہو جاتا، یا کوئی ایسی چیز ہے کہ جس کی حفاظت کی بھی ضرورت ہے اور اس پر اخراجات بھی ہوتے ہیں، تو اس سلسلہ میں شریعت کا ضابطہ یہ ہے کہ اس چیز کے اخراجات دو طرح کے ہوں گے:

☆......اس کی دائمی بقا کے لیے،

☆......اس کی عارضی بقاء کے لیے،

عارضی بقاء یہ ہے کہ اس کو محفوظ جگہ پہ رکھنا، اس کو چور اٹھا کے نہ لے جائیں، اس کی رکھوالی کے لیے کوئی چیز رکھنا، کوئی نوکر رکھنا، تا کہ اس چیز کی حفاظت ہو سکے۔

دوسرا ہے اس کی دائمی بقاء کا بندوبست کرنا، مثلاً: جانور رہن رکھا گیا تو اس کے چارے کا

Marfat.com

بندوبست کرنا، اس کے زندگی گزارنے کے جواخراجات ہیں وہ سارے پورے کرنا۔

تو شریعت میں اس کا فیصلہ یہ ہے کہ چونکہ وہ چیز اصل میں مالک کی ہے جس نے قرض لیا ہوا ہے تو اس کی حیات بچانے کے لیے جتنے بھی اخراجات ہیں وہ سارے مالک پر ہوں گے، وہ چیز مرتہن کے پاس رہے گی، اس کا حق ہے کہ یہ چیز واپس نہیں کرے گا جب تک کہ وہ قرض واپس نہیں کرتا، مقروض مرتہن کی منت کرتا رہے کہ میں نے جو ٹریکٹر تیرے پاس رکھا ہے ایک دن مجھے دیدے، میں اپنی زمین میں ہل چلا لوں تو شریعت میں مرتہن کے لیے مالک کو ٹریکٹر دینا لازم نہیں ہے، مرضی ہے دے، مرضی ہے تو نہ دے، چونکہ رہن کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک اس (مرتہن) کو حق نہیں ملے گا وہ اس وقت تک چیز کو روک سکتا ہے، وہ مالک قرض دیئے بغیر اس سے مطالبہ نہیں کرسکتا۔

مرتہن کے لیے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ راہن کی اجازت کے بغیر اس کو استعمال کرے، اسی طرح راہن کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ مرتہن کی اجازت کے بغیر مرہونہ چیز لے جائے۔

مرہونہ چیز مرتہن کے پاس رہے گی، اپنے طور پر اس چیز کو استعمال نہیں کرسکتا، اس کا حق صرف اس چیز کو روکنے کا ہے کہ وہ اس کو مالک کی طرف نہ جانے دے، جب تک کہ اپنا قرض واپس نہیں لے لیتا۔

ادھر مالک جو دستبردار ہوا ہے تو وہ اپنی چیز کے اس حق سے کہ میں یہ چیز تمہارے پاس رکھتا ہوں تم جب چھوڑو گے تو پھر میں لوں گا، ورنہ وہ ملک سے دستبردار نہیں ہوا، وہ چیز اس مالک کی ہے جس نے وہ چیز دے کے قرض لیا ہوا ہے، اگر وہ چیز زکوۃ کے زمرے میں آرہی ہے تو مالک کو زکوۃ کو دینا پڑے گی۔

دائمی حفاظت کے اخراجات مالک برداشت کرے گا اور جو عارضی حفاظت کے اخراجات ہیں وہ مرتہن برداشت کرے گا۔

Marfat.com

مرہونہ چیز سے انتفاع

راہن نے جس چیز کو بطور رہن رکھا ہے اس سے انتفاع کا مسئلہ بڑا پیچیدہ ہے، ہمارے عرف میں ایسے بہت سے دوکانوں اور مکانوں کے مسئلے ہیں جو شریعت مطہرہ سے سراسر سرکشی پہ مبنی ہیں۔

مثال:

عقد یہ ہوا تھا کہ میرا یہ مکان رہن میں لے لو اور اپنے پاس رکھو، سال کے بعد میں تمہیں پیسے دے دوں گا، مرتہن راہن سے پوچھے بغیر اس مکان میں رہائش نہیں رکھ سکتا اور نہ وہ کرایہ پہ دے سکتا ہے، شریعت نے اس کو حرام کر دیا ہے، صرف مرتہن اس کو روک کے رکھ سکتا ہے، اس کو تالہ لگا کے رکھ سکتا ہے تاکہ اس کو کوئی دوسرا استعمال نہ کرے، خود اس کو استعمال کرنا یا اس سے نفع اٹھانا مقروض کی مرضی کے مطابق ہوگا، یعنی اگر وہ اجازت دے دے تو پھر مرہونہ چیز سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے، اس کو استعمال کیا جا سکتا ہے، اور اگر راہن مرتہن کو اجازت نہ دے تو پھر اس بندے کے لیے جائز نہیں ہے کہ جس نے قرض دیا تھا، کیونکہ اس نے وہ قرض تو پوارا واپس لینا ہے اور اگر اس کے ساتھ اس مکان کو بھی استعمال کر رہا ہے تو یہ ربا بن جائے گا، سودی کاروبار بن جائے گا اور یہ حرام کے زمرے میں آئے گا۔

ایسی بیسیوں صورتیں ہمارے ماحول میں دوکان، مکان کے لحاظ سے رائج ہو چکی ہیں۔

اس سلسلہ میں افسوس تو یہ ہے کہ کسی کو یہ سوچ نہیں ہے الا ماشاء اللہ کسی سے پوچھ لیں کہ ہم یہ حلال کر رہے ہیں یا حرام کر رہے ہیں، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کو شریعت نے ہماری مرضی پر چھوڑ دیا ہے کہ جیسے ہم آپس میں طے کر لیں، وہی ہوگا، حالانکہ شریعت

Marfat.com

نے ہماری مرضی پہ نہیں چھوڑا، شریعت نے اپنی مرضی بتائی ہے کہ یہ یہ شرائط ہیں، ان شرائط کو پیش نظر رکھ کے جس وقت معاملہ طے کیا جائے گا تو اس میں انسان کی بہتری ہوگی اور انسان کو اس سے منافع ملیں گے۔

مرتہن راہن سے پوچھے بغیر مرہونہ چیز کو استعمال نہیں کرسکتا۔

مثال:

قیمتی چادر رہن میں رکھی گئی تھی، اوپر نہیں لے سکتا، کوئی اور چیز تھی اس کو بھی استعمال نہیں کرسکتا۔

ایسے ہی راہن اپنی چیز مرتہن کی اجازت کے بغیر اپنے پاس نہیں لے جاسکتا، اگرچہ مالک وہ ہی ہے لیکن مرتہن کی جب اجازت ہوگی تو پھر وہ اس کو لے جاسکتا ہے، شریعت میں یہ لازم نہیں کہ مرتہن راہن کو وہ چیز دے بلکہ اگر مرتہن اس کو روکنا چاہے تو روک لے، جب تک قرض واپس نہیں دیتا اس وقت تک یہ چیز اپنے پاس روک کے رکھے۔

اس سلسلہ میں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ راہن نے مرتہن کے پاس کوئی چیز رکھی ہوئی تھی، اگر اس کی حفاظت میں مرتہن نے کوئی سستی کی اور وہ چیز چوری ہوگئی تو اب تاوان مرتہن پر ہوگا، اس قرض سے اس چیز کی قیمت منفی کردی جائے گی، اگر بھینس 20 ہزار کی تھی اور 20 ہزار قرض تھا، اس نے بھینس ایسی جگہ باندھی جہاں کوئی حفاظت نہ تھی، چور اس کو لے گئے، قرض دینے والا مقروض سے قرض نہیں مانگ سکتا کیونکہ اس نے اپنے عمل سے اس کی چیز کو ضائع کیا ہے۔

تو یہ ان مسائل کے مختلف پہلو ہیں اور بطور خاص رہن سے انتفاع کے لحاظ سے اور دیگر شرائط کے لحاظ سے ہیں، اپنے معمول کا ہر وقت جائزہ لیتے رہنا ہمارے لیے لازم ہے تاکہ ہمارا فرق برقرار رہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو عام کافر لوگوں کے مقابلے میں ہمیں

Marfat.com

دولت ایمان دی ہے، اس فرق کو عملی زندگی میں واضح کر دیں کہ ہمارے معاملات اور ہیں اور کافروں کے معمولات اور ہیں۔

اتباع حکم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

یہ المیہ ہے کہ معاملات والا حصہ سرد خانے میں پڑا ہوا ہے، ادھر حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے صرف ایک مسئلہ کہا گیا تھا کہ ایک ہفتہ کے لیے لشکر اسامہ کو مؤخر کر دو، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ چند دن مجھے رہنے دو، ہو سکتا ہے کہ نئے قبیلے مرتد ہو جائیں اور مدینہ شریف پہ حملہ کر دیں تو ہم سارے شام میں ہوں گے تو مدینہ شریف غیروں کے قبضے میں چلا جائے گا،
تو حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ:
میرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حکم دے کر جائیں اور میں حکم کو چند دنوں کے لیے ملتوی کروں یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا،

وَاللّٰهِ أَنْ تَخْطَفَنِيَ الطَّيْرُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَبْدَأَ بِشَيْءٍ قَبْلَ أَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ...... اگر میں تنہا مدینہ شریف میں رہ جاؤں، اور مدینہ پر حملہ ہو جائے اور میں شہید ہو جاؤں، میرا بدن دفن کرنے کے لیے کوئی انسان باقی نہ بچے، میری ہڈیوں سے گوشت پرندے نوچ کے لے جائیں، مجھے یہ منظور ہے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے فرمان کو ملتوی نہیں کیا جا سکتا۔

(الطبقات الكبرى، الطبقة الثانية من المهاجرين و الأنصار، ج:4، ص:67)

ایک فرمان معطل کرنا تو دور کی بات ہے، ملتوی کرنا صرف چند دنوں کے لیے بھی برداشت نہیں ہے، فرمایا: جان دے سکتا ہوں مگر یہ ملتوی نہیں ہو سکتا۔
اب آدھا دین جو ملتوی ہو گیا ہے اس کا کون ذمہ دار ہے؟ نظام مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو

Marfat.com

صدیوں سے رائج ہے، قانون شریعت، نظام الٰہی صدیوں سے رائج نہیں اور مسلمان زندگی گزار رہے ہیں، آخر کل مؤاخذہ ہوگا کہ تم نے اس تھوڑے سے دین کو اپنا دین سمجھا اور دین کا بہت سا حصہ معطل کر دیا، انگریز کے نظام کو تم نے اپنی زندگی کا نظام بنائے رکھا، اس کے مطابق معاہدے اور فیصلے کیے، تھانے، کچہری کے معاملات ہوتے رہے، تو یہ ایک شدید مؤاخذہ ہے اس سے بچنے کے لیے ہمیں سوچنا چاہیے، جہاں تک انفرادی طور ان معاملات پر عمل ہو سکتا ہے وہ ضرور کریں اور اجتماعی عمل کی خاطر منصوبہ بندی کریں تا کہ ایسا طعنہ تاریخ امم میں نہ ہو اور کل ایسا مؤاخذہ نہ ہو کہ تمہارے کروڑوں کے ہوتے ہوئے میرا دین اجنبی بن گیا تھا، تم نے اس کے لیے کردار ادا کیوں نہ کیا، اس بات کا جواب بہت مشکل ہو جائے گا۔

اس واسطے ان معاملات کی سمجھ بھی ضروری ہے اور پھر ان پر عمل بھی لازمی ہے، وہ دوسری سکیمیں اور دوسرے منصوبوں سے ظاہری فائدہ ہو سکتا ہے مگر وہ فائدہ حقیقت میں نقصان ہے، نیکیوں کا بنک بیلنس اس سے ختم ہو جاتا ہے، کبھی کبھی بندے کا ایمان بھی لٹ جاتا ہے۔

اس واسطے ہمیں وہ سکیمیں عمل میں لانی چاہیں جو صاحب گنبد خضراء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے خود بیان کی ہیں، اور ان کو اپنی امت کا نصاب زندگی قرار دیا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس درس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہمیں اپنے معاملات اچھے طریقے سے سمجھ کر ان کو بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و سلم

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
7

ایک عدد نئی زندگی

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ

وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ اَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

فَانْظُرْ اِلٰى آثَارِ رَحْمَةِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

(سورة الروم، سورت نمبر 30، آیت نمبر 50)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِىْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَاىَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ دعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر،

Marfat.com

مالک کوثر، محبوب و دلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت، حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ''ادارہ صراط مستقیم پاکستان'' کے زیر اہتمام ''فہم دین کورس'' میں شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

ایک عدد نئی زندگی

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل سے نئی زندگی عطا فرمائے اور ہمیں دونوں جہاں کی سعادتیں عطا فرمائے۔

آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ انسان کو ایک زندگی ملتی ہے اور جب سلسلہ تنفس ختم ہو جاتا ہے تو زندگی کا اختتام ہوجاتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک زندگی ہے جو ''بعث بعد الموت'' ہے، اور اس کے درمیان ''برزخ'' کا ایک سلسلہ ہے، تو دنیا میں ہوتے ہوئے کوئی نئی زندگی انسان کو کیسے میسر آسکتی ہے؟ آج یہی ہمارا موضوع ہے۔

قرآن مجید، برہان رشید کی متعدد نصوص اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجنوں فرامین اس سلسلہ میں موجود ہیں۔

جس وقت ایک انسان کفر سے اسلام کی طرف آتا ہے تو اس کی زندگی کو نئی زندگی قرار

Marfat.com

دیا جاتا ہے اور پھر اسلام میں اس کی ترقی ہوتی ہے، اس میں عصیاں چھوڑتا ہے، یا گناہوں کی وجہ سے اس کی زندگی جو میلی کچیلی ہو چکی تھی، ان گناہوں کو چھوڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے نئی زندگی عطا کر دیتا ہے۔ تو تب بہت سے ایسے مراحل ہیں جہاں پر یہ لفظ استعمال کیا گیا کہ:

كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ...... تو وہ یوں ہو گیا جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب الحج باب: فضل الحج المبرور، ج:2، ص:553، رقم الحدیث: 1449)

اس لیے گناہوں سے چھٹکارا اور معصیت کے دھوئیں سے نجات اور غلطیوں کے غبار سے بچاؤ، یہ ایک نئی زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں بندہ مؤمن کو مختلف مراحل عطا فرمائے ہیں، اور رسول اکرم ﷺ نے ان کا متعدد مقامات پر ذکر فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

فَانْظُرْ اِلٰى آثَارِ رَحْمَةِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا...... تو اللہ کی رحمت کے اثر دیکھو کیونکر زمین کو جلاتا ہے اس کے مرے پیچھے بیشک وہ مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے (القرآن الکریم، سورۃ الروم، رقم السورۃ: 30، رقم الآیۃ: 50)

تمہارے سامنے ایک زمین ویران اور کھنڈر کی شکل اختیار کر چکی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابر کرم برسا اور پھر وہ زمین ہری بھری ہو گئی، اس میں نکھار آ گیا، اس میں بہار کے جلوے آ گئے، اللہ تعالیٰ ایسی ظاہری مثالیں دے کر باطن کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ جیسے تم اس زمین کی زندگی، جو اس کی موت کے بعد ہے، اس کا مشاہدہ کر رہے ہو کہ اس کے ویران ہونے کے بعد پھر بہاروں کا سلسلہ آ گیا، ایسے ہی اللہ تعالیٰ دلوں کی زمینوں کو بھی زندگی عطا فرماتا ہے اور اس زندگی کے مختلف مراحل ہیں، کبھی کفر کے

Marfat.com

بعد اسلام سے زندگی دیتا ہے، اور کبھی فسق و فجور سے رہائی کے بعد تقوی و پرہیز گاری کے ساتھ اس انسان کو ایک نئی زندگی سے سرفراز فرماتا ہے۔

اسلام ایک نئی زندگی

اس سلسلہ میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا فرمان موجود ہے، جب وہ وقتِ وصال رو رہے تھے تو بیٹوں نے پوچھا کہ آپ کو اللہ کی دی ہوئی سعادتیں میسر ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بہت سی بشارتیں عطا فرمائی ہیں تو اس وقت کیوں رو رہے ہیں؟

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب میں نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا تو میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پہنچا اور میں نے اپنی طرف سے رغبت کا اظہار کیا کہ میں کلمہ پڑھنا چاہتا ہوں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہاتھ آگے کیا تو میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمرو! تم نے خود کہا کہ میں بیعت کرنا چاہتا ہوں، جب میں نے ہاتھ آگے کیا ہے تو تم نے ہاتھ پیچھے کیوں کر لیا ہے؟

تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے کہا کہ:

اَرَدْتُّ اَنْ اَشْتَرِطَ ...... میں مشروط طریقے سے اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

تَشْتَرِطُ بِمَاذَا ...... تم کیا شرط لگانا چاہتے ہو؟

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میں تب اسلام قبول کروں گا جب میرے پہلے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے ارشاد فرمایا کہ:

أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ ...... تمہیں پتہ نہیں کہ اسلام کہتے کسے ہیں؟ جب اسلام آتا ہے تو پہلے سارے داغ دھل جاتے ہیں، سارے دھبے صاف ہو جاتے ہیں، اور گناہوں کی ساری میل اور ساری سیاہی اتر جاتی ہے، اسلام سے بندے کو نئی زندگی مل جاتی ہے، لہذا اگر تم شرط نہ بھی لگاؤ تو یہ اسلام کا اپنا مقام ہے اور اس کی عظمت ہے کہ جس وقت بندہ اسلام قبول کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سارے ماضی کے گناہوں سے بالکل پاک وصاف فرما دیتا ہے۔

ہجرت ایک نئی زندگی

ایسے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

أَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا ...... ہجرت ایک ایسا عمل ہے کہ جس کی وجہ سے بندے کے پہلے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں،

اس نے راہِ حق میں خدا کے لیے ہجرت کی تو اس سے پہلے جتنے گناہ تھے وہ سارے کے سارے ختم ہو گئے ہیں۔

حج ایک نئی زندگی

سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

أَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ ...... اور حج بھی ایسا عمل ہے کہ جس کی وجہ سے بندے کے پہلے سارے گناہ مٹ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو ایک نئی زندگی عطا فرما دیتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: کون الاسلام یهدم ما قبله و کذا الهجرة و الحج، ج:1، ص:78، رقم الحدیث: 336)

Marfat.com

اس حدیث شریف میں جو پہلے نمبر پہ نئی زندگی بیان کی گئی، اس کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمیں یہ سعادت حاصل ہے کہ ہم شروع سے اللہ تعالیٰ کی توحید کے ماننے والے ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پہ یقین رکھنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایمان ہماری ماؤں کے دودھ میں ہی عطا فرمادیا، اس لحاظ سے کوئی ایسا وقت ہم پہ نہیں گزرا جو حالت کفر میں ہو کہ کفر کو چھوڑ کر، اسلام لا کر نئی زندگی حاصل کی جائے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں شروع سے ہی ایمان والی زندگی عطا فرمائی ہے۔

اس کا اگلا مرحلہ یہ ہے کہ اسلام کے ہوتے ہوئے بندے سے گناہ ہو جاتے ہیں، فسق وفجور ہو جاتا ہے، غفلت ہو جاتی ہے، نمازیں رہ جاتیں ہیں، مختلف قسم کی آلودگیوں سے انسان کا آئینہ دل دھندلا ہو جاتا ہے تو جس وقت بندہ ان گناہوں کو چھوڑتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو انسان کا آئینہ دل صاف ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بندے کو نئی زندگی عطا فرماتا ہے۔

پھر اس کے بعد ہجرت ہے، اس کا بھی موقع میسر نہ ہو، جس طرح کہ اب ہم جہاں رہتے ہیں، یہ دارالاسلام ہے، یہاں سے ہجرت کر کے کہیں جانے کا جواز ہی نہیں ہے کہ جس کو ہجرت فی سبیل اللہ کہا جائے۔

اس کے بعد وہ مرحلہ جس سے نئی زندگی ملتی ہے، وہ حج کا مرحلہ بیان کیا گیا ہے، حج ایسی مقدس ادا ہے اور اتنی بڑی عبادت ہے کہ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ: مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حج

Marfat.com

نے ارشاد فرمایا کہ:

أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ ...... تمہیں پتہ نہیں کہ اسلام کہتے کسے ہیں؟ جب اسلام آتا ہے تو پہلے سارے داغ دھل جاتے ہیں، سارے دھبے صاف ہو جاتے ہیں، اور گناہوں کی ساری میل اور ساری سیاہی اتر جاتی ہے، اسلام سے بندے کو نئی زندگی مل جاتی ہے، لہذا اگر تم شرط نہ بھی لگاؤ تو یہ اسلام کا اپنا مقام ہے اور اس کی عظمت ہے کہ جس وقت بندہ اسلام قبول کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سارے ماضی کے گناہوں سے بالکل پاک وصاف فرمادیتا ہے۔

ہجرت ایک نئی زندگی

ایسے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

أَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا ...... ہجرت ایک ایسا عمل ہے کہ جس کی وجہ سے بندے کے پہلے سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں،

اس نے راہِ حق میں خدا کے لیے ہجرت کی تو اس سے پہلے جتنے گناہ تھے وہ سارے کے سارے ختم ہو گئے ہیں۔

حج ایک نئی زندگی

سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

أَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ ...... اور حج بھی ایسا عمل ہے کہ جس کی وجہ سے بندے کے پہلے سارے گناہ مٹ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو ایک نئی زندگی عطا فرما دیتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: كون الاسلام يهدم ما قبله و كذا الهجرة و الحج، ج:1، ص:78، رقم الحدیث: 336)

Marfat.com

اس حدیث شریف میں جو پہلے نمبر پہ نئی زندگی بیان کی گئی، اس کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمیں یہ سعادت حاصل ہے کہ ہم شروع سے اللہ تعالیٰ کی توحید کے ماننے والے ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پہ یقین رکھنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایمان ہماری ماؤں کے دودھ میں ہی عطا فرما دیا، اس لحاظ سے کوئی ایسا وقت ہم پہ نہیں گزرا جو حالت کفر میں ہو کہ کفر کو چھوڑ کر، اسلام لا کر نئی زندگی حاصل کی جائے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں شروع سے ہی ایمان والی زندگی عطا فرمائی ہے۔

اس کا اگلا مرحلہ یہ ہے کہ اسلام کے ہوتے ہوئے بندے سے گناہ ہو جاتے ہیں، فسق وفجور ہو جاتا ہے، غفلت ہو جاتی ہے، نمازیں رہ جاتیں ہیں، مختلف قسم کی آلودگیوں سے انسان کا آئینہ دل دھندلا ہو جاتا ہے تو جس وقت بندہ ان گناہوں کو چھوڑتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو انسان کا آئینہ دل صاف ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بندے کو نئی زندگی عطا فرماتا ہے۔

پھر اس کے بعد ہجرت ہے، اس کا بھی موقع میسر نہ ہو، جس طرح کہ اب ہم جہاں رہتے ہیں، یہ دارالاسلام ہے، یہاں سے ہجرت کر کے کہیں جانے کا جواز ہی نہیں ہے کہ جس کو ہجرت فی سبیل اللہ کہا جائے۔

اس کے بعد وہ مرحلہ جس سے نئی زندگی ملتی ہے، وہ حج کا مرحلہ بیان کیا گیا ہے، حج ایسی مقدس ادا ہے اور اتنی بڑی عبادت ہے کہ حضرت سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حج

Marfat.com

کرنے گیا، حج کے دوران اس نے کوئی گناہ نہیں کیا، کوئی فسق نہیں کیا تو اس حال میں لوٹا کہ جیسے آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنم دیا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الحج باب: فضل الحج المبرور،

ج:2، ص:553، رقم الحدیث: 1449)

کیونکہ بندے کا جو یوم ولادت ہوتا ہے وہ اس کی اس دنیا پر حسی زندگی کا آغاز ہے، جیسے اس دن سے اس کی عمر شمار ہوتی ہے کہ یہ ایک دن کا ہو گیا ہے، ایک ہفتے کا ہو گیا، یا ایک مہینے کا ہو گیا یا ایک سال کا ہو گیا ہے، اس لحاظ سے تمہاری زندگی کب سے شروع تھی، اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک نئی زندگی عطا فرمائی ہے کہ تم جس وقت حج بیت اللہ کر کے واپس آرہے ہو تو یوں لوٹ رہے ہو جیسے آج ہی تمہیں تمہاری ماں نے جنم دیا ہے یعنی جس طرح اس دن تمہارے کندھوں پر کوئی عصیاں کا بوجھ نہیں تھا اور تمہارے نامہ اعمال میں کوئی سیاہی نہیں تھی اور تمہارے کردار پر کوئی داغ نہیں تھا، جس دن تمہاری ولادت ہوئی اس دن تمہارا کردار پھولوں کی طرح معطر تھا، اس وقت تمہارا نامہ اعمال بالکل ستھرا تھا، اس پر کسی طرح کا کوئی دھبہ موجود نہیں تھا، اب اسلام نے تمہیں گولڈن چانس دیا ہے کہ جس وقت تم حج کر کے واپس لوٹ رہے ہو تو یہ ایک نئی زندگی ہے۔

كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ...... تو وہ یوں ہو گیا جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے جہاں پورے حج کا اس طرح نئی زندگی کی شکل میں اجر و ثواب بیان کیا، وہاں رسول اکرم ﷺ نے طواف کی مقدار پر بھی نئی زندگی کے ملنے کا اعلان کیا ہے۔

یہ اس شریعت مطہرہ کے دروازوں کی بہار ہے کہ جا بجا رسول اکرم ﷺ نے ایسے

Marfat.com

مواقع کا ذکر کیا تاکہ کسی نہ کسی طرح انسان کو رغبت پیدا ہو اور وہ اپنی پرانی زندگی کو چھوڑے، غفلت، کوتاہی، گناہوں کی آلودگی کو چھوڑ کر نیکی والی نئی زندگی حاصل کرے، اور اس کے ساتھ ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ذرائع کو بھی بیان کیا۔

طواف ایک نئی زندگی

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ خَمْسِينَ مَرَّةً خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِه كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ...... جس نے خانہ کعبہ کا پچاس (50) مرتبہ طواف کیا یعنی حج کے سوا بھی اس نے بیت اللہ کا پچاس مرتبہ طواف کیا تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِه ...... اس کے گناہ جھڑ گئے اور وہ گناہوں سے باہر نکل آیا، اس کے گناہ بالکل صاف ہو گئے،

كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ...... تو وہ یوں ہو گیا جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔

(جامع الترمذی، کتاب الصوم، باب: فضل الطواف ج:3، ص:219، رقم الحدیث: 866)

یعنی ایک انسان نے بیت اللہ شریف کے گرد پچاس مرتبہ چکر لگائے ہیں تو اس کو بھی نئی زندگی کا پراسس قرار دیا گیا ہے کہ اس کو نئی زندگی مل گئی ہے، پورا حج تو اپنی جگہ رہا، عمرہ اپنی جگہ رہا، اس بیت اللہ کا اتنا مقام ہے کہ جس نے پچاس مرتبہ اس کے گرد چکر لگائے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس بندے کو ایک نئی زندگی عطا فرمائی ہے۔

Marfat.com

بیت المقدس میں نماز ایک نئی زندگی

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

لَمَّا بَنٰی بَیْتَ الْمُقَدَّسِ ...... جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کو تعمیر کیا،

سَأَلَ اللّٰہَ عزوجل خِلَالًا ثَلَاثًا ...... اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کا سوال کیا کہ اے اللہ! میں نے مقدس مقام تعمیر کر دیا ہے، اور اب میں تجھ سے تین دعائیں مانگ رہا ہوں، مجھے وہ تین چیزیں عطا فرما دے،

سَأَلَ اللّٰہَ عزوجل حُکْمًا یُصَادِفُ حُکْمَہٗ فَاُوْتِیَہٗ ...... پہلی دعا یہ ہے کہ مجھے قوت فیصلہ عطا فرما، جو بھی میں فیصلہ کروں وہ تیری رضا کے مطابق ہو اور ایسا فیصلہ نہ کروں جس سے تو ناراض ہو جائے۔

یعنی مجھے اس انداز سے فیصلہ کرنے والا بنا کہ میری قوت فیصلہ بڑی منفرد قوت ہو، مجھے فیصلہ کرتے وقت کوئی غلطی نہ لگے اور میں ہو بہو وہی فیصلہ کروں جو تیرے نزدیک طے شدہ ہو، مجھے اس انداز کی قوت فیصلہ عطا کر دے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس انداز کی قوت فیصلہ عطا کر دی،

وَ سَأَلَ اللّٰہَ عزوجل مُلْکًا لَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِہٖ فَاُوْتِیَہٗ ...... دوسری دعا یہ ہے کہ میری ایسی حکومت ہو کہ میرے بعد ایسی حکومت کسی کی نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی حکومت بھی عطا فرما دی،

وَ سَأَلَ اللّٰہَ عزوجل حِیْنَ فَرَغَ مِنْ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ ...... تیسری دعا اس وقت کی جب

Marfat.com

بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہو چکے تھے تو بطور خاص مسجد کے لیے بھی ایک دعا مانگی۔
وہ مسجد اقصیٰ جو آج یہودیوں کے تسلط میں ہے اور مسلم امہ اس کو دیکھنے اور اس کی زیارت کے لیے ترستی رہتی ہے، اللہ تعالیٰ وہ دن لائے کہ یہ مسجد مسلمانوں کے لیے کھول دی جائے اور امت کے بیٹے اس میں نماز بھی ادا کریں اور اس کی زیارت بھی کر سکیں۔
حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو دعا مانگی تھی، وہ یہ تھی کہ:
أَن لَّا يَأْتِيَهُ أَحَدٌ لَّا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ فِيهِ أَنْ يُّخْرِجَهُ مِنْ خَطِيئَتِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ...... جو بندہ بھی اس مسجد میں صرف ایک نماز پڑھنے کی غرض سے آئے، خواہ وہ دنیا کے کسی دور کے مقام سے آیا ہو یا قریب کی جگہ سے آیا ہو، کسی دور ملک سے چل کے آیا ہے یا کسی قریب والے ملک سے چل کے آیا ہے تو اے اللہ! میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ جس وقت وہ اس مسجد سے نماز پڑھ کے باہر نکلے تو اس کی صورتحال یہ ہو: كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ...... تو وہ یوں ہو گیا جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا

(سنن النسائی، کتاب المساجد، باب: فضل المسجد الأقصى و الصلاة فیه ج:2، ص:34، رقم الحدیث: 693)

یہ مسجد اقصیٰ کی فضیلت ہے جو اس کو عطا کر دی گئی اور یہ بھی نئی زندگی پانے کا ایک طریقہ ہے، حیات نو یہاں بھی موجود ہے کہ جس وقت ایک انسان مسجد اقصیٰ کے سفر میں گیا، نماز پڑھنے کی خاطر وہاں پہنچا، نماز پڑھ کے نکلا ہے تو اس مسجد کے اعزاز کے پیش نظر اس کو یہ مقام دے دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے پہلے سارے گناہوں کو یوں معاف کیا کہ:
كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ...... تو وہ یوں ہو گیا جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔

Marfat.com

روزہ ایک نئی زندگی

رسول اکرم ﷺ انسان کو گھر بیٹھے ہی نئی زندگی پانے کے طریقے بتا رہے ہیں، ان میں سے ایک طریقے سے امت گزر رہی ہے (چونکہ فہم دین کورس رمضان المبارک کی پر کیف ساعتوں میں ہوتا ہے اس لیے یہ کہا گیا ہے کہ ''ان میں سے ایک طریقے سے امت گزر رہی ہے یعنی وہ طریقہ رمضان المبارک کا ہے)، وہ کیا ہے؟

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ ...... ایمان کی حالت میں طلب ثواب کے لیے جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے ہیں اس کے پہلے سارے گناہوں کو بخش دیا گیا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب: صوم رمضان احتسابا من الایمان، ج:1، ص:22، رقم الحدیث: 38)

اگر یہ لفظ ڈھونڈنے ہوں کہ:

کَیَوْمِ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ ...... تو وہ یوں ہو گیا جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا، تو اس میں مزید تھوڑی سی کوشش کی ضرورت ہو گی، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَ اَتْبَعَہٗ سِتًّا مِنْ شَوَّالَ خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِہٖ کَیَوْمِ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ ...... جس بندے نے رمضان کے روزے رکھے اور رمضان کے بعد شوال کے بھی چھ روزے رکھے وہ گناہوں سے یوں نکل گیا جیسے آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنم دیا ہے۔

(المعجم الأوسط، من اسمه مسعود، ج:8، ص:275، رقم الحدیث: 8622)

Marfat.com

یعنی نئی زندگی پانے کے کتنے چانسز ہیں، انسان روتا ہے کہ ایک ہی زندگی ہے اور وہ پرانی ہو چکی ہے اور وہ گناہوں میں دب چکی ہے لیکن اللہ کا فضل کتنا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندے کو وہ زندگی عطا فرماتا ہے جو پہلے دن تھی، جب تم ماں کی گود میں آنکھ کھول رہے تھے اور اس وقت تمہاری چادر گناہوں سے صاف تھی اور شفاف تھی، اب رمضان کے روزے رکھ کے شوال کے مہینے میں کوئی چھ روزے رکھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کو یہ مرتبہ عطا فرمائے گا کہ وہ گناہوں سے اس قدر پاک اور ستھرا ہو جائے گا کہ جیسے آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مزید اس کے آگے بندوں کے لیے آسانیاں پیدا کیں ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا ابر کرم ہے جو برستا ہے تو برستا ہی چلا جاتا ہے۔ یعنی ایسا نہیں کہ کوئی یہ کہہ رہا تھا کہ پہلے کافر تھا، اب میں کلمہ پڑھتا ہوں، یہ رب کا فضل ہے کہ کفر پر وقت ہی نہیں گزرا، شروع سے ہی ایمان پہ گزرا ہے۔

کوئی سوچ رہا تھا کہ اب ہجرت کا تو زمانہ نہیں، ہجرت کر کے جاؤں تو کہاں سے، یہ تو دارالاسلام ہے، نئی زندگی مجھے کیسے ملے گی؟

کوئی سوچ رہا تھا کہ حج کے لیے تو پیسے نہیں ہیں، جاتا تو کرتا اور نئی زندگی مل جاتی، اب میرے پاس حج کے لیے زادِ راہ ہی نہیں ہے؟

کوئی کہتا میں پچاس طواف تو کر لیتا مگر جاؤں کیسے کہ جا کر میں طواف کروں اور گناہوں سے بری جاؤں اور نئی زندگی مل جائے؟

کوئی کہہ رہا تھا کہ بیت المقدس پر تو یہودیوں کا تسلط ہے وہاں پر کیسے جا سکتا ہوں، ہماری حکومت نے تو اسرائیلی حکومت کو تسلیم ہی نہیں کیا تو میں جاؤں تو وہاں کیسے جاؤں؟

Marfat.com

میرے محبوب ﷺ نے گھر بیٹھے بندے کو رمضان کے روزے بتائے اور چھ روزے شوال کے بتائے، پھر فرمایا تمہیں اس کے سوا بھی گھر بیٹھے نئی زندگی مل سکتی ہے۔

کفارات میں ایک نئی زندگی

جب رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوا تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ:

فِيْمَا يَخْتَصِمُ الْمَلَاءُ الْاَعْلٰى ...... اے محبوب ﷺ! تم یہ بتاؤ کہ ملاءِ اعلیٰ اس وقت کیا کر رہے ہیں،

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

لَا ...... اے اللہ! میں نہیں جانتا،

تو اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا، تو میں نے اس کی ٹھنڈک سینے میں محسوس کی تو:

فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ...... جو کچھ زمین میں تھا اور جو کچھ آسمانوں میں تھا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا علم مجھے عطا فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ نے پھر پوچھا کہ اے محبوب ﷺ! وہ فرشتے اس وقت کیا کر رہے ہیں، اب سرکار ﷺ نے جواب دیا کہ

فِی الْكَفَّارَاتِ ...... وہ ان اعمال کے بارے میں بحث کر رہے ہیں جن سے بندے کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔

یعنی گناہگار ہو چکا تھا اور گناہوں سے جھک رہا تھا، گٹھریاں بڑی بھاری تھیں، کندھے تھک چکے تھے، وہ کون سا عمل ہے جس سے بندہ ہلکا پھلکا ہو جاتا ہے اور سبکدوش ہو

Marfat.com

جاتا ہے اور گناہوں کی گٹھریاں نیچے گر جاتی ہیں، اس کا نامہ اعمال بالکل گناہوں سے صاف ہو جاتا ہے، فرشتے اس بارے میں سوچ و بچار کر رہے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اجمالی جواب دیا، پھر وضاحت کے ساتھ جواب دیا اور ان کو بیان کیا کہ وہ کیا کیا چیزیں ہیں جن سے گناہ مٹ جاتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اَلْمُکْثُ فِی الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلَوَاتِ ...... نماز پڑھ کے مسجد میں بیٹھے رہنا، یہ ایسا عمل ہے جس سے بندے کے گناہ جھڑ جاتے ہیں،

وَالْمَشْیُ عَلَی الْاَقْدَامِ اِلَی الْجَمَاعَاتِ ...... قدموں پہ چل کے جماعت میں جا کر شریک ہو جانا، یہ ایسا عمل کہ جن سے گناہ جھڑ جاتے ہیں،

وَاِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ فِی الْمَکَارِہِ ...... اچھی طرح پانی بہا کر وضو کرنا، ایسا عمل ہے کہ جس سے بندے کے سارے گناہ جھڑ جاتے ہیں،

پھر فرمایا کہ:

وَمَنْ فَعَلَ ذَالِکَ ...... جو بندہ یہ کام کرے،

یعنی نماز پڑھے، اور پھر مسجد میں بیٹھا رہے، اور جو قدموں پہ چل کے جماعت میں شریک ہو جائے اور جو شدید ٹھنڈے موسم میں بھی اچھی طرح وضو کرے اور اس کام پر جو بندہ دوام اختیار کرے، ہمیشہ ایسا کرتا رہے، تو پھر کیا ہوگا؟

عَاشَ بِخَیْرٍ ...... زندہ رہے گا تو خیر سے زندہ رہے گا،

وَمَاتَ بِخَیْرٍ ...... فوت ہوگا تو خیر سے فوت ہوگا،

یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ روح بدبودار ہو چکی ہو، جس طرح بعض لوگوں کی روحیں ایسی ہو

Marfat.com

جاتی ہیں کہ فرشتے قبض کرتے ہوئے بھی نفرت کرتے ہیں،

عَاشَ بِخَيْرٍ وَمَاتَ بِخَيْرٍ ...... جس نے یہ کام کیے تو وہ خیر سے زندہ رہے گا اور خیر کے ساتھ فوت ہوگا۔

ان کے لیے بیت اللہ شریف میں جانا ضروری نہیں ہے اور ان کے لیے مسجد اقصیٰ میں جانا ضروری نہیں ہے، اپنے محلے کی مسجد میں انسان گھر سے چلا ہے اور جا کر صحیح العقیدہ امام کے پیچھے نماز ادا کی ہے، پھر اس کے بعد مسجد میں بیٹھ جاتا ہے، اور وضو اچھے طریقے سے کرتا ہے تو یہ بندہ زندہ رہے گا تو خیر کے ساتھ زندہ رہے گا، فوت ہوگا تو خیر کے ساتھ فوت ہو جائے گا،

وَكَانَ مِنْ خَطِيئَتِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ...... اور اپنے گناہوں سے یوں باہر نکل آئے گا جیسے آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنم دیا ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب: تفسیر القرآن باب: سورة ص، ج:5، ص:366، رقم الحدیث: 3233)

اس میں مکمل وظیفہ بتا دیا کہ جو قدموں پہ چل کے نماز میں شریک ہو، جو نماز کے بعد مسجد میں بیٹھ جائے، اور پھر وضو اچھے طریقے سے کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔

دو رکعت نوافل میں نئی زندگی

ہمارے آقا ﷺ نے اس سے آگے مزید آسان نصاب بیان کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وضو کا طریقہ سکھایا تو ارشاد فرمایا کہ:

مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا ...... جو وضو کرے اس وضو کی طرح،

Marfat.com

یعنی میرے طریقے کے مطابق جس نے وضو کیا کیونکہ عام امتی کا وضو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے برابر نہیں ہو سکتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا مقام اور ہے، ہمارے وضو کا مقام اور ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وضو کے اندر میں ترتیب دے رہا ہوں، جن اعضاء کو میں دھونے کا حکم دے رہا ہوں اور جن کے مسح کا حکم میں دے رہا ہوں، اس طرح میرے طریقے کے مطابق جو وضو کرے،

ثُمَّ صَلّٰی رَكْعَتَيْنِ ...... پھر دو رکعتیں ادا کرے، مگر شرط یہ ہے کہ:

لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهٗ ...... ان دو رکعتوں میں اپنے دل میں باتیں نہ کرے، یعنی دوران نماز اس کو کوئی خیال نہ آئے تو:

غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ...... اس سے پہلے اس کے جتنے گناہ تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا ہے، بخش دیا ہے اور اس کے گناہوں کو مٹا دیا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: الوضوء ثلاثا ثلاثا، ج:1، ص:71، رقم الحدیث: 158)

تو یہ ایک انداز ہے نئی زندگی کے معمول کا، ان اعمال سے بندے کو نئی زندگی ملتی ہے، بندے کے وارے نیارے ہو جاتے ہیں۔ کافر لوگ کفر میں ہی رہیں گے اور ان کی ایک ہی زندگی ہے، دوسری کوئی زندگی نہیں ہے، اسی میں رہیں گے اور اسی ایک ہی زندگی میں ہی چلے جائیں گے اور ان کو کسی نئی زندگی کا مزہ میسر نہیں آئے گا، لیکن یہ مؤمن کی شان ہے کہ جب وہ ایک کوشش کرے گا تو پہلے سارے گناہ مٹ جائیں گے اور نامہ اعمال دھل جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس بندے کو نئی زندگی عطا فرمائے گا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے سفر کے دوران ایک مقام پہ گفتگو فرما رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی گفتگو کو سن

Marfat.com

رہے تھے، ایسے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

مَنْ قَامَ اِذَا اسْتَقَلَّتِ الشَّمْسُ ...... جس وقت سورج باہر نکل آئے اور چمکنا شروع کردے، مکروہ وقت ختم ہوجائے تو ایسے میں جو بندہ وضو کرے،

فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ...... اور اس نے اچھے طریقے سے وضو کیا،

ثُمَّ قَامَ ...... پھر وہ کھڑا ہو گیا،

فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ...... اس نے دو رکعتیں ادا کیں،

غُفِرَ لَہٗ خَطَایَاہُ فَکَانَ کَمَا وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ ...... اس کے گناہوں کو بخش دیا گیا اور وہ یوں ہے کہ جیسے ابھی اس کو اس کی ماں نے جنم دیا ہے۔

(مسند أبي يعلى الموصلي، مسند عمر بن خطاب رضي الله عنه ج:1، ص:213، رقم الحديث: 249)

نئی زندگی ملنے کے کتنے چانسز ہیں، روزانہ نئی زندگی مل سکتی ہے، ادھر نیا سورج طلوع ہوا ہے تو ادھر شریعت نے نئی زندگی کا طریقہ بھی عطا کر دیا ہے، ادھر سورج چمک رہا ہے تو ادھر بندہ مؤمن اٹھا اور وضو کر کے دو رکعت نفل ادا کیے تو اللہ تعالیٰ نے ان نوافل کی اس کو وہ برکت عطا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو گناہ معاف کر کے ایسا بنا دیا ہے کہ گویا اس کو اس کی ماں نے ابھی جنم دیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نئی زندگی پانے کا نسخہ کیمیا دیا، اس میں کچھ صورتیں ایسی ہیں جس میں صرف بندے کی نیت کا دخل ہے، اگر وہ نیت قائم رکھے تو اس کو نئی زندگی مل جاتی ہے۔

جسمانی بیماری نئی زندگی کا سبب

حضرت شداد رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ اِذَا ابْتَلَیْتُ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِیْ ...... اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا

Marfat.com

ہے کہ میں جب کسی بندے کو کسی بیماری میں مبتلا کرتا ہوں،

مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنًا ...... اپنے بندوں میں سے کسی مؤمن کو بیمار کروں تو وہ بیمار ہو کے ہائے ہائے نہ کرے، شکایت نہ کرے، شکوے نہ کر،

فَحَمِدَنِیْ عَلٰی مَا ابْتَلَیْتُهٗ ...... میں نے بندے کو بیمار کیا تو اس نے میری حمد بیان کی کہ اللہ کی مرضی ہے، میں اس کی رضا پہ راضی ہوں،

فَإِنَّهٗ یَقُوْمُ مِنْ مَّضْجَعِهٖ ...... جب وہ صحت مند ہو کے اپنی چارپائی سے اٹھتا ہے،

کَیَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ ...... تو وہ یوں ہو گیا جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔

(المعجم الکبیر، باب الشین، شداد بن أوس الأنصاری، ج:7، ص:279، رقم الحدیث: 7152)

یہ بیماری اس کے لیے کتنی بڑی رحمت بن گئی، اس مؤمن نے بیمار ہونے کے بعد صبر کیا، رب سے شکوے اور شکایتیں نہیں کی ہیں بلکہ اللہ کی حمد بیان کی ہے، اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے اس کے ہر دن کو، ہر رات کو، ہر گھنٹے کو، ہر منٹ کو اور ہر سیکنڈ کو کہ میں نے اس کو آزمائش میں ڈالا ہے، یہ میرا بندہ میرے شکوے اور شکایتیں نہیں کرتا، صبر کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو کیسی زندگی دی؟ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کو اللہ نے حسی زندگی دی ہے لیکن جب وہ بستر سے اٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دوسری زندگی بھی عطا فرما دیتا ہے:

کَیَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ ...... تو وہ یوں ہو گیا جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا کہ اس کے کندھوں پر اس کا کوئی بوجھ نہیں ہے، زندگی کے پہلے سارے گناہ بیماری نے جھاڑ دیے ہیں اور ہم نے اس کو ایک نئی زندگی عطا فرما دی ہے۔

یہ ابتلاء و آزمائش ہو سکتا ہے کہ زیادہ لمبی ہو، بندے کو آزمائش اور بیماری مانگنی نہیں چاہیے، کیوں! اس لیے کہ ہماری وسعتیں تھوڑی ہیں، ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

ہمیں آزمائش میں نہ ڈالے، جس کو آزمائش میں ڈالا اور اس نے صبر کیا، ہفتے، مہینے لگ گئے لیکن شکایت نہیں کی، اٹھا ہے تو گناہوں سے بالکل صاف ہے۔

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ...... جو بندہ صرف تین (3) دن بیمار ہوا، تین دنوں میں اس نے اللہ تعالیٰ سے شکایتیں نہیں کیں اور لوگوں سے جھگڑے نہیں کرتا رہا، اللہ تعالیٰ سے یہ نہیں کہتا رہا کہ تجھے کوئی اور بیمار کرنے کے لیے نہیں ملا، مجھے تو نے بیما کر دیا (معاذ اللہ)، ایسے لغویات اس کی زبان سے نہیں نکلے بلکہ اس نے پھر بھی ''الحمد للہ'' کہا، تو میرے محبوب ﷺ فرماتے ہیں کہ تین دنوں کے بعد جب وہ صحت مند ہو رہا تھا تو وہ یوں اٹھ رہا تھا گویا کہ:

خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ ...... گناہوں سے ایسے نکلا جیسے آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنم دیا ہے،

اس کے گناہ مٹ چکے ہیں، گناہ جھڑ چکے ہیں، ساری بدی مٹ چکی ہے، سارے داغ مٹ چکے ہیں۔

(المعجم الصغیر، حرف العین، باب العین من اسمه عمر، ج:1، ص:314، رقم الحدیث: 519)

یہ اس لیے ہے کہ مؤمن جس حال میں بھی ہو اس حال میں نوازا جاتا ہے، اگر مرض آ گیا تو اس کو کتنا نوازا جا رہا ہے، اگر وہ مرض کے دنوں میں صبر کرتا ہے، صحت والے دنوں کی نیکیاں بدستور لکھی جاتی ہیں اور اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

میرے آقا ﷺ فرمانے لگے کہ:

كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ ...... تو وہ یوں ہو گیا جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔

Marfat.com

پھر معاملہ اس سے آگے کا ہے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

مَنْ وَعَكَ لَيْلَةً ...... جس کو ایک دن بخار ہوا،

فَصَبَرَ ...... پھر اس نے صبر کیا،

وَرَضِيَ بِهَا عَنِ اللهِ عزوجل ...... وہ بندہ بخار میں بھی رب سے راضی رہا،

صرف ایک رات بخار ہوا اور وہ اس حالت میں بھی رب سے راضی رہا،

خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ...... اب بھی وہ گناہوں سے یوں نکل گیا ہے جیسے آج ہی اس کی ماں سے اس کو جنم دیا ہے۔

(شعب الایمان، السبعون من شعب الایمان و هو باب فی الصبر علی المصائب فصل فی ذکر ما فی الأوجاع و الأمراض و المصیبات من الکفارات، ج:7، ص:150، رقم الحدیث: 9868)

نئی زندگی پانے کے کتنے مراحل احادیث مبارکہ میں موجود ہیں اور کیا شان ہے رسول اکرم ﷺ کے اقوال زریں کی اور کیا مقام ہے ان احادیث طیبہ کا اور یہ مرتبہ ہے ہمارے دین کا اور کتنے وارے نیارے ہیں اس امت کے، ایک رات کا بخار اتنا سوزمند ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو معاف کر کے ایسے بنا دیا جیسے اس کی ماں نے اسے ابھی جنم دیا ہے اور ایک رات کے بخار کے عوض میں نئی زندگی عطا فرما دی ہے۔

ان تمام احادیث کا تعلق انسان کی اپنی زندگی کے ساتھ تھا، کچھ زندگیاں اوروں کے ساتھ حسنِ سلوک کی وجہ سے بھی مل جاتی ہیں، اسلام میں دوسرے کے ساتھ تعاون کی حیثیت کو بھی اجاگر کر دیا گیا ہے، بالخصوص جو انسان فوت ہو گیا ہے، اس دنیا سے چلا گیا ہے، اس کے ساتھ جو اچھا سلوک ہے اس پر کتنا بڑا اجر ملتا ہے۔ آج ایسا بھی

Marfat.com

لوگوں میں تاثر پیدا کیا جاتا ہے کہ ساری دشمنی کرنی ہے تو قبر والوں کے ساتھ کرنی ہے، زندہ لوگوں کو چھوڑ کر اپنی دشمنی کا رخ قبر والوں کی طرف کیا جاتا ہے۔

فوت شدہ مسلمان کے اعزاز سے نئی زندگی

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جس وقت ایک مؤمن انسان کے جسم سے روح نکل گئی تو اب اس ڈیڈ باڈی (Dead Body) کی عزت کتنی ہے؟

آج میت کے غسل کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، بیٹا باپ کے جسد کو غسل دینے کے لیے تیار نہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ ایک خاص قسم کا بندہ ہو جس کو نظر حقارت سے دیکھا جاتا ہے، وہ آ کر غسل دے، یہ اس کا کام ہے، لیکن ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غسل دینے والے کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا وَ كَفَّنَهُ ...... جس نے میت کو غسل دیا اور اسے کفن پہنایا،

وَ حَنَّطَهُ...... اور اس کو خوشبو لگائی،

وَحَمَلَهُ...... اور پھر اس کے جنازہ کو کندھا دیا،

وَ صَلّٰى عَلَيْهِ ...... اور پھر اس نے نماز جنازہ جا کے پڑھی،

سارے مراحل پورے ہو گئے، غسل بھی دیا، کفن بھی دیا، خوشبو بھی لگائی اور کندھا بھی دیا، پھر جا کر نماز جنازہ بھی پڑھی، پھر چھٹا کام کیا کیا؟

وَ لَمْ يُفْشِ عَلَيْهِ مَا رَاٰى مِنْهُ ...... غسل دیتے وقت اگر بدن میں کوئی چیز دیکھی جو عیب والی ہے، اس نے اس پر پردہ ڈال دیا، لوگوں میں اس نے تشہیر نہیں کی بلکہ اس نے پردہ ڈال دیا، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

خَرَجَ مِنْ خَطِيْئَتِهٖ مِثْلَ يَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ ...... وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکلا جیسے

Marfat.com

اس دن تھا جب ماں نے اس کو جنم دیا تھا وہ ایسا ہو گیا ہے جیسے آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنم دیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز، باب: ما جاء فی غسل المیت، ج:1، ص:469، رقم الحدیث: 1462)

اپنے گناہوں سے باہر نکل آیا ہے، اس کی غلطیاں معاف ہو گئی ہیں، فوت شدہ کے بدن کی عزت اتنی ہے کہ اس کی عزت کرتے کرتے اس (امور ستہ میں شرکت کرنے والے) کا کام ہو گیا، اس کو غسل دیا، شریعت نے انسان کو حکم دیا ہے کہ تم فوت شدہ انسان کے بدن کو پھینک نہ دو، یہ حضرت انسان کا اعزاز ہے، اس کا دنیا میں آنا بھی منفرد انداز کا ہے اور اس کا جانا بھی منفرد انداز کا ہے۔

غسل دے رہا ہے، کفن دے رہا ہے، خوشبو لگا رہا ہے، کندھا دے رہا ہے، اور پھر اس پر پردہ بھی ڈال رہا ہے، اس کو اس انداز میں دنیا سے رخصت کر رہا ہے تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے اتنا بڑا کام کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کو نئی زندگی عطا فرما دی ہے۔

اب سوچ لو، ایک عدد نئی زندگی بظاہر کتنی مشکل ہے اور شریعت میں آسان کتنی ہے، نئی زندگی کا حصول عموماً محالات میں ہو گا کہ نئی زندگی دنیا میں ہوتے ہوئے کیسے مل جائے، جس وقت ایک انسان اس راستے میں چلتا ہے تو اس شریعت نے تو آسانیاں پیدا کر رکھی ہیں اور اس انداز میں بندے کو نوازنے کے لیے چانسز رکھے ہوئے ہیں۔

ایک انسان فوت ہو گیا، دنیا سے جانے کا سفر جاری ہے، دوسرا اس کے ساتھ حسن سلوک کر رہا ہے، یہ صرف اس دنیا سے جانے والے کے ساتھ تعاون نہ بنا بلکہ اس کے ساتھ تعاون بھی ہے، اس کا اعزاز بھی ہے، اس کی تکریم بھی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ جو تعاون کرنے والا ہے وہ بھی محروم نہیں رہا، اس کو دفن کر

Marfat.com

کے واپس آرہا تھا تو ایسے، جیسے ابھی گناہ معاف کروا کے آرہا ہے۔

اس شریعت میں وہ بھی نسخہ موجود ہے جس سے ایک سیکنڈ میں بھی نئی زندگی مل سکتی ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ:

جس شخص کی نظر بہکی اور کسی غیر محرم پہ جا پڑی، ابھی دیکھنا چاہتا ہی تھا کہ فوراً یاد آگیا کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے، اور اس نے یہ دیکھنا مجھ پر حرام کیا ہے،

تو رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

جس نے فوراً نگاہ پھیر لی، اللہ نے اس کو نیا ایمان عطا فرما دیا، اس کو نئی زندگی ملی، نئی تازگی ملی۔ (صحیح مسلم، کتاب الآداب، باب: نظر الفجأة، ج:6، ص:181، رقم الحدیث:5770)

اب دیکھو، کہاں سے لے کر کہاں تک نصاب شریعت میں موجود ہے بلکہ ایک سیکنڈ تک کا بھی نصاب موجود ہے۔ یہ ہزار ہا احادیث کے کھلے دفتر اور جہان کے اندر سفر تھا۔ جس کی ایک جھلک ہم نے دیکھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس انداز میں یہ رحمتیں رکھی ہیں اور سید عالم ﷺ کا اس امت پر کتنا فضل ہے، کتنا کرم ہے، سرکار ﷺ یہ چاہتے ہیں کہ میرے کسی امتی کی زندگی گناہوں والی نہ ہو، ہر ایک کی چمک والی زندگی ہو، درخشاں زندگی ہو، روشن زندگی ہو تا کہ اس کو اس کی زندگی میں لذت محسوس ہو، نکھار محسوس ہو اور ایسی تازہ زندگی ہو کہ جب روح نکلے تو فرشتے چومتے ہوئے اس کو اللہ کے دربار میں پہنچائیں اور روح رب کے عرش کے سامنے جا کے سجدہ ریز ہو جائے۔

"ایک عدد نئی زندگی" بڑا دلچسپ اور وسیع مضمون ہے،

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نئی روشن اور درخشاں زندگی عطا فرمائے۔

آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و سلم

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر 8

حج کے اسرار و رموز

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ

وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ

مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ○

(سورۃ الحج، سورت نمبر 22، آیت نمبر 28-27)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ

آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب ودلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفےٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت، حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے **"ادارہ صراط مستقیم پاکستان"** کے زیر اہتمام **"فہم دین کورس"** میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

حج کے اسرار ورموز

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور اس کے ابلاغ و تبلیغ اور اس پہ عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب حضرات و خواتین کو بار بار حج بیت اللہ شریف کی سعادت عطا فرمائے۔

خالق کائنات جل جلالہ نے انسان کو اپنا قرب عطا کرنے کے لیے جن عبادات کا حکم دیا ہے، حج ان عبادات میں سے ایک نہایت اہم اور منفرد عبادت ہے اور وہ ایسی عبادت ہے جو مخصوص اوقات میں، مخصوص مقامات پر، مخصوص افعال کی ادائیگی سے مکمل ہوتی ہے۔

قرآن مجید کی متعدد آیات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے فرامین میں جہاں حج

Marfat.com

کے لزوم اور فرضیت کا بیان ہے، وہاں حج کی مختلف حکمتوں کو بھی اجاگر کیا گیا ہے کہ وہ کون سے امور ہیں جن کے پیش نظر اسلام میں یہ لازم رکھا گیا ہے کہ جو بندہ صاحبِ استطاعت ہو وہ ضرور یہاں پہنچے اور خالق کائنات کے حکم کے مطابق مناسک حج ادا کرے۔

فرضیت حج کی حکمت

سب سے پہلی حکمت اسلام کے ساتھ وابستگی کا اظہار ہے۔

رب ذوالجلال کو یہ ازل سے علم تھا کہ سب سے آخری دین ''دین اسلام'' ہوگا، جو کہ جامع دین ہوگا، اور پھر جس کے بعد کسی اور دین کی گنجائش نہیں رہے گی اور وہ پوری کائنات کا دین ہوگا، اس کے ماننے والے شرق و غرب، شمال و جنوب میں ہر طرف موجود ہوں گے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات کے بعد بھی قیامت تک اسلام کے حاملین اور علمبردار موجود رہیں گے، اس لیے خالق کائنات جل جلالہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست دین لینے والوں سے لے کر قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے یہ لازم کر دیا کہ ہر شخص اپنے عہد میں اپنے اسلام کے اظہار کا یہ طریقہ اختیار کرے کہ اگر اس کے پاس استطاعت ہے تو وہ ضرور وہاں پہنچے جہاں سے یہ اسلام کا سورج طلوع ہوا اور جہاں سے اس آفتاب نے دنیا کو تابناک کرنا شروع کیا۔

ہر شخص جس وقت اپنے دل کے ایمان اور یقین کو محسوس کرتا ہے تو اسے ہر لحہ یہ لذت محسوس ہوتی ہے کہ آج سے صدیوں پہلے جو چاند طلوع ہوا تھا، اس کی چاندنی آج بھی میرے دل میں موجود ہے، تو میں جا کر ان آفاق کی زیارت کروں جن آفاق سے یہ

Marfat.com

چاند طلوع ہوا، میں اس خاک کی زیارت کروں جہاں سے کاروانِ اسلام نے اپنا نہایت ہی عظمتوں والا سفر شروع کیا تھا۔

اسلام کے ساتھ وابستگی کے اظہار کے لیے حج کا یہ عظیم سفر رکھا گیا ہے کیونکہ انسان جس گھاٹ سے پیتا ہے اس کی ہر ہر بوند کو سلام کرتا ہے، جو پانی کسی ندی سے ہوتا ہوا اس انسان کے کھیت کو سیراب کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک تجسس اور جستجو ہوتی ہے کہ یہ آتا کہاں سے ہے، اس کا منبع کیا ہے، اس کا Origin کہاں ہے، یہ کہاں سے پھوٹ رہا ہے اور میرے کھیت کو سیراب کر رہا ہے، وہ منبع دیکھنے کے لیے انسان کے دل میں ایک تڑپ ہوتی ہے، تو خالق کائنات جل جلالہ نے ہمیشہ کے لیے اسلام سے اور اسلام کے معارف سے اپنے دل کی کھیتیاں سیراب کرنے والوں کو ان مقامات کی زیارت کا حکم دیا ہے۔

اسلام کے ساتھ وابستگی اور اس وابستگی کی لذت کے حصول کے لیے شریعت کی طرف سے ایک چانس (chance) رکھا گیا ہے کہ اگر انسان کے پاس استطاعت ہے تو وہ ضرور حج کرے تاکہ اس کو نئی زندگی بھی مل جائے اور اسلام کی نئی تابندگی بھی مل جائے، اس کا ذوق بھی بالکل بے غبار ہو جائے اور اس کو ایک نئی توانائی بھی حاصل ہو جائے، اس لیے خالق کائنات جل جلالہ نے اس امت کے لیے حج کو لازم فرما دیا، اس لحاظ سے یہ حکمت بہت بڑی حکمت ہے کہ کعبۃ اللہ کے ساتھ اس امت کا تعلق رہے اور یہ تعلق انفرادی ہے، کیونکہ یہود و نصاریٰ کا اس کعبۃ اللہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، یہ رشتہ صرف اور صرف ہمارا ہے، ہمارے خیالات کے کارواں اسی جانب جاتے ہیں اور ہمارے جذبوں کو حرارت بھی اسی گھر سے میسر آتی ہے۔

Marfat.com

استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے پہ وعید

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کی عظمتوں کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

مَنْ مَّلَكَ زَادًا وَّ رَاحِلَةً ...... جو شخص زاد راہ رکھتا ہے، سواری پاس موجود ہے کہ جس کی وجہ سے وہ وہاں پہنچ سکتا ہے، اور اس کے باوجود وہ نہیں جاتا،

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَلَا عَلَيْهِ أَنْ يَّمُوْتَ يَهُوْدِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا

پھر کوئی نہیں اس پر خواہ وہ یہودی ہو کے مرجائے یا نصرانی ہو کے مرجائے۔

(جامع الترمذی، کتاب الصوم، باب: التغلیظ فی ترك الحج

ج:3، ص: 176، رقم الحدیث: 812)

دوسرے مقام پہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَلْيَمُتْ عَلٰى أَيِّ حَالٍ شَاءَ يَهُوْدِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا

وہ مرجائے خواہ یہودیت کی حالت میں مرے یا پھر نصرانیت کی حالت میں مرے۔

(مصنف ابن أبی شیبة کتاب الحج باب: فی الرجل یموت و لم یحج و هو موسر،

ج: 3،ص: 305، رقم الحدیث: 14450)

تو بطور خاص یہودیت اور نصرانیت کی طرف اس کو منسوب کر دیا کہ جسکو استطاعت ملی ہے، جانے کے اخراجات بھی موجود ہیں، اس کے باوجود وہ نہیں جاتا تو پھر اس نے اپنے مرکز سے اپنی نسبت اور اپنی رغبت کو خود کمزور کیا اور اس نے اپنے آپ کو یہودیت کی طرف منسوب کر لیا اور عیسائیت کی طرف منسوب کر لیا۔

تو اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام کا جو رشتہ کعبۃ اللہ کے ساتھ ہے، یہ

Marfat.com

رشتہ ہرگز یہودیت کو نہیں دیا گیا اور نہ ہی عیسائیت کو یہ تعلق دیا گیا۔

کعبۃ اللہ کے ساتھ اور حرم پاک کے ساتھ جو تعلق ہے وہ مضبوط ترین اور امتیازی تعلق صرف اسلام کا ہے، وہاں اس مقدس دیار کی حاضری اور وہاں جانا اور وہاں جا کر ان مناسک کو ادا کرنا، یہ اپنی طرف سے اِس خاص رشتے کا اظہار ہے کہ میں اس سرزمین پر کعبے کا وارث ہوں، کعبے کا حامی ہوں، کعبے کا نگہبان ہوں اور حرم سے میرا تعلق ہے، میرا رشتہ ہے اور پھر جس وقت کعبہ کے کعبہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دہلیز پہ جاتا ہے تو اپنے اِس خاص اعزاز کا اظہار کرتا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ نے مجھے ان مقامات کے ساتھ جو تعلق دیا ہے وہ کسی اور کو دنیا میں میسر نہیں ہے، کسی دوسرے دین کے حامی کو وہ رشتہ خالق کائنات جل جلالہ نے عطا نہیں کیا۔

لہٰذا حج کے اسرار و رموز میں یہ بات سرفہرست ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر نبوت کا دروازہ بند کر دیا اور قیامت تک کے لیے یہی دین، جو ہمیشہ کا دین قرار دیا، تو اس کے متوالوں کو جذبہ دینے کے لیے، ان کو ہر لحہ نئی تابندگی عطا کرنے کے لیے اور ان کے دین اور ایمان کو ایک ثبات عطا کرنے کے لیے خالق کائنات جل جلالہ نے جہاں قرآن مجید کی شکل میں ایک بہت بڑا سہارا عطا فرمایا ہے، وہاں کعبۃ اللہ کی شکل میں اور وہاں کی حاضری کے ساتھ ربّ ذوالجلال نے ایک بہت بڑا مسلم امہ پر احسان کیا ہے۔

لہٰذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے بظاہر چلے جانے کے بعد بھی ابھی تک اور ہمیشہ کے لیے یہ جذبوں کا گلستان ہمارے سامنے موجود رہے گا۔

ایک انسان جس کے پاس استطاعت موجود نہیں وہ تڑپ رہا ہے اس بات کے لیے کہ

Marfat.com

مجھے استطاعت مل جائے تو میں حاضر ہو جاؤں اور جس کے پاس استطاعت ہے اس کے لیے یوں ایمان کا معیار بنا دیا گیا کہ فرمایا:

وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ

اور جو منکر ہو تو اللہ تعالیٰ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

جو بندہ استطاعت کے باوجود نہیں جاتا تو وہ منکر ہے خالق کائنات جل جلالہ اس سے بے نیاز ہے۔ (القرآن الکریم، سورۃ آل عمران، رقم السورۃ: 3، رقم الآیۃ: 97)

لہٰذا ایمان کی حلاوت کو محسوس کرنے کے لیے اور اپنے ایمان کی عظمت کے اظہار کے لیے لازم کر دیا گیا کہ جس کے پاس استطاعت ہے وہ ضرور وہاں پہنچے تا کہ اس کی بیٹری بھی چارج ہو جائے، مناسک بھی ادا ہو جائیں اور دنیا کو یہ پتا چلتا رہے کہ مسلم امہ اپنے مرکز سے وابستہ ہے اور اس کا تعلق کمزور نہیں ہوا۔

یہ کعبے سے تعلق، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق اور قرآن مجید سے تعلق یہ وہ سہارے ہیں جو مسلم امہ کو ہر لمحہ کامرانی کی طرف متوجہ کرنے والے ہیں اور جس وقت زوال اس امت کی طرف آنے لگتا ہے تو جو چیزیں اس امت کو عروج عطا کرتی ہیں وہ یہی سہارے ہیں جو رب ذوالجلال نے اس امت کو بطور خاص عطا فرمائے ہیں۔

مسلمانوں کی خصوصیت

رب ذوالجلال تمام مخلوق کا خالق ہے اور سب کا رب ہے، لیکن ان میں مولا صرف مسلمانوں کا ہے:

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَأَنَّ الْكَافِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ

یہ اس لیے کہ مسلمانوں کا مولا اللہ ہے اور کافروں کا کوئی مولا نہیں۔

(القرآن الکریم، سورۃ محمد، رقم السورۃ: 47، رقم الآیۃ: 11)

Marfat.com

وہ رب تو پورے جہاں کا ہے، کھلاتا تو سب کو ہے، پلاتا تو سب کو ہے، دیتا تو سب کو ہے، پیدا بھی سب کو کرتا ہے اور سب کو پروان بھی چڑھاتا ہے، ہر لمحہ اسی کا کھا کر کافر بھی گزارہ کر رہے ہیں مگر اس نے اپنے آپ کو مولا کہا ہے تو صرف مومن کا کہا ہے، کافر کا مولا اپنے آپ کو نہیں کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضیافت

خالق کائنات جل جلالہ نے جہاں مشرکین کو نجس قرار دیا ہے اور انہیں اپنے گھر سے دور رکھا ہے، وہاں ایمان والوں کو اپنے گھر آنے کی دعوت بھی دی ہے اور اپنے گھر کی طرف بلایا ہے اور ان کو یہ اعزاز دیا ہے کہ میں تمہارا مولا ہوں، میں تمہیں اپنے گھر کی دعوت دے رہا ہوں، میرے گھر میں آجاؤ۔

لہٰذا حج کا یہ دوسرا پہلو ہے کہ یہ خالق کائنات جل جلالہ کی طرف سے ضیافت ہے اور خالق کائنات جل جلالہ نے لوگوں کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی ہے، لہٰذا جو حج کی ادائیگی کے لیے کعبہ کی طرف جائے تو وہ یہ محسوس کرے کہ اس کو خالق کائنات نے اپنے گھر کی ضیافت کے لیے چن لیا ہے۔

ایک عام انسان نے جب کسی کی دعوت کی ہو تو وہ مہمان کے لیے پورا پورا اہتمام کرتا ہے، اس کی حاجات کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کو خوش رکھتا ہے، تو خالق کائنات جل جلالہ جب لوگوں کو اپنے گھر کی دعوت دیتا ہے اور لوگ وہاں جاتے ہیں تو خالق کائنات جل جلالہ کی ضیافت سے لطف اندوز ہوتے ہیں، اس ضیافت کی وجہ سے ان کے حسی معاملات میں بھی عظمتیں آجاتی ہیں اور معنوی طور بھی اللہ تعالیٰ ان کو مالا مال فرما دیتا ہے۔

Marfat.com

حاجی کون کون ہے

جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اس گھر کو پاک کر چکے تو خالق کائنات جل جلالہ نے فرمایا:

وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ ...... اورلوگوں میں حج کی عام ندا کردے،

یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ ...... وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر،

یَاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ...... کہ ہر دور کے راہ سے آتیں ہیں ،

لِیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ ...... تا کہ وہ اپنا فائدہ پائیں، اپنے منافع پاسکیں، اپنے منافع حاصل کرسکیں۔ (القرآن الکریم، سورۃ الحج، رقم السورۃ: 22، رقم الآیۃ: 28-27)

تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہا کہ جبل ابوقبیس پر کھڑے ہو جاؤ اور یہ اعلان کردو، جب انہوں نے اعلان کیا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

عَلَیْكَ الْاَذَانُ وَ عَلَیَّ الْبَلٰغُ ...... آواز دینا تمہارا کام ہے اور آواز پہنچانا میرا کام ہے۔ (التفسیر الکبیر، سورۃ الحج، رقم السورۃ: 22، رقم الآیۃ: 26، ج:23، ص: 219)

اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آواز دی اور ارواح نے سن لی، جنہوں نے لبیک کہا ہے وہ اس گھر کی حاضری کے لیے پہنچتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اعلان کروانے کے بعد ارشاد فرمایا: مقصد یہ ہے کہ تمہیں تمہارے منافع مل جائیں اور حج میں منافع دینی بھی ہیں، دنیاوی بھی ہیں، حسی بھی ہیں اور باطنی بھی ہیں۔

Marfat.com

ایک چھوٹی سی ذات کسی کو بلائے تو اس کی بھی کوشش ہوتی ہے کہ جو آیا ہے وہ اس کو خالی ہاتھ نہ بھیجے، اس کو کچھ نہ کچھ دیا جائے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اپنے گھر بلا رہا ہوں اور اس لیے بلا رہا ہوں تا کہ تمہیں تمہارے منافع میسر آ جائیں، میں تمہیں فائدے دینا چاہتا ہوں، تمہیں منافع سے مالا مال کرنا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا مہمان اور اس کی عظمتیں

خالق کائنات جل جلالہ نے اپنے بندے کو اپنے گھر بلایا ہے، اپنے گھر کا مہمان بنا کر اس کی عظمت کو یوں بلند کر دیا جیسے کہ ذرے کو آفتاب کر دیا جائے۔

وہ شخص کہ جس کو شاید محلے میں کوئی مہمان بنانے کے لیے تیار نہ ہو، جب اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کا مہمان بنایا تو اس کے لیے خاص الفاظ استعمال فرمائے:

اَلْحَاجُّ وَفْدُ اللّٰهِ ...... حاجی اللہ کا وفد ہے، یہ اللہ کا مہمان ہے۔

(مصنف ابن أبي شيبة كتاب الحج باب: ما قالوا في ثواب الحج ج: 3 ص: 122، رقم الحديث: 12659)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے گھر کی طرف دعوت دے کر حج کے اس پہلو کو اجاگر کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس حج کو لوگوں کے لیے ایک وسیلہ بنایا ہے، ایک ربط کا ذریعہ بنایا ہے تا کہ مختلف مقامات کے انسان یکجا ہو جائیں۔

جس وقت ایک انسان چلتا ہے اور چلتے چلتے اس مقدس دیار میں پہنچتا ہے جہاں پہ اللہ تعالیٰ نے اس انسان کے لیے عظمتیں رکھی ہیں، جب اس انسان کو بیت اللہ کا قرب میسر آ جاتا ہے، تو اس وقت اس کی حیثیت کیا ہوتی ہے؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

Marfat.com

اَلْحُجَّاجُ وَ الْعُمَّارُ وَفْدُ اللّٰہِ ...... حاجی اور عمرہ کرنے والے اللہ کا وفد ہیں۔

(سنن ابن ماجه، كتاب المناسك باب: فضل دعاء الحاج، ج:2، ص: 966، رقم الحديث: 2892)

اگر کوئی بندہ یہاں بیٹھ کے بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے تو وہ اللہ تعالیٰ شہ رگ سے زیادہ قریب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما رکھا ہے کہ:

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ...... اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ (القرآن الكريم، سورة غافر، رقم السورة: 40، رقم الآية: 60)

میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب حاجی اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان بن جائیں تو:

اِنْ سَاَلُوْهُ اَعْطَاهُمْ ...... اگر وہ رب سے مانگیں تو اللہ تعالیٰ انہیں عطا کرتا ہے،

وَاِنِ اسْتَغْفَرُوْهُ غَفَرَ لَهُمْ ...... اور اگر اس معافی مانگیں تو وہ انہیں معاف کرتا ہے،

وَاِنْ دَعَوْا اُسْتُجِيْبَ لَهُمْ ...... اور اگر اللہ سے دعا کریں تو وہ ان کی دعائیں قبول کرتا ہے،

خود تو ان کے وارے نیارے ہو گئے اور خود تو عظمتوں کی معراج کو پہنچ گئے، مگر:

وَاِنْ شَفَعُوْا شُفِّعُوْا ...... اگر وہ کسی کی سفارش کریں تو رب ان کی سفارش کو قبول فرماتا ہے۔

(احياء علوم الدين، كتاب: أسرار الحج، الفصل الأول: في فضائل الحج و فضيلة البيت و مكة و المدينة حرسهما الله ج: 1، ص: 240)

رب کا وفد ہونے کی وجہ سے، رب کے گھر کا مہمان ہونے کی وجہ سے اب ان کی حیثیت جدا ہے، ان کا ہر انداز جدا ہے، وہ جو دعا کرتے ہیں وہ قبول ہوتی ہے، اور اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے ان کو اس انداز کا شفیع بنا دیا ہے کہ اگر وہ کسی حق میں سفارش کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی سفارش کو مسترد نہیں کرتا۔

صرف وہاں ہی نہیں، یہاں تک کہ جب حاجی صاحب واپس آتے ہیں، گھر نہیں پہنچتے، راستے میں کوئی ان سے دعا کرواتا ہے تو اس حاجی کی دعا اس کے حق میں قبول ہو جاتی ہے۔ (الترغیب و الترھیب، کتاب الحج، ج: 2، ص: 108، رقم الحدیث: 1700)

کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں گیا ہے، اس کی شان خاص ہو گئی ہے، اس کی نسبت بدل گئی ہے، اس کو خاص اعزاز مل گیا ہے۔

لہٰذا یہ دوسرا پہلو ہے حج کے اسرار و رموز میں کہ خالق کائنات جل جلالہ نے ایک انسان کو جو کہ اپنے آپ کو اپنے حواس کے لحاظ سے دور سمجھتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر میں اس کے حواس کو ایسا سیراب کیا کہ اب اسے محسوس ہونے لگا ہے کہ میں دور نہیں ہوں، کیونکہ رب تو پہلے ہی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، لیکن اب بندے کو محسوس ہو جاتا ہے کہ میں دور نہیں ہوں بلکہ میں بھی اپنے رب کے قریب ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

إِنَّ لِلّٰهِ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ عِشْرِينَ وَمِائَةَ رَحْمَةٍ تَنْزِلُ عَلَى هٰذَا الْبَيْتِ ......

اللہ تعالیٰ کعبۃ اللہ پر ایک سو بیس (120) رحمتیں نازل فرماتا ہے، ان کی تقسیم کیا ہے؟

سِتُّونَ لِلطَّائِفِينَ ...... ان میں سے ساٹھ رحمتیں طواف کرنے والوں کے لیے ہیں، جو اس گھر کے گرد چکر لگا رہے ہیں مخصوص انداز میں، ساٹھ رحمتیں ان کو دے دی جاتی ہیں۔

Marfat.com

أَرْبَعُوْنَ لِلْمُصَلِّيْنَ ...... اور وہاں جو پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں چالیس (40) ان کو دے دی جاتی ہیں۔

عِشْرُوْنَ لِلنَّاظِرِيْنَ ...... اور وہ جو وہاں بیٹھے دیکھ رہے ہیں بیس (20) ان کو بھی عطا کر دی جاتی ہیں۔(الدر المنثور، سورة البقرة تحت الآية رقمها: 128، ج: 1، ص: 328)

یہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں پہنچ جانے کے بعد اس گھر کا اعزاز ہے اور گھر والوں کے لیے اتنا بڑا حصہ ہے کہ اب وہ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں، اللہ تعالیٰ کا وفد ہیں تو اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمتوں سے نواز دیا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ جو چکر لگا رہا ہے اس کے لیے اپنا کوٹہ ہے، جو صرف نماز پڑھ رہا ہے اس کے لیے اپنا کوٹہ ہے، اور جو نہ چکر لگا رہا ہے اور نہ ہی نماز پڑھ رہا ہے صرف بیٹھا ہوا رحمت خداوندی کا منظر دیکھ رہا ہے، دائیں، بائیں کعبہ میں بیٹھا ہوا ہے اور اس کی نگاہیں کعبہ پہ لگی ہوئی ہیں، وہ دیکھ رہا ہے تو اللہ تعالیٰ اس انسان کو بھی اپنی طرف بیس رحمتیں عطا فرماتا ہے۔

تو یہ پورا منظر وہاں پر خالق کائنات کے گھر کا ہے اور یہ خاص طور پر وہ عظیم پہلو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان (حج اور عمرہ کرنے والے) بندوں کو چن لیا ہے، اپنے گھر کا دیدار بھی کرا دیا ہے اور دوسروں سے ان کی شان کو بڑھا دیا ہے اور اپنی رحمت کے خاص کوٹے بھی ان کو عطا فرما دیے ہیں۔

ابن جُبیر کے تاثرات

ابن جبیر جو ایک بہت بڑے سیاح تھے اور انہوں نے اس دنیا کے بہت سے شہروں کو دیکھا ہے، ملکوں کو دیکھا ہے، جب شرق و غرب کو دیکھنے کے بعد اس نے

Marfat.com

Analysis مرتب کیا اور ''رحلة لابن جبیر'' کے اندر اپنے comments لکھے تو مکہ شریف کے بارے میں کہنے لگے کہ:

اِنَّهَا تَتَّسِعُ لِوُفُوْدِهَا اِتِّسَاعَ الرَّحْمِ لِمَوْلُوْدِهَا.

ابن جبیر کا ایک جملہ درجنوں داستانوں سے بھاری ہے، کہنے لگے کہ سارے شہر اپنے مکینوں سے بڑا پیار کرتے ہیں مگر مکہ شریف کا ایک خاص انداز ہے، وہاں حج و عمرہ کے لیے جو لوگ جاتے ہیں ان کا مکہ اہتمام کیسے کرتا ہے، ان سے مکہ پیار کیسے کرتا ہے اور ان کو مکہ اپنی آغوش میں کیسے لیتا ہے؟

ہمارے عرف عام میں جب سب سے بڑا جملہ بولنا ہو تو یہ بولا جاتا ہے کہ یوں جیسے ماں بچے کو آغوش میں لے لے، اتنا پیار جتنا ماں بچے کو آغوش میں لے کے کرتی ہے تو وہ پیار کا منظر وہاں ہوتا ہے، یہ ہمارے پاس آخری جملہ ہے۔

ابن جبیر کا اس سے اگلا جملہ ہے، ابن جبیر کہنے لگے کہ:

اِنَّهَا تَتَّسِعُ لِوُفُوْدِهَا اِتِّسَاعَ الرَّحْمِ لِمَوْلُوْدِهَا ...... مکہ شریف حجاج اور معتمرین کے لیے یوں وسعت رکھتا ہے جیسے رحم اپنے بچے کے لیے اور حاجی کو ہر لحاظ سے اس قدر محفوظ کرتا ہے جیسے ماں کا رحم اپنے بچے کو محفوظ کرتا ہے۔

وہ خاص وقت جس میں بچہ ماں کے شکم میں ہوتا ہے اور وہ رحم اس کو غذا بھی دے رہا ہوتا ہے اور اس کی حفاظت بھی کر رہا ہوتا ہے اور وہ رحم اس کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہوتا ہے اور اس نے اس کو ایک خاص ماحول میں رکھا ہوا ہوتا ہے، ایسے ہی مکہ شریف بھی حاجی کو رکھتا ہے۔

ابن جبیر اپنے سارے تاثرات کو اپنے اس جملے میں بند کر گئے کہ:

Marfat.com

مکہ شریف اپنے حاجی کو یوں رکھتا ہے جیسے ماں کے رحم میں بچہ ہوتا ہے اور وہ رحم اس کے لیے حفاظت کا کردار بھی ادا کرتا ہے، غذائیت کا کردار بھی ادا کرتا ہے، ایسے ہی مکہ شریف اپنے حاجی کا خیال رکھنے والا ہے۔(رحلة ابن جبير، شهر ذي الحجة رقم الصفحة: 148)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکمتیں بیان کی ہیں ان کے لحاظ سے امت میں ہمیشہ یہ تاثر ابھرا اور قافلے مکہ شریف کی طرف چلے اور اللہ تعالیٰ کے گھر کے شوق میں لوگ بڑھتے رہے اور ایسا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔

حاجی کا مقام

حضرت علی بن موفق نے ساٹھ حج کیے، جب ساٹھ مکمل کر چکے، حطیم میں کھڑے تھے، وہاں یہ خیال آیا کہ حج گنتی میں تو ساٹھ کیے، پتہ نہیں کہ میرا کوئی قبول ہوا ہے یا نہیں، اللہ تعالیٰ نے پتہ نہیں ان میں سے کوئی ایک بھی قبول فرمایا ہے یا نہیں، بڑے مضطرب ہو گئے، بے چین ہو گئے، ایسے عالم میں کھڑے تھے کہ ان کو آواز آئی اور اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام ملا کہ:

يَا ابْنَ الْمُوَفَّقِ! هَلْ تَدْعُوْ اِلٰى بَيْتِكَ اِلَّا مَنْ تُحِبُّ ...... ابن موفق اب بھی سوچتے ہو کہ کون سا قبول ہوا اور کون سا قبول نہیں ہوا اور یہ کہ کیا حج کر کے مجھے کچھ ملا یا کہ نہیں ملا، اے ابن موفق! کیا جو انسان تمہیں ناپسند ہو اسے تم اپنے گھر میں بلاتے ہو، نہیں، بلکہ تم اس کو ہی بلاتے ہو جو تمہیں پسند ہوتا ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں ساٹھ بار اس لیے بلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے پیار کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دلاسہ دیا، اللہ تعالیٰ کی رحمت نے آواز دی کہ تم اپنی حیثیت کو دیکھو کہ تم اپنے گھر میں من پسند کو بلاتے ہو اور اسے دعوت دیتے ہو، تو تمہیں جو اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

ساتھ بار اپنے گھر میں بلایا ہے تو تم خوش رہو، اس کی رحمت پہ یقین رکھو اور اس کی رحمت پہ بھروسہ رکھو کہ اس نے تمہارے ساتھ پیار کیا ہے تو اسی واسطے تمہیں اپنی طرف بلایا ہے۔ (تفسیر حقی، سورۃ آل عمران، جز: 2، ص: 55)

ایسے ہی حج کے اسرار و رموز کے لحاظ سے جس وقت ہم دیکھتے ہیں تو یہ حج ایک لذت توحید کا نصاب ہے، اس میں بیانِ توحید ہے، جس وقت ایک انسان دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحدت کا پرچار اپنے پیغمبروں سے کروایا اور لوگوں کو پتھروں سے پیچھے ہٹا دیا، بتوں سے پیچھے ہٹا دیا، ہر چیز سے پیچھے ہٹا کر اپنے دربار میں جھکایا، اب پھر جس وقت اسلام اور احکام اسلام نافذ ہیں، حج کی فرضیت آگئی ہے، تو پھر پتھر کے گرد چکر شروع ہو گئے ہیں، وہ بھی تو پتھر ہیں جو خانہ کعبہ کی تعمیر میں لگے ہوئے ہیں اور پھر وہ حجر اسود بھی تو ایک پتھر ہے کہ جس کو چوما جا رہا ہے، کچھ لوگ طعنے دے رہے تھے بلکہ مستشرقین نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ حج بھی ایک قسم کی بت پرستی ہے، معاذ اللہ پتھروں کے چکر کاٹے جا رہے ہیں، پتھروں کے گرد چکر لگانے سے کیا ملے گا، پتھروں کو چومنے سے کیا ملے گا، وہ مستشرق، وہ مغربی دماغ والے یہ سوچ رہے ہیں اور ادھر سے حج کی جو اسرار کی کھیتی ہے، اس میں یہ پھول خوشبو عطا کر رہے تھے کہ یہ بت پرستی نہیں ہے بلکہ یہ تو زورِ توحید ہے کہ یہ انسان یہ بتانا چاہتا ہے کہ میں رب کو مانتا ہوں، جب اس نے روکا تو میں پتھروں سے پیچھے ہٹ گیا اور ہمیشہ کے لیے میں نے توبہ کر لی یعنی اس وقت جب اسلام آیا اور لوگ بت پرستی چھوڑ کر ایمان کی طرف آگئے اور اب ایمان اتنا مضبوط ہو گیا ہے، اب پتھر کے گرد چکر لگاتا ہوں تو مجھے بت پرستی کا کوئی وہم نہیں پڑتا اس واسطے کہ رب نے اس قدر زورِ توحید دے دیا ہے کہ میں نے اپنے دل

Marfat.com

کو پوری طرح مطمئن کر لیا ہے کہ ایمان اللہ کی مرضی کا نام ہے، اگر خالق کائنات نے پھر پتھروں کے گرد چکے لگانے کا حکم دے دیا ہے تو میں چکر لگا کر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ایمان میری اپنی مرضی کا نام نہیں بلکہ ایمان میرے رب کی رضا کا نام ہے اور میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں اس کا عبد ہوں، اس کا رقیق ہوں، اور "تَعَبُّدًا وَّ رِقًّا" کے نعرے لگا کر کعبے کے گرد یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہ لوگ اور ہیں جو پتھروں کی طرف دیکھتے ہیں تو پتھروں میں گم ہو جاتے ہیں، میں نے اس کام کو مسترد کر کے پھر رب کے کہنے پر پتھروں کے گرد چکر لگا کے دنیا کو بتایا ہے کہ رب کی رضا کے حصول کے لیے جب کسی راستے میں چلتا ہوں، تو اب کچا نہیں ہوں کہ یہ معمولی چیزیں میری توجہ کو پیچھے ہٹا لیں، ان پتھروں کے گرد چکر لگا کر پھر بھی میرا ذہن سو فیصد صاف ہے کہ ان پتھروں کا اپنا کچھ بھی نہیں ہے، جو کچھ دیا ہوا ہے وہ میرے ہی رب کا عطا فرمایا ہوا ہے۔

یہ ایک خاص لذت توحید اور خاص انداز ہے کہ توحید میں پختگی آ گئی ہے، اب درمیان میں پتھر ہوں تو تب بھی ان کی طرف توجہ نہیں، نہ ان کی طرف تعبد اور عبادت کی کوئی نسبت ہے، چکر لگاتا ہوا کہتا ہوں:

"لَبَّیْکَ تَعَبُّدًا وَّ رِقًّا"...... میں چونکہ اس کا بندہ ہوں تو مولا جیسے کہے گا میں نے ویسا ہی کرنا ہے، میں غلام ہوں، میں رقیق ہوں، مرضی میرے مولا کی ہے، مرضی میری نہیں ہے، اس نے مجھے پتھروں کی بندگی سے پیچھے ہٹا دیا اور میں ہٹ گیا اور ہمیشہ کے دور ہو گیا، اب میں یہ نہیں کہوں گا کہ تو نے ان کی بندگی سے جو ہٹایا تھا تو اب ان کی طرف دیکھنے کا بھی حکم نہ دے، ان کی طرف متوجہ نہ کر، ان کی طرف مجھے جانے ہی نہ دے، بلکہ میں نے اپنا آپ اور اپنی چاہت رب کے سپرد کر دی ہے، اس نے کہا

Marfat.com

کہ ان پتھروں کے گرد چکر لگاؤ، میں نے چکر لگانے شروع کر دیے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اتباع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ:

اِنَّکَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَ لَا تَضُرُّ ...... تو ایک پتھر ہے، نہ فائدہ دے سکتا ہے، نہ نقصان دے سکتا ہے،

لَوْ لَا اَنِّیْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یُقَبِّلُکَ مَا قَبَّلْتُکَ ...... اگر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھتا کہ وہ تجھے چوم رہے ہیں تو میں تجھے کبھی بھی نہ چومتا، میں اس لیے چوم رہا ہوں کہ تجھے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے چوما ہے۔

(سنن أبی داؤد، کتاب المناسك، باب: فی تقبیل الحجر، ج:2، ص: 114، رقم الحدیث: 1875)

اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا

بَلٰی یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّهٗ یَضُرُّ وَیَنْفَعُ

کیوں نہیں اے امیر المومنین یہ پتھر نقصان اور نفع دیتا ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا وہ کیسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا قرآن مجید میں ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا قرآن میں کہاں لکھا ہے۔ آپ نے کہا کہ قرآن مجید میں ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

”وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَاَشْھَدَھُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی“

(سورۃ الاعراف رقم الآیۃ ۱۷۲)

Marfat.com

"اور اے محبوب یاد کرو جب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود اس پر گواہ کیا، کیا میں تمہارا رب نہیں سب بولے کیوں نہیں

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ بتایا کہ وہ ان کا رب ہے اور یہ سارے اللہ کے بندے ہیں۔ اور ان سے وعدے اور میثاق لئے اور عہد و اقرار کو ایک ورق میں لکھ دیا۔ اس حجر اسود کی دو آنکھیں اور ایک زبان تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا کہ اپنا منہ کھول تو اس نے اپنا منہ کھولا اور پھر اس نے وہ ورق نگل لیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

اشْهَدْ لِمَنْ وَافَاكَ بِالْمُوافَاةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَإِنِّي أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم :يُؤْتَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِالْحَجَرِ الْأَسْوَدِ ، وَلَهُ لِسَانٌ ذَلْقٌ ، يَشْهَدُ لِمَنْ يَسْتَلِمُهُ بِالتَّوْحِيدِ فَهُوَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ يَضُرُّ وَيَنْفَعُ

کل قیامت کے دن اس کی گواہی دینا جو تجھ سے وعدہ پورا کرے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حجر اسود کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اس کے لئے تیز اور فصیح و بلیغ زبان ہوگی وہ اس شخص کی گواہی دے گا جو توحید کے ساتھ اس کا استیلام کرے گا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے امیر المومنین وہ یوں نقصان بھی دے گا اور فائدہ بھی

[شعب الایمان الخامس والعشرون من شعب الإيمان وهو باب المناسك يؤتى يوم القيامة بالحجر الأسود وله لسان ذلق يشهد لمن يستلمه بالتوحيد: ج 3 ص 451]

Marfat.com

تو یہ ایک ایسا انداز ہے جس میں ایک مؤمن اپنے دین کا خلوص ظاہر کر رہا ہے کہ ہم نے اپنی عقل کو درمیان سے نکال دیا ہے، مالک کی مرضی ہے اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی ہے انہوں نے جس راستے پہ لگایا ہے ہم اسی پہ لگے رہے گے۔

اب یہی پتھر جن کو تعبد سے نکال دیا گیا مگر نسبت اللہ تعالیٰ کی میسر آ گئی، اب وہ کعبہ پتھر ہی ہے جہاں بیٹھ کر دیکھنے والوں کو بھی بیس رحمتیں میسر آتی ہیں، چونکہ ادھر رب نے لگایا ہے۔ محض پتھروں کی عبادت سے ذہن واش کر دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو متوجہ کر دیا گیا ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کے جلوے پتھروں پر آجاتے ہیں، ان پتھروں پہ نظر پڑتی ہے تو بھی بندے کو ثواب ملتا ہے، پتھروں کے ساتھ تعلق اس لیے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ کی نسبت جن جن ذوات کو میسر آتی ہے ان کا احترام کرنے میں بھی اللہ تعالیٰ اجر عطا فرماتا ہے۔

عبادات میں معقولیت

حج کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ جتنی عبادات ہیں ان میں ایک معقولیت ہے یعنی عقل میں سمجھ آتی ہیں کہ واقعی یہ عبادت کرنی چاہیے، مثلاً: جب ہم نماز پڑھتے ہیں اور سر جھکاتے ہیں، تو سجدے میں تو ایک عاجزی کا انداز ہے، عقل اس کو تسلیم کرتی ہے کہ معبود سامنے ہے جھک جاؤ، سجدہ کرو، یہ عاجزی عقل کو سمجھ آتی ہے، واقعی نماز کا یہ طریقہ ہونا چاہیے کہ پہلے ہاتھ باندھ کر ادب کیا جائے، پھر جھک کر ادب کیا جائے اور پھر سجدے میں زمین پر سر رکھ کر ادب کیا جائے۔

روزے کی معقولیت بھی سمجھ میں آرہی ہے کہ بندہ اگر سیر ہو تو اسے رب یاد نہیں آتا،

Marfat.com

بندہ بھوکا ہو تو رب پھر یاد آتا ہے تو کسر شہوت کے لیے اور شہوت کو توڑنے کے لیے، اپنی مستی کو دور کرنے کے لیے اور اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے کے لیے یہ بھوک، پیاس کا فلسفہ سمجھ آتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا دروازہ بھوک سے کھٹکھٹاؤ، بندہ جب بھوکا ہوتا ہے تو رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو روزے کی معقولیت بالکل واضح ہے۔

زکوٰۃ میں معقولیت یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے بندوں کی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی، ایک فقیر کو زکوٰۃ دے رہے ہیں تو عقل سمجھ رہی ہے کہ اس کی ضرورتیں ہیں، اس کی حاجات ہیں، اس کے بھی بچے ہیں، میں مال دوں گا تو میرا مال ستھرا ہو جائے گا اور اس کی ضرورت پوری ہو جائے گی۔

ہر جگہ پر حکمتیں موجود ہیں لیکن حج میں ستونوں کو کنکریاں مارنے سے کیا ہوتا ہے، ایک بے جان چیز کو بے جان چیز مارنا اس میں معقولیت کیا ہے، حکمت کیا ہے، اس کا فلسفہ کیا ہے، یا تو کسی کو درد ہوتا ہے کہ دشمن ہے اس کو ماریں تو تکلیف پہنچے، لیکن وہ تو ایک پتھر کا ستون ہے، اس کو کنکریاں ماری جا رہی ہیں، ان کے اندر فلسفہ کیا ہے۔

وہ صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا تک چکر، مختلف مقامات میں وقوف اس کے اندر کیا چیز ہے، اس میں کیا چھپا ہوا ہے اور پھر رمی میں فقہاء و محدثین کی طرف سے باقاعدہ وضاحت ہے کہ کوئی نہ سمجھے کہ واقعی شیطان سامنے کھڑا ہے، وہ واقعی شیطان نہیں ہے، وہ تو پتھر ہے اور ایک علامت ہے، وہاں مارنے والا مار رہا ہے، تو پھر اس کے اندر حسن کیا ہے؟

اس میں حسن یہ ہے کہ:

عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

جب کسی چیز کی سمجھ عقل کو آ رہی ہے تو پھر عقل نے رغبت پیدا کی کہ اسے مانو یہ اچھا کام ہے، دوسرا مقام اس سے بھی آگے ہے کہ جب عقل کو سمجھ نہ بھی آ رہی ہو تو کہا جائے کہ رب کا حکم ہے، ضرور کرنا ہے۔

اگرچہ اس میں معقولیت سمجھ آتی ہے یا نہیں آتی، اس کا کوئی فلسفہ ملتا ہے یا نہیں ملتا، تو حج کرتے وقت ہر موقع پر بندہ یہ ثابت کر رہا ہے کہ میں نام نہاد روشن خیالی کا داعی نہیں ہوں، اگر عقل کوتاہ رہ جائے تو حکم شرعی کا انکار کر دوں گا۔ میں اس بات کا قائل ہوں کہ رب کے حکم کی حکمت سمجھ آئے پھر بھی کرتا ہوں، حکمت سمجھ نہ آئے تو پھر بھی کرتا ہوں، حکمت سمجھ آ جائے تو ٹھیک لیکن جب حکمت سمجھ نہ آ رہی ہو تو پھر بھی دین کو دین سمجھوں گا، عقل کو شریعت کے تابع کروں گا، شریعت کو عقل کے تابع نہیں کروں گا۔ یہی عقل سلیم کا فیصلہ ہے۔

تو حج کے موقع پہ اظہار ہو رہا ہے کہ ہم نے محض عقل کا کلمہ نہیں پڑھا بلکہ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا ہے، لہٰذا اس طرح اپنی عقل کو شرع کے تابع کر کے اس زور ایمان اور توحید کا اظہار کیا جاتا ہے تو یہ وہ حج کا خاص موسم ہے جس کے اندر بار بار اللہ تعالیٰ نے ایسے کام کروائے ہیں۔

حج، زہد کا کورس ایک تبدیلی کا نام

زہد یہ ہے کہ اپنی رغبت کو دوسری چیزوں سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر لینا، تو حج اس کا عملاً ایک بہت بڑا Sallaybas ہے، انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ جس ماحول کے ساتھ مانوس ہے اسی میں رہے، اپنا گھر سے زیادہ پیار ہے محلے کے مقابلے میں،

Marfat.com

اس کا گھر بدل جائے تو پہلے گھر کی محبت اسے آ کر ڈستی ہے، جس میں اس نے کئی سال گزارے ہیں، پھر اس محلے سے ہے پیار شہر کے مقابلے میں، اس کا محلہ بدل جائے تو پھر اس کو اپنا محلہ یاد آتا ہے، پھر اس کو اپنے شہر سے پیار ہے ملک کے مقابلے میں، اسی ملک کے دوسرے شہر میں چلا جائے تو اسے پہلا شہر یاد آتا ہے، پھر اس کا تعلق ایک ملک کے ساتھ ہے، اس کو اپنے ملک سے پیار ہوتا ہے دوسرے ملکوں کی نسبت، تو اللہ تعالیٰ نے اس انسان کو اس انداز کا کورس کرایا ہے کہ انسان دنیا میں رہ کے بھی اپنی حقیقی محبت کا قبلہ ادھر اللہ تعالیٰ کی طرف کرے اور اللہ تعالیٰ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرے، باقی ساری محبتوں کو ان کے سامنے قربان کرنے، دوسری محبتوں کو چھوڑ دے، ان سے بے رغبتی کرنے کا اللہ تعالیٰ نے جو جامع کورس کروایا ہے وہ حج کے اندر ہے۔

اس کے اندر حکم ہوا کہ چونکہ مکہ شریف کی طرف جتنے بھی آنے والے ہیں ان کے لیے سب سے جامع کام یہ ہے کہ اپنا گھر چھوڑیں جس گھر میں مانوس ہیں، اس گھر کو چھوڑ دیں، باہر نکلیں، پھر محلہ بھی چھوڑیں جس محلے سے انہیں پیار ہے، پھر جس جگہ میں بچپن گزارا ہے اس کو جگہ کو بھی چھوڑ دیں کیونکہ وہ جگہ حجاب بنی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کی محبت کے سامنے، پھر شہر بھی چھوڑ دیں، پھر ملک بھی چھوڑ دیں اور پھر اپنی عادت کا لباس بھی چھوڑ دیں۔

ہر وقت انسان ایک عادی لباس میں ہے، اس کی وجہ سے بھی اس کی ایک رغبت ہے تو اس کا عادی لباس بھی اتار دیا گیا۔

اب دیکھو فطرت کیسی ہے، فطرت یہ ہے کہ جو پہلے مالوف ہے اس کو چھوڑ دو، اب تعالف کیا ہے؟

Marfat.com

سر کا ڈھانپا ہوا ہونا اور بدن کا سلے ہوئے کپڑے میں ملبوس ہوا اور فرمایا کہ اب تم سر ننگا کرو اور سلے ہوئے کپڑے اتار دو تا کہ جو پہلے مالوف ہے اور جو پہلے عادت ہے وہ عادی نظام بدل جائے تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ مؤمن کی شان ہے کہ عمومی حالت میں اس کا سر ڈھانپا ہوا ہونا چاہیے۔

اب حاجی کو یہ انداز دیا جا رہا ہے کہ اپنی مالوف چیزیں چھوڑنی ہیں، جن کی پہلے الفت تھی ان کی الفت چھوڑنی ہیں۔

بندے کا علیحدہ علیحدہ امتحان ہونا

علماء کرام کا امتحان یہ ہے کہ متشابہات میں توجہ نہ کریں، متشابہات میں سوچنے کا جی کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آگے اس میں سوچنے سے منع فرمادیا ہے۔

یہ امتحان عوام کا نہیں کیونکہ ان کو تو اس میں توجہ کرنے کی صلاحیت میسر ہی نہیں ہے، ان کا امتحان کیسے ہوگا؟، تو جن کی صلاحیت ہے اور جی کرتا ہے کہ آگے بڑھیں، اللہ تعالیٰ نے روک دیا کہ تمہارا امتحان ہے اس کے آگے مت جاؤ، تو جو کسی کی صلاحیت ہو اور جس سے امتحان ہو سکتا ہو، اسی سے آزمایا جاتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے بندے سے ساری مالوف چیزیں چھڑوادی ہیں کہ تم سر ننگا کرلو اور تم خاص لباس پہن لو، ان سلی احرام کی چادریں پہن لو، خاص چادروں کو زیب تن کرو اور پھر یہ ہی نہیں، بلکہ جو بھی مالوف عادتیں ہیں ان کو چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اب تم نے ناخن بھی نہیں اتارنے، اب بال بھی نہیں کاٹنے، اب تم حالت احرام میں ہو تو کتنا بڑا انقلاب آگیا، گھر سے لیکر احرام تک ہر ہر قدم پر اس نے محلہ چھوڑ دیا، گھر چھوڑ دیا، شہر

Marfat.com

چھوڑ دیا، ملک چھوڑ دیا، پہلے والا لباس چھوڑ دیا اور پہلے والی عادات بھی رب نے چھڑوا دی ہیں کہ اب تم نے اس طرح رہنا ہے کہ سر کا دھیان رکھنا ہے، اس پر کپڑا نہ آجائے، خوشبو نہیں لگائی جو تم پہلے لگاتے تھے، اب تم نے ناخن بھی نہیں کاٹنے۔

اللہ تعالیٰ نے حج کے تمام طریقے میں ایک تبدیلی لا کر اس کو زہد کی طرف متوجہ کر کے یہ خلاصہ بتایا کہ اے بندے! جیسے ہم نے تیرے ظاہر کو بدل دیا ہے، اب اپنے اندر کو بھی بدل ڈال، تو یہ بندے کے لیے ہمہ جہت سلیبس ہے، جو لوگ اس مرحلہ حج سے گزر چکے ہیں، ان کو اس کا مکمل احساس ہوگا جس کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا ہے۔

حج حضوری کی تربیت

ایک یہ احساس ہے کہ میں اپنے رب کے سامنے بیٹھا ہوں اور رب کے سامنے موجود ہوں یہ احساس ہمہ وقت برقرار رکھنے کے لیے ایک بڑے مجاہدے کی ضرورت ہے تو اس کو خاص لباس پہنا دیا گیا، چلو جب بھی تو سفید چادر دیکھے گا تو تجھے خیال آئے گا کہ میں رب کے راستے میں نکلا ہوں، میں رب کا مہمان ہوں، جب اچانک سوچے گا کہ ننگے سر بیٹھا ہوں، میں تو کبھی ننگے سر بیٹھا نہیں تھا، تو خیال آئے گا کہ اب تیرے رب کو تیرا ننگا سر ہی پسند ہے، جس وقت وہ دیکھے گا کہ بدن پر میل کچیل ہے، ناخن بڑھ گئے ہیں، میں نے تو انہیں کاٹنا تھا، تو فوراً خیال آئے گا کہ تیرا یہ کورس ہو رہا ہے، یہ زہد کا کورس ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنا جامع بنایا ہے، ہر ساعت اور ہر سیکنڈ میں اتنا نور بھر دیا ہے کہ انسان جدھر بھی دیکھے اور جہاں بھی سوچے اسے اللہ تعالیٰ کی محبت کے جلوے نظر آئیں گے۔ اس سے حضوری کی تربیت دی جا رہی ہے۔

Marfat.com

پھر ایک تو ماحول ایسا ہے کہ سفر ہے اور وہاں پہنچ گیا ہے، وہاں مقدس دیار، وہاں کعبہ کی زیارت اور لبیک لبیک کی لوگوں کی صدائیں تو وہ سب کچھ بھی موجود ہے اور ساتھ بدن میں بھی ایک جہاں موجود ہے، اس کی تبدیلی اور انقلاب کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس بندے کو جو دنیا میں رچ بسا چکا تھا وہاں سے باہر نکال کر زہد کا تاج پہنانے کے لیئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو حج کا رستہ دکھایا ہے۔

حج، تسکین محبت

انسان کا جس سے پیار ہوتا ہے اس کی چیزیں دیکھنے کو جی کرتا ہے، جس طرح کا پیار ہوتا ہے تو اسی طرح کی چاہت بھی ہوتی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں، تو ان کی چاہت کا نتیجہ یہ نکلا کہ:

أَرِنِيٓ أَنظُرۡ إِلَيۡكَ ...... عرض کی اے رب میرے اپنا دیدار دیکھا، میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔ (القرآن الكريم، سورة الأعراف، رقم السورة: 7، رقم الآية: 143)

چونکہ ان کا پیار رب کے ساتھ بڑے درجے کا ہے، تو انہوں نے خود اس کی دید کا تقاضا کر لیا کہ اے اللہ! اپنا آپ دکھا، میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں، ہم جیسے لوگوں کا پیار اس درجے کا نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلیم کا ہوتا ہے، آخر ہم نے کلمہ جس کا پڑھا ہے تو ہر بندے کا دل کرتا ہے میں اس کو دیکھوں حالانکہ وہ گھر سے پاک ہے، وہ مکان سے پاک ہے لیکن بندوں کو سہارا دینے کے لیے ایک مکان اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے اس کو ایسا شرف دے دیا کہ تم جب یہاں آؤ گے تو میرے گھر میں آ جاؤ گے۔

Marfat.com

تو یہ وہ خاص نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب مکان سے ہی پاک ہے وہ تو ہر جگہ موجود ہے، تو وہ ایک گھر کے بارے میں کیوں کہتا ہے کہ یہ بیت اللہ ہے، یہ میرا گھر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف بندوں کو دلاسہ دینے کے لیے کہ تم رب کو ڈھونڈو گے، رب رب کرتے ہوئے زندگی گزرو گے تو اس رب کے گھر آجاؤ، فرمایا کہ میں گھر میں رہنے سے پاک ہوں مگر تمہیں دلاسہ دینے کے لیے میں نے گھر بنا دیا ہے کہ اس پر میرے جلوے برستے ہیں، تم اس کے پاس آکر بیٹھو گے، اس کے پاس آؤ گے، اپنی عبادت کرو گے تو تمہیں محسوس ہوگا کہ ہم اب رب کو سجدہ کرتے ہیں تو پہلے کے مقابلے میں زیادہ اس کے قریب ہو گئے ہیں، اگرچہ وہ تو پہلے بھی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے حج کا حکم لوگوں کی محبت کو سیراب کرنے کے لیے اور تسکین بخشنے کے لیے دیا ہے۔

چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی تھی کہ:

فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْۤ اِلَیْهِمْ ...... تو تو لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل کر دے۔ (القرآن الکریم، سورۃ ابراھیم، رقم السورۃ: 14، رقم الآیۃ: 37)

تو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی تھی اس کا اثر موجود ہے اور انسان میں ایک تڑپ موجود ہے کہ وہ جا کر اس گھر کی زیارت کرے اور اس گھر کا دیدار کرے۔

اللہ تعالیٰ نے بندے کو اپنی طرف سے حکم دے دیا اور شریعت بھی چاہتی تھی اور طبیعت بھی چاہتی تھی تو یہاں شریعت و طبیعت کی یکجائی ہے، ویسے بھی اگر حکم نہ آتا تو اس انسان کا اپنا تقاضا ہوتا کہ کاش میں جا کر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کا گھر کیسا ہے اور وہ مقامات کیسے ہیں جہاں انبیاء کرام علیہم السلام حج کرتے رہے اور بالخصوص اس لحاظ سے کہ

Marfat.com

یہاں میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا ہے، یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری ہے، جو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر مولد ہے، پھر زیارت حرمین شریفین کا شوق اس انداز میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طبیعتوں کے اندر اس چیز کو رکھا ہے اور پھر حج کا حکم دیکر اپنے بندوں کو نوازنے کا ایک بہترین موقع عطا فرمایا ہے۔

حج، شیطان کی رسوائی کا سبب

شیطان بندے کو ہر وقت شکار کرنا چاہتا ہے اور جب بندہ بھٹکتا ہے تو شیطان ہنستا ہے، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میرا بندہ بھی شیطان سے بدلہ لے، میرا بندہ ہنس رہا ہو اور شیطان رو رہا ہو تو اس کے لیے حج خاص مقام ہے بالخصوص یوم عرفہ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح باقی ساری کائنات کا مشاہدہ فرماتے ہیں ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کو دیکھتے ہیں، کب روتا ہے، کب اپنے آپ کو مایوس سمجھتا ہے اور شیطان کی کیا کیا کیفیات ہیں، وہ شیطان جو دنیا پر اپنا ایک تسلط جمانا چاہتا ہے، میرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کے سامنے وہ ہیچ ہے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم پوری طرح اس کے بارے میں جانتے ہیں کہ اس کو کیسے مسترد کیا جا سکتا ہے اور دھتکارا جا سکتا ہے، میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

مَا رُؤِيَ الشَّيْطَانُ يَوْمًا هُوَ فِيهِ أَصْغَرُ وَلَا أَدْحَرُ وَلَا أَحْقَرُ وَلَا أَغْيَظُ مِنْهُ فِي يَوْمِ عَرَفَةَ ...... کسی دن میں شیطان اتنا چھوٹا، ذلیل دھتکارا ہوا اور غصے میں نہیں دیکھا جاتا جتنا عرفہ کے دن دیکھا جاتا ہے۔ 9 ذوالحج کو شیطان جتنا روتا ہے اتنا اور کسی دن میں نہیں روتا اور شیطان کا ایک سائز ہے، اس میں گھٹنے اور بڑھنے کا سلسلہ ہوتا

Marfat.com

ہے، کبھی چڑیا جتنا بن جاتا ہے، کبھی احد پہاڑ سے بھی بڑا بن جاتا ہے۔

یہ لوگوں کے اعمال کی وجہ سے بڑھتا اور گھٹتا ہے، جب دیکھتا ہے کہ لوگ تو میرا فٹ بال (Foot Ball) بھی بن گئے ہیں تو پھر خوشی سے پھولتا ہے اور وہ احد پہاڑ سے بھی بڑھ جاتا ہے، جب یہ سمجھے کہ لوگوں نے میری مخالفت شروع کر دی ہے اور انہوں نے میرے کیے پہ پانی پھیر دیا ہے، اتنے سجدے کرنا شروع ہو گئے ہیں، اتنا رو رہے ہیں، دعائیں مانگ رہے ہیں، نمازیں پڑھ رہے ہیں، توبہ واستغفار کر رہے ہیں تو اب شیطان کی ہوا نکل جاتی ہے، چڑیا سے بھی چھوٹا ہو جاتا ہے۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ شیطان کو رسوا کرنے کا سب سے سنہری چانس اور شیطان پر حملہ کرنے کا سب سے بڑا موقع، حج کا موقع ہے۔

پھر شیطان اتنا چھوٹا کسی دن میں دکھائی نہیں دیتا جتنا 9 ذوالحج کو چھوٹا دکھائی دیتا ہے اور اتنا کسی دن بھی افسردہ نظر نہیں آتا جتنا 9 ذوالحج کو افسردہ نظر آتا ہے، جب حاجی میدان عرفات میں پہنچ چکے ہوتے ہیں، اتنا کسی دن بھی شیطان غصے میں نظر نہیں آتا جتنا اس دن غصے میں نظر آتا ہے۔

شیطان دھتکارا ہوا ہے، غصے میں مارا ہوا ہے اور پریشان وافسردہ ہے اس لیے کہ:

اِلَّا لِمَا رَأی مِنْ تَنَزُّلِ الرَّحْمَةِ وَ تَجَاوُزِ اللّٰهِ عَنِ الذُّنُوْبِ الْعِظَامِ ...... یہ اس کی حالت اس لیے ہوتی ہے، کہ وہ رحمت کا برسنا دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بڑے بڑے گناہوں کو معاف کر دینا دیکھتا ہے۔ اس نے سارا سال لگایا تھا اور بندوں کو گناہوں میں پھنسایا تھا، اتنے بڑے بڑے گناہوں کے پہاڑ بن گئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اتنی ہیں کہ وہ ساری پہاڑیاں رحمت کے پانی میں ڈوب گئی ہیں اور ہر

Marfat.com

طرف رحمت ہی رحمت ہو گئی ہے، عرفات کے میدان میں جس وقت رحمتوں کا نزول ہوتا ہے تو وہ شیطان روتا ہے کہ میری ساری کاروائیاں پانی میں مل گئی ہیں، تو یہ خاص دن ہے، اس دن کی حاضری میں خاص حکمت ہے کیونکہ شیطان ہمارا عدو مبین ہے، اس کو ذلیل و رسوا کرنا یہ شریعت کا اہم سے بہت بڑا اقتضا ہے۔

(الموطأ لامام مالك، كتاب الحج، باب: جامع الحج، رقم الصفحة: 457، رقم الحديث: 1597)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے واضح ہوا کہ یہ بہت عمدہ چانس ہے، یہاں جس وقت رحمتوں کے میلے ہوتے اور ہر طرف رحمتوں کی آوازیں ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بخشش کے نظارے ہوتے ہیں تو شیطان کی چیخیں نکل جاتی ہیں، حج کی حکمتوں میں یہ مقصد بھی ہے کہ بندے وہاں پہنچیں اور شیطان سے بدلہ لیں، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے حصول سے اپنے آپ کو مالا مال کر لیں۔

حاجی کی عظمت، ایک مثال

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ جس وقت میدان عرفات میں تھے تو انہوں نے دیکھا کہ لوگ رو رہے ہیں، آنکھیں اشکبار ہیں، دلوں میں نرمی ہے اور لوگ قیام کر رہے ہیں اور دعائیں کر رہے ہیں، ہر چھوٹا بڑا اپنی اپنی فکر میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہے، دور دور تک لوگوں کی چیخوں کی آواز آ رہی ہے، لوگ مغفرت کی بھیک مانگنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے دروازے پہ دستک دے رہے ہیں۔

ایسے میں جب حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اتنے لوگ عرفات میں موجود ہیں اور پورے عرفات میں آنسوؤں کی رم جھم ہے، لوگ بخشش کے متلاشی

Marfat.com

ہیں، آپ رضی اللہ عنہ ارشاد فرمانے لگے کہ:

أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ هٰؤُلَاءِ سَارُوْا إِلٰى رَجُلٍ فَسَأَلُوْا دَانِقًا أَ كَانَ يَرُدُّهُمْ؟ ...... ایک بندے سے حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ ارشاد فرمانے لگے کہ جتنا یہ بندے رو رہے ہیں، یہ ہزاروں لاکھوں انسان جو یہاں موجود ہیں اگر یہ سارے انسان کسی دنیا والے کے دروازے پہ چلے جائیں اور اس سے جا کر دانق کا سوال کریں یعنی درہم کے چھٹے حصے کا سوال کریں، تو وہ دنیادار ان کو خالی ہاتھ لوٹا دے گا۔

اس نے کہا کہ اگر اتنے مل کر کسی کے دروازے پر چلے جائیں تو وہ کہے گا کہ اتنے آ گئے ہیں اور مجھ سے ایک دانے کا سوال کر رہے ہیں تو اُس کے لیے ان کی حاجت کو پورا کرنا کوئی مسئلہ نہیں ہوگا تو حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ ارشاد فرمانے لگے کہ: یہاں جیسے اس بندے کے لیے ان کو دانق دینا کوئی مسئلہ نہیں، وہ دنیادار کہے گا کہ اس سے کوئی کمی نہیں آئے گی، درہم کا چھٹا حصہ ہے، اگر دے دوں تو اس سے ہوتا کیا ہے اور وہ بلا جھجک دانق دے دے گا۔

تو حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ ارشاد فرمانے لگے کہ:

وَاللّٰهِ لَلْمَغْفِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ أَهْوَنُ مِنْ إِجَابَةِ رَجُلٍ لَهُمْ بِدَانِقٍ ...... خدا کی قسم ان لاکھوں لوگوں کو بخش دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس دینادار کے دانق مانگنے والوں کو دانق دینے کے مقابلہ میں معمولی بات ہے میرے رب کے سامنے اتنے لاکھوں ہزاروں کو بخشنا بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے، لہٰذا جیسے یہ سارے مل کے کسی دنیادار کے دروازے پہ جا بیٹھیں اور دانق مانگیں تو اس کے لیے دانق دینا کوئی مسئلہ نہیں ہوگا وہ کہے گا کہ دانق تو کوئی چیز نہیں ہے، فرمانے لگے کہ جیسے اس کے لیے دانق دینا کوئی

Marfat.com

مسئلہ نہیں تو میرے رب کے لیے اتنے لوگوں کو معاف کرنا بھی کوئی مسئلہ نہیں، لہذا جب یہ مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بخشش عطا فرما دیتا ہے اور اپنی طرف سے خاص مغفرت کے تاج بھی عطا فرماتا ہے۔

(لطائف المعارف وظائف شهر ذی الحجة المجلس الثانی: فی یوم عرفة مع عید النحر، ص: 287)

حاجی پوری کائنات کا ہمنوا

ویسے تو حج میں بے شمار حکمتیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس حج کی وجہ سے حاجی کو پوری کائنات کا ہمنوا بنا دیا اور کائنات کو اس کا ہمنوا بنا دیا، کائنات کو اس کی رفاقت دے دی اور اس کو کائنات کی رفاقت عطا کر دی، کیونکہ جس وقت یہ تلبیہ پڑھتا ہے:

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَكَ وَ الْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ

جس وقت یہ کلمات بندے کی زبان پر ہوتے ہیں اور یہ کلمات بندہ پڑھ رہا ہوتا ہے تو اس وقت پوری کائنات اس کی ہم زبان ہوتی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُلَبِّيْ ...... جس وقت کوئی بندہ "لبیك اللهم لبیك" کی صدائیں دیتا ہے کہ اے اللہ! میں حاضر ہوں، جس وقت یہ آواز نکالتا ہے۔

اب دیکھو وہ بندہ گھر سے چلتا ہے، احرام باندھتا ہے، پھر تلبیہ شروع ہو جاتا ہے تو وہ راستے میں پڑھتا جاتا ہے، وہاں مختلف مقامات پہ پڑھتا جاتا ہے، اس کی اس وقت حالت یہ ہوتی ہے کہ

Marfat.com

اِلَّا لَبّٰی مَنْ عَنْ یَمِیْنِہٖ ...... اس کے دائیں جانب سے لیکر زمین کے آخری کونے تک درمیان میں جو کچھ آرہا ہے،

مِنْ حَجَرٍ اَوْ شَجَرٍ اَوْ مَدَرٍ ...... جتنے پتھر اور جتنے درخت اور جتنے مٹی کے ڈھیلے الغرض جو جو چیزیں درمیان میں آرہی ہیں، وہ ساری چیزیں اس سے مل کر لبیک کہتی ہیں، ایسے ہی بائیں جانب سے لیکر زمین کے آخری کنارے تک۔

حَتّٰی تَنْقَطِعَ الْاَرْضُ مِنْ ھٰھُنَا وَ ھٰھُنَا ...... یہاں تک کہ دائیں طرف بھی زمین ختم ہو جاتی ہے اور بائیں طرف بھی زمین ختم ہو جاتی ہے، پوری کائنات اس کے ساتھ شریک ہو جاتی ہے، اس کی ہمنوا بن جاتی ہے، اس نے جب لبیک کہنا شروع کر دیا تو اس کو اتنی مخلوق کے دائرے میں شامل کر دیا گیا اور اس کو کائنات کی ایسی رفاقت عطا کر دی گئی کہ ساری چیزیں اس کے ساتھ تلبیہ کہنے میں شریک ہو گئی ہیں۔

(جامع الترمذی، کتاب الصوم، باب: فضل التلبیۃ و النحر، ج: 3، ص: 189، رقم الحدیث: 828)

تو یہ حج کا خاص انداز ہے جس میں خالق کائنات نے اپنے بندوں کو نوازنے کے لیے مختلف قسم کے گولڈن چانسز رکھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بار بار اس موقع کی سعادتیں نصیب فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حج کے اسرار و رموز سے بہرہ ور ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و سلم

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر 9

معرفت الٰہی: اسباب و علامات

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ
وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَ الَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَ اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ

(القرآن الکریم، سورۃ العنکبوت، رقم السورۃ:29، رقم الآیۃ:69)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب ودلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِهٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت، حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے "ادارہ صراط مستقیم" پاکستان کے زیر اہتمام بھٹی میرج ہال میں ہم سب کو "فہم دین کورس" میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

معرفت الٰہی: اسباب وعلامات

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن وسنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ انسان اللہ تعالیٰ کو جانے اور اس کی معرفت حاصل کرے۔ اس بنیاد آج کی گفتگو انسان کی زندگی کے سب سے بڑے مقصد کے متعلق ہے، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذات کا عرفان عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ سب کو اپنی معرفت کا انعام عطا فرمائے۔

معرفت کا معنیٰ

"معرفت" عربی زبان کا لفظ ہے، حضرت امام جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

Marfat.com

اَلْمَعْرِفَةُ اِدْرَاكُ الشَّیْءِ عَلٰى مَا هُوَ عَلَيْهِ

کوئی شئی جس حالت میں ہے، اس چیز کی پہچان بھی اس کی معرفت کہلاتی ہے۔

(التعریفات، باب المیم، رقم الصفحة:283)

امام راغب نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ:

اَلْمَعْرِفَةُ اِدْرَاكُ الشَّیْءِ بِتَفَكُّرٍ وَّ تَدَبُّرٍ لِّاَثَرِهٖ

کسی چیز کی علامات کو اور اس کے آثار کو سامنے رکھتے ہوئے اس چیز کا ادارک تفکر و تدبر سے کرنے کو معرفت کہا جاتا ہے۔

(مفردات ألفاظ القرآن، کتاب العین، ج2، ص:86)

ہماری گفتگو کسی عام چیز کی معرفت کے لحاظ سے نہیں بلکہ ہماری گفتگو اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لحاظ سے ہے، جب ہماری گفتگو اللہ تعالیٰ کی معرفت کی بارے میں ہے تو یہ کتنا زیادہ لذیذ مقام ہے، اس واسطے کہ جس چیز کے بارے میں انسان کو ادارک ہو وہ جتنی اشرف اور اعلیٰ ہوگی، اتنا ہی اس کے متعلق جو علم ہے وہ بھی اشرف و اعلیٰ ہوگا، چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے اعلیٰ ذات ہے، تو پھر اس ذات کے متعلق انسان کو جو آگہی حاصل ہوگی، پہچان میسر آئے گی، اور اس ذات سے متعلق جو انسان کو تعارف ہوگا، وہ تعارف باقی ہر قسم کے ادراک سے افضل و اعلیٰ ہوگا۔

علم اور معرفت میں فرق

عمومی طور پر علم اور معرفت کا لفظ آپس میں مترداف استعمال کیا جاتا ہے، لیکن حقیقت میں ان دونوں لفظوں میں بڑا فرق ہے۔

علم اور معرفت کے لحاظ سے جب اللہ تعالیٰ کی ذات کی بات کرتے ہیں تو اس سے پتہ

Marfat.com

چلتا ہے کہ کسی انسان کو یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ عارف باللہ ہے، مگر یہ نہیں کہا سکتا ہے کہ یہ عالم باللہ ہے، یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے، مگر یہ کہنا کہ یہ عالم باللہ ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا علم ہے تو یہ بالعموم مناسب نہیں ہوگا، اس واسطے کہ علم کا تعلق کسی چیز کی ذات کے ساتھ ہوتا ہے، اور انسان کی جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں پہچان ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور صفات میں تدبر کے لحاظ سے ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک تو انسان کے لیے بہت مشکل ہے، انسان اللہ تعالیٰ کی آیات اور صفات میں جب تدبرو تفکر کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں آگہی میسر آتی ہے۔ مگر حضرت محمد ﷺ کا معاملہ اس بارے میں جدا ہے آپ کا فرمان صحیح بخاری میں اَنَا وَاَعْلَمُكُمْ بِاللّٰهِ میں تم سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھتا ہوں

علم کسی کی ذات کے متعلق ہوتا ہے اور معرفت اس کی صفات کے متعلق ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق علم کی بجائے معرفت کا اطلاق کیا جاتا ہے، کہا جاتا ہے کہ وہ عارف باللہ ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات میں تدبر کر کے اللہ تعالیٰ کو جاننے والا ہے، اور اس کو پہچاننے والا ہے۔

حضرت امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ کی صفت بیان کرتے ہوئے لفظ معرفت استعمال نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں لفظ علم استعمال ہوتا ہے یعنی جب ہم یہ بیان کرنا چاہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں چیز کو جانتا ہے تو یہ نہیں کہیں گے کہ اَللّٰهُ يَعْرِفُ كَذَا بلکہ یہ کہیں گے اَللّٰهُ يَعْلَمُ كَذَا۔ یعنی نہیں کہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی معرفت ہے بلکہ کہیں گے اللہ کو اس کا علم ہے۔

(مفردات الفاظ القرآن، کتاب العین، ج:2، ص:86)

Marfat.com

ایک تو یہ فرق ہے کہ انسان جب اللہ تعالیٰ کے بارے میں جانے تو اس وقت کہیں گے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے، یہ نہیں کہیں گے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کا علم ہے، اگر چہ علم اور معرفت ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے رہتے ہیں مگر حقیقت کے لحاظ سے کہیں گے کہ انسان کو معرفت الٰہی حاصل ہے، یہ نہیں کہیں گے یہ انسان اللہ تعالیٰ کا عالم ہے۔

لیکن جب اللہ تعالیٰ کے لحاظ سے گفتگو ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ہر ہر چیز کو جانتا ہے تو اس وقت لفظ علم استعمال ہوگا، لفظ معرفت استعمال نہیں ہوگا، یعنی یہ نہیں کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کو فلاں چیز کی معرفت ہے، بلکہ یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کو فلاں چیز کا علم ہے۔

کیونکہ معرفت علم سے کم درجے کو کہا جاتا ہے۔ معرفت یہ ہے کہ کسی چیز کو وسائل سے پہچاننا، کسی چیز کو نشانیوں میں تدبر کر کے، غور وفکر کر کے جاننا معرفت کہلاتا ہے، اس کے جاننے والے کو کئی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کو کسی ایسے مرحلے سے نہیں گزرنا پڑتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے کہ وہ کسی چیز کو تدبر سے جانے، اللہ تعالیٰ تو براہ راست ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

اس واسطے جب اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے تو "یَعْلَمُ" کا لفظ استعمال کرتے ہیں، "یَعْرِفُ" کا لفظ استعمال نہیں کرتے کیونکہ عرفان یہ ہے کہ وسائل سے آہستہ آہستہ کسی چیز کو پہچاننا، جبکہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو جاننے میں کسی کا محتاج نہیں، وہ کسی کے سہارے سے اور سوچ کے کسی چیز کو جانے، یہ اس کی شان کے لائق نہیں ہے۔

یہاں پر معرفت اور علم کے اس فرق کے ساتھ ساتھ اس کی اقسام اور اس کے اسباب

Marfat.com

کی طرف متوجہ ہوں گے اور آج گفتگو اس بارے میں ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ کون سے اسباب ہیں جن کے ذریعے سے معرفت حاصل ہوگی، اور عارفین کی اس لحاظ سے کتنی اقسام ہیں۔

معرفت الٰہی کے طریقے

اللہ تعالیٰ کی معرفت کے بنیادی طور پر دو طریقے ہیں:

پہلا طریقہ: اللہ تعالیٰ کے افعال میں توجہ کرنا:۔

اللہ تعالیٰ کے افعال میں توجہ کر کے اس کی معرفت حاصل کرنا کہ وہ عزت دیتا ہے، وہ ذلت دیتا ہے، وہ لوگوں کا رزاق اور خالق ہے، تو ان افعال کے ذریعے ان کے فاعل کو جان لینا، معرفت کا ایک طریقہ ہے۔

دوسرا طریقہ: اللہ تعالیٰ کی آیات میں تدبر کرنا:۔

اللہ تعالیٰ کی آیات میں تدبر کر کے اس کی معرفت حاصل کرنا اور اس کی ذات تک پہنچنا، یہ معرفت کا دوسرا طریقہ ہے۔

پہلا طریقہ: اللہ تعالیٰ کے افعال میں توجہ کرنا:۔

معرفت کا جو پہلا طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال کو سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ کے بارے میں آگہی حاصل کرنا اور واقفیت پانا، قرآن مجید کے متعدد مقامات اسی لحاظ سے بندوں کو عرفانِ حق عطا کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کے جام پلاتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مکالمہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اور اس کو

Marfat.com

سمجھاؤ، اسے میرے رب ہونے سے متعارف کرواؤ، وہ بھٹکا ہوا ہے، اور خود خدا ہونے کے دعوے کررہا ہے، تم اس سے جا کر کہو کہ:

اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ...... ہم دونوں اس کے رسول ہیں جو رب ہی سارے جہان کا، اور اس کے بھیجے ہوئے ہیں اور ہم تمہیں سمجھانے آئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا ...... اس امید کہ وہ دھیان کرے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا کہ اگر اس سے نرم گفتگو کی جائے، سختی سے نہ کی جائے، تب بھی وہ نہیں مانے گا، مگر اللہ تعالیٰ اتمام حجت کرنا چاہتا ہے کہ کل اس کا کوئی عذر باقی نہ رہے کہ مجھے کسی نے سمجھایا نہیں تھا اور نہ کوئی سمجھانے آیا تھا، اگر آیا تو اس کا لہجہ بڑا سخت تھا، اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں حضرات کو نرم گفتگو کرنے کا حکم دیا۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی آپس میں گفتگو سے پتہ چلتا ہے کہ کیسے اللہ تعالیٰ کی معرفت کروائی جاتی ہے، اور کیسے معرفت بانٹی جاتی ہے، اور کس طرح اللہ تعالیٰ کا تعارف ہوسکتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کو بیان کیا ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام نے جا کر اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی اور کہا کہ ہم رب العالمین کے رسول ہیں، تو فرعون نے کہا کہ:

وَمَا رَبُّ الْعَالَمِيْنَ ...... وہ رب العالمین کون ہے؟

وہ رب جس کی توحید کی تم مجھے دعوت دیتے ہو اور جس کے تم رسول ہو اس کا مجھے تعارف تو کرواؤ،

Marfat.com

وَ مَا رَبُّ الْعَالَمِیْنَ ...... وہ رب العالمین کون ہے، اس کی حقیقت کیا ہے؟

جب اس نے یہ سوال کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نہایت ہی منفرد انداز میں تعارف کروایا:

قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا رب آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں، اگر تمہیں یقین ہو۔

اب یہ اللہ تعالیٰ کی معرفت دی جا رہی ہے، اور معرفت دینے والے کا مطالعہ بہت زیادہ ہے، اور انداز بہت اچھا ہے، اور اپنے عروج علم کے ساتھ فرعون کو سمجھانا چاہتے ہیں۔

جب اس نے پوچھا کہ رب العالمین کون ہے، اس کا تعارف کرواؤ، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو اللہ تعالیٰ کا تعارف کروایا تو وہ پوری گفتگو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرما دی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا رب آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں۔

اس سے پتہ چلا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام افعال سے تعارف کروا رہے تھے کہ میں اسی کا بندہ و رسول ہوں جو آسمانوں کا رب ہے، اور زمینوں کا بھی رب ہے، اور ان دونوں کے درمیان جتنی مخلوقات ہیں ان سب کا رب ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ...... اگر تمہیں یقین ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تم اپنے اندر سوزِ یقین پیدا کرو۔

اللہ تعالیٰ کا تعارف یہ ہے کہ اس نے آسمانوں کو بھی بنایا ہے، اور زمینوں کو بھی بنایا ہے،

Marfat.com

اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں کے درمیان ہے ان کو بھی بنایا ہے، اور پھر زمین کو بھی باقی رکھا ہے اور آسمان کو بھی باقی رکھا ہے، یہ ایک نظام ہے، جس کے مطابق ساری کائنات چل رہی ہے، جو ان افعال کا کرنے والا ہے اس ذات کو رب العالمین کہا جاتا ہے۔

جس وقت آپ علیہ السلام نے فرعون کو جواب دیا تو آگے سے فرعون کا انداز کیا تھا، اس نے کہا کہ:

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ...... اپنے آس پاس والوں سے بولا کیا تم غور سے سنتے نہیں۔

یہ کلام کسی کو مبہوت کرنے کے لیے ہوتا ہے یعنی جب کسی سے کوئی غلطی ہو جائے تو دوسرے کہیں کہ سنو یہ کیا بول رہا ہے، تو اس سے بولنے والے پر اثر پڑتا ہے اور بولنے والا سمجھتا ہے کہ میں نے کتنی غلط بات کہہ دی ہے کہ اگلا دوسروں کو بھی میری طرف متوجہ کر رہا ہے کہ تم غور سے اس کی بات کو سنو۔

فرعون اپنے درباریوں کو متوجہ کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو انڈر پریشر کرنا چاہتا تھا:
اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ...... تم سنتے نہیں ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو دعویٰ کرتے ہیں کہ میں اللہ کا نبی ہوں حالانکہ اللہ کے بارے میں معرفت ہی نہیں دے سکے، اللہ تعالیٰ کی پہچان ہی نہیں کروا سکے "معاذ اللہ"۔

وہ "وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ" کہہ کر اللہ تعالیٰ کی حقیقت کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت کیا ہے؟ لیکن انہوں نے اس کی حقیقت بیان نہیں کی بلکہ اس کی صفات بیان کی ہیں کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے، فرعون نے کہا کہ یہ جواب میرے سوال کے مطابق نہیں ہے۔ لہذا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تنقید کرتے

Marfat.com

ہوئے کہ تمہیں معاذ اللہ میرے سوال کی سمجھ نہیں آئی، میں سوال اور کر رہا ہوں تم جواب اور دے رہے ہو، تو اس لیے اس نے "أَلَا تَسْتَمِعُونَ" کے الفاظ بولے کہ میرے دربار والو! تم سنتے نہیں ہو کہ میں نے ان سے کیا پوچھا ہے اور یہ مجھے کیا جواب دے رہے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون کی بات کو سنا تو اگلا جواب دیا کہ:

قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ...... موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا رب تمہارا اور تمہارے اگلے باپ داداؤں کا۔

پہلی دلیل بھی صحیح تھی لیکن اب واضح دلیل دینا چاہتے ہیں کہ جتنے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں وہ جب پیدا ہوئے تو آسمان ایسے ہی تھا، زمین ایسے ہی تھی، اگر عقل سلیم ہو تو جانیں کہ رب نے آسمان کو بنایا اور رب نے زمین کو بنایا اور اگر وہ جھگڑالو بنیں کہ نہیں، نہیں، یہ آسمان و زمین تو پہلے ہی موجود تھے اور تو پھر تم اپنے آپ کو دیکھ لو کہ تم تو ہمیشہ سے موجود نہیں ہو، تم جب پیدا ہوئے اس سے پہلے نہیں تھے، پھر تم وجود میں آئے، میرا رب وہ ہے جس نے تمہیں وجود عطا فرمایا ہے، لہٰذا پہلی دلیل سے ترقی کی اور مزید ان کو جھنجھوڑا، اور اللہ تعالیٰ کی اور صفت کو ذکر کر کے ان کو مبہوت کیا۔

پہلی دلیل ایک لحاظ سے وسیع مفہوم والی ہے، آسمانوں اور زمینوں کو جس نے پیدا کیا وہ رب ہے، لیکن دوسری دلیل میں انہیں بتانا چاہا کہ تم ازلی، ابدی نہیں ہو، ایک وقت تھا تم نہیں تھے پھر تمہارا وجود ہوا، ایک وقت تھا کہ تمہارے باپ، دادا بھی نہیں تھے پھر ان کو پیدا کیا گیا، تو پھر رب اس ذات کو کہا جائے گا جس ذات نے تمہیں بھی وجود عطا فرمایا ہے اور تمہارے باپ، دادا کو بھی پیدا فرمایا ہے۔

Marfat.com

یہ معرفت الٰہی کے سورسز ہیں اور ایک منکر کو قائل کیا جا رہا ہے کہ تم پہچانو: تمہارا رب کون ہے؟

جس وقت آپ نے اس کو جواب دیا اور آپ کو نرمی سے گفتگو کرنے کا حکم دیا گیا تھا مگر آگے سے فرعون سخت لہجہ اپنا رہا تھا، اب اس نے آگے سے اس کا جواب دیا:

قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ...... بولا تمھارے یہ رسول جو تمھاری طرف بھیجے گئے ہیں ضرور عقل نہیں رکھتے۔

ان کو تو کچھ پتہ ہی نہیں ہے، پوچھتا کچھ ہوں اور یہ جواب کچھ دیتے ہیں۔

میں نے رب کی حقیقت پوچھی لیکن یہ اس کی صفتیں بیان کر رہے ہیں کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، اور تمہیں اور تمہارے آباء کو پیدا کیا تو معاذ اللہ جن کا دعوی ہے کہ میں رسول ہوں یہ تو مجنون ہیں، مجنون کیسے رسول ہو سکتا ہے؟ لہذا اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہے "معاذ اللہ"۔

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ سب سے سچا دعوی اللہ تعالیٰ کی توحید کا ہے، مگر اس کو ثابت کرنے کے درجات ہیں اور ایک ترتیب ہے، اگر کوئی نہ جاننے پہ آئے تو انکار کر جاتا ہے، اور اس کی اپنی مرضی ہے اور دعوی میں کوئی کمزوری نہیں، دعوی سچا ہے اور دلیلیں بھی سچی ہیں، مگر سامنے ایک بگڑا ہوا انسان ہے، اس کے حیلے بہانے ہیں، یہ حیلے بہانے ضدی لوگوں کے شروع سے موجود ہیں، دلیل اللہ کا نبی دے رہا ہے، بات رب کی ہے، مگر منکر مناظرہ (مجادلہ) کر کے انکار کرنا چاہتا ہے کہ میں یہ ثابت کروں کہ ان کی دلیلیں کمزور ہیں، تاکہ دعوی کمزور ثابت ہو جائے، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے اس جواب پر پھر بولے اور ارشاد فرمایا:

Marfat.com

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا رب پورب اور پچھم کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔

آپ علیہ السلام پہلے سے زیادہ دلیل کو قریب لے آئے، یعنی جو مجمع لگا ہوا تھا، کوئی چالیس سال کا ہوگا، یا کوئی پچاس سال کا ہوگا، کوئی ساٹھ، یا اسی کا ہوگا، ان کی سوچ اپنی ولادت کی طرف نہیں جا رہی اور ان کا خیال اس طرف نہیں جا رہا کہ جب ان کو پیدا کیا گیا تھا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ آج جو سورج طلوع ہوا اس کو میرے رب نے طلوع کیا اور کل جو غروب ہوا تھا وہ میرے رب نے غروب کیا تھا، اب دلیل کو بالکل قریب لے آئے کہ وہ ہی سورج کو طلوع کرتا ہے اور وہ ہی سورج کو غروب کرتا ہے۔

یہ واضح ترین دلائل ہیں ان کو دیکھو اور میرے رب کا کلمہ پڑھو۔

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رویہ تھوڑا سخت کیا اور ارشاد فرمایا:

إِنْ كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ...... اگر تمہیں عقل ہو، سمجھو اور ہوش سے کام لو تو سلیم العقل انسان ضرور جانے گا کہ یہ کائنات خود بخود نہیں چل رہی، وہ رب ہے جو روزانہ سورج کو طلوع بھی کرتا ہے اور سورج کو غروب بھی کرتا ہے۔

(القرآن الكريم، سورة الشعراء، رقم السورة: 26، رقم الآيات: 28-23)

جس وقت کوئی بندہ دلیل سے شکست کھا جائے تو وہ تشدد کی طرف آ جاتا ہے، پھر وہ بندوق اٹھاتا ہے اور اپنی طرف سے سختیاں کرتا ہے، فرعون کے پاس اس سے آگے کوئی بات نہ تھی، اس نے وہ کچھ کہہ دیا جو کچھ اس نے کہنا تھا، اس نے مجنون بھی کہہ دیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ ان کو میرے سوال کی سمجھ نہیں آتی، میں کچھ کہتا ہوں یہ کچھ جواب دیتے

Marfat.com

ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر عقل ہو تو بات کرو، تمہیں تو رب کے بارے میں سوال کرنے کا طریقہ نہیں آتا، خود رب بننے کے دعوے کر رہے ہو:

"اِنْ کُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ" اس کا معنی یہ تھا کہ رب کی حقیقت لفظوں میں بیان نہیں کی جا سکتی معیار الوہیت بیان ہو سکتا ہے، اگر بیان کیا جاتا ہے تو اس کی صفتوں کو بیان کیا جاتا ہے، رب کے افعال کو بیان کیا جاتا ہے، رب ہوتا ہی وہ ہے جس کو عقل کے ترازو میں تولا نہیں جا سکتا، تم عجیب انسان ہو میں تمہیں سمجھا رہا ہوں اور تم بار بار تقاضا کرتے ہو کہ میں رب کی حقیقت کو بیان کروں، تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت کو بیان کیا نہیں جا سکتا اگرچہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا کامل پتہ ہے مگر فرعون کی یہ اہلیت ہے کہ اسے صفتوں سے ہی سمجھایا جا سکتا ہے، جو بھی بیان کرے گا وہ اس رب کی صفتون کو بیان کرے گا، اس رب کی شانوں کو بیان کرے گا، اس واسطے "اِنْ کُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ" سے صحیح اس کو جھنجھوڑا کہ تمہیں سوال کرنے کا طریقہ نہیں آتا، میرے جواب کی خامیاں نکال رہے ہو، تم جو رب کی حقیقت کے بارے میں سوال کرتے ہو یہ درست ہی نہیں ہے، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی حقیقت لفظوں میں بیان ہو جائے تو پھر الہ ہی نہ ہوا کہ جس کو انسان اپنی عقل پہ تولتا پھرے، صرف اس کا تعارف صفتوں سے ہوتا ہے اور اس کے شانوں اور افعال سے ہوتا ہے، اور میں ان افعال سے اس کا تعارف کروا چکا ہوں۔

عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ الٰہی صفتاں نال سنجھاپے

یعنی یہ قرآن وسنت کا فیصلہ تھا کہ "وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ" کو اگر پہچاننا ہے تو اُس کو صفات سے پہچانا جائے اور یہ شروع سے انبیاء کرام علیہم السلام کا اسلوب ہے کہ انہوں

Marfat.com

نے جو لوگوں کو تبلیغ کی ہے اور اللہ کا عرفان دیا ہے تو اسی انداز میں دیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا مکالمہ

جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کا مقابلہ کر رہے تھے، اس کو سمجھانا چاہتے تھے کہ تو خدا نہیں ہے، بلکہ خدا وہ ہے جو تمہارا خالق ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ.

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! کیا تم نے نا دیکھا تھا اسے جو ابراہیم سے جھگڑا اس کے رب کے بارے میں اس پر کہ اللہ نے اسے بادشاہی دی جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا رب وہ ہے کہ جلاتا اور مارتا ہے بولا میں جلاتا اور مارتا ہوں۔

اس مقام پہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رب کا تعارف کروایا کہ میرا رب زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، تو نمرود نے ایک سزائے موت کے مجرم کو رہا کر دیا اور ایک بے گناہ کو سولی پہ چڑھا دیا کہنے لگا کہ میں بھی یہ کام کرتا ہوں، تو آپ علیہ السلام اس پہ اڑ سکتے تھے کہ تم غلط مطلب لے رہے ہو، بلکہ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ:

إِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ...... اور اللہ سورج کو لاتا ہے پورب سے تو اس کو پچھم سے لے آ تو ہوش اڑ گئے۔ کافر کے اور اللہ راہ نہیں دیکھاتا ظالموں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میرا رب وہ ہے جو سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے، اگر تو رب ہے تو مغرب سے

Marfat.com

طلوع کر کے دیکھادے، اس سے اس کو مبہوت کر دیا اور آپ علیہ السلام نے پہلے سے بھی کہیں زیادہ واضح دلیل ارشاد فرمادی۔

(القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ، رقم السورۃ:2، رقم الآیۃ:258)

مشرق و مغرب، طلوع و غروب کے لحاظ سے یہ دلیل بہت واضح دلیل ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال سے اس کا عرفان کروایا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی معرفت لوگوں کو اس انداز سے کروائی جاتی ہے۔

دوسرا طریقہ: اللہ تعالیٰ کی آیات میں تدبر کرنا۔

اللہ تعالیٰ کی آیات میں تدبر و تفکر کرنا بھی معرفت الٰہی کا ذریعہ ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے بہترین انسان کون ہے؟

تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ ...... جب ان کا چہرہ دیکھا جائے تو خدا یاد آجائے۔

(مسند امام أحمد بن حنبل، مسند القبائل، من حدیث اسماء ابنۃ یزید رضی اللہ عنہا، ج:6، ص:459، رقم الحدیث:27640)

اب یہ معرفت حاصل کرنے اور اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کا طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں، ان کے چہرے ایسے ہیں اور ان کی گفتگو ایسی ہے، ان کی سیرت ایسی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے جلوؤں کی خبر ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت میسر آجاتی ہے، جیسے پھول کو دیکھنے سے خالق کا پتہ چلتا ہے، جیسے پتے پتے سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت کی آواز آرہی ہے، جیسے کائنات کے سارے مناظر کو دیکھیں تو ان سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے، تو یہ وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے

Marfat.com

ایک انسان کو عرفانِ حق میسر آتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس بندے کو اپنا تعارف کروا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ...... اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دیکھا دیں گے، ہم ان کو اپنے تعارف کروا دیتے ہیں، انہیں اپنی قدرتیں دیکھا دیتے ہیں اور انہیں تدبر کی توفیق دیتے ہیں، اپنی آیات دکھاتے ہیں، وہ تدبر کرتے کرتے ہی ہماری ذات تک پہنچ جاتے ہیں۔

وَاِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ...... اور بے شک اللہ تعالیٰ نیکوں کے ساتھ ہے۔

(القرآن الكريم، سورة العنكبوت، رقم السورة: 29، رقم الآية: 69)

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے محسنین کا لفظ ارشاد فرمایا، یہ سارا تصوف کا شعبہ ہے کہ جس وقت ایک انسان اپنے آپ کو فکری آلودگی سے پاک کرتا ہے، بدعملی سے محفوظ رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر موجود حجابات کو ہٹا دیتا ہے اور اپنے بندے کو اپنی ذات سے متعلق معرفت عطا فرما دیتا ہے۔

جس وقت یہ اسباب ایک انسان کو میسر آتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت پا لیتا ہے تو پھر اس کی علامت کیا ہوتی ہیں؟

جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہوتی ہے اگر اس کو پہچاننا ہے کہ یہ معرفت رکھتا ہے تو اس کی چند علامات ہیں، اس واسطے کہ اگر بندہ اپنے طور پر خود رب تک جاننا چاہے گا تو ہوسکتا ہے کہ کافی دیر لگ جائے، اور جب عارف باللہ تک پہنچ جائے گا تو عارف باللہ سالوں کا سفر گھنٹوں میں طے کروا سکتا ہے، منٹوں میں طے کروا سکتا ہے، اور ایک عام انسان کو بھی خاص بنا کر اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حامل بنا سکتا ہے۔

Marfat.com

عارفین کی اقسام

اس سلسلے میں پہلے عارفین کی اقسام کو ذہن میں رکھنا چاہیے۔

عارفین دو قسم کے ہیں:

الأقویا: یہ عارفین کی پہلی قسم ہے یعنی پاورفل عارف۔

الضعفاء: یہ عارفین کی دوسری قسم ہے یعنی کمزور قسم کے عارف۔

کمزور قسم کے عارف ہم سے کروڑ درجہ زیادہ پاورفل ہیں، لیکن اقویا کے مقابلے میں وہ ضعیف ہیں، اتنے ان کے سورسز تیز نہیں ہیں جتنے اقویا کے سورسز تیز اور پاورفل ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ذکر "احیاء العلوم" میں فرمایا ہے۔

اقویا عارفین

وَ یَکُوْنُ اَوَّلُ مَعْرِفَتِهِمْ بِاللّٰهِ تَعَالٰی ثُمَّ بِهٖ یَعْرِفُوْنَ غَیْرَهٗ ...... اقویا عارفین وہ ہیں جو رب کو پہلے جانتے ہیں اور رب کو جان کے پھر رب کی صفات اور اس کی آیات کو جانتے ہیں، ان کا براہ راست تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنی طرف بھی متوجہ بعد میں ہوتے ہیں، سب سے پہلے اپنے رب کی طرف توجہ ہوتے ہیں۔

ان کا انداز یہ ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں:

مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَاَیْتُ اللّٰهَ قَبْلَهٗ ...... میں جو چیز بھی دیکھتا ہوں مجھے اس چیز کے نظر آنے سے پہلے میرا رب نظر آتا ہے۔

ان کو اس انداز کی مضبوط معرفت اور قوی عرفان حاصل ہوتا ہے، ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق معرفت پہلے ہوتی ہے پھر تب وہ دوسری چیزوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

Marfat.com

ضعفاء عارفین

وَيَكُوْنُ اَوَّلُ مَعْرِفَتِهِمْ بِالْاَفْعَالِ ثُمَّ يَتَرَقُّوْنَ مِنْهَا اِلَى الْفَاعِلِ ...... ضعفاء عارفین وہ ہیں جو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے افعال میں تدبر کرتے ہیں اور اس کی صفات میں تدبر کرتے ہیں، اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کی ذات تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔

(احیاء علوم الدین، بیان الأسباب المقویة لحب الله تعالی، ج:4، ص:317)

یہ انداز اولیاء کرام میں اپنے درجے کا ہوتا ہے اور انبیاء کرام میں اپنے درجے کا ہوتا ہے، بہر حال اللہ تعالیٰ کی طرف سے معرفت ایک سوغات ہے، وہ جس درجے میں بھی انسان کو میسر آجائے وہ انسان کے لیے بہت بڑا سرمایہ ہے اور جس وقت وہ معرفت انسان میں جلوہ گر ہو جاتی ہے تو پھر اس کی صورتحال کیا ہوتی ہے؟

معرفت، خوف کی علامت

جس انسان میں جتنی زیادہ معرفت ہوگی یا علم وہ انسان اتنا زیادہ رب سے ڈرنے والا ہوگا، ایک موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اِنَّ اَتْقَاكُمْ وَ اَعْلَمَكُمْ بِاللّٰهِ اَنَا ...... میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جانتا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب: قول النبی صلی الله علیه وسلم (أنا أعلمکم بالله) و أن المعرفة فعل القلب، ج:1، ص:16، رقم الحدیث:20)

قرآن مجید میں ہے کہ:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ...... اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ (القرآن الکریم، سورۃ فاطر، رقم السورۃ:35، رقم الآیۃ:28)

Marfat.com

تو جس قدر انسان کو ادراک حاصل ہوگا، عرفان حاصل ہوگا، صفات کا پتہ ہوگا اسی قدر انسان کے اندر خوف زیادہ طاری ہوگا۔ عارف باللہ کی یہ پہچان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے حصول کے بعد اس بندے میں عام لوگوں کی بنسبت خوف زیادہ ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس وقت بادل اور آندھی چلتی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک پر خوف کے آثار طاری ہو جاتے تھے، جب کہ ہوسکتا ہے ایک عام انسان کو بادل کے آنے پر کوئی خوف محسوس نہ ہو اور آندھی کے آنے کی صورت میں بھی کوئی ڈر نہ لگے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ عام انسان معاذ اللہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بہادر ہے، نہیں، نہیں، بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خوف طاری ہوا وہ اس علم کی بنیاد پر تھا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں حاصل ہے، اور ایک عام آدمی کی کھلی آنکھیں بھی یوں ہیں کہ جیسے بند آنکھیں، اس کو یہ پتہ نہیں کہ آفات سماوی میں کیا ہل چل مچی ہوئی ہے، کہاں سے ہوا چلی ہے، اور یہ ہوا کتنی زبردست ہے اور کہاں تک جانا چاہتی ہے اور بادل کے آنے کا انداز کیا ہے، وہ صرف بادل کا رنگ دیکھتا ہے، اس بادل کے پیچھے جو تحریک ہے اس کی اس انسان کو خبر نہیں ہے، یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسعت مطالعہ ہے کیونکہ کائنات آپ کی آنکھ کے نیچے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے ہیں کہ کتنی تیز ہوا چل رہی ہے اور کتنی تیزی سے آگے بڑھنے والی ہے اور کہاں کہاں سے بادل گزرے گا اور کہاں کہاں اس کے آثار مرتب ہوں گے، تو اس بنیاد پر جتنا علم زیادہ ہوگا تو اتنا ہی خوف زیادہ ہوگا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، باقی مسند الأنصار، حدیث السیدة عائشة رضی اللہ عنہا، ج:6، ص:167، رقم الحدیث:25381)

Marfat.com

بلاتشبیہ وتمثیل یوں سمجھو کہ ایک بچہ انگارا دیکھتا ہے تو اس کو پکڑ لیتا ہے، اس کو پتہ نہیں کہ یہ آگ ہے اور یہ جلا دے گی، اور بڑا انسان انگارا نہیں پکڑتا، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بچہ بڑا بہادر ہے اور نوجوان انسان بڑا ڈرپوک ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ اس بچے کو آگ کا علم نہیں کہ آگ کرتی کیا ہے، وہ صرف اس کو چمکنے والی چیز سمجھتا ہے اس کو یہ علم نہیں کہ یہ ہاتھ پہ لگے تو ہاتھ جل جاتا ہے، اس بچے کو جہالت کی وجہ سے آگ کے انگاروں کا خوف نہیں ہے لیکن بڑے آدمی کو علم کی وجہ سے خوف ہے کہ آگ جلا دیتی ہے، یہ صورت حال اس بارے میں بھی ہے کہ جس وقت ایک انسان عارف باللہ بن جاتا ہے تو وہ عوام کے مقابلے میں رب سے زیادہ ڈرتا ہے، اس واسطے کہ عوام کو پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفتیں کس کس انداز کی ہیں۔

جتنا اللہ تعالیٰ کے قہار وجبار ہونے کا اس عارف کو پتہ ہے، اتنا عوام کو پتہ نہیں ہے۔ اس واسطے سوسائٹی میں جو انسان معرفت کے جام پی چکا ہے اور عارف باللہ بن چکا ہے اس کی اولین علامت یہ نظر آئے گی کہ جتنا وہ رب سے ڈرتا ہے اتنا اور کوئی رب سے ڈرنے والا نہیں ہوگا۔

اب معاذ اللہ لوگ معرفت کے دعوے بھی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نظام سے بغاوت بھی کرتے ہیں، نمازیں چھوڑ دیتے ہیں، روزے نہیں رکھتے اور کہتے ہیں کہ ہم عارف لوگ ہیں، تو ایسے عارف شریعت کی روشنی میں مسترد کیے گئے ہیں، حقیقی عارف وہ ہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف بہت زیادہ ہو۔ دنیا میں یہی انداز ہوگا محشر میں نہ خوف ہوگا اور نہ حزن

Marfat.com

معرفت، ہیبت کی علامت

دوسری علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے انسان کی ہیبت زیادہ ہوتی ہے، ایک تو اس کی اپنی ہیبت اور دوسری اللہ تعالیٰ کی ہیبت اس پر طاری ہوتی ہے اور اس سے عیاں ہوتی ہے۔

اس واسطے کہ اس میں معرفت ہے اور اس کا رعب اور جلال ہے، اللہ تعالیٰ اس کو معرفت کے ضمن میں رعب وجلال عطا فرماتا ہے، جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ ...... میرے رب نے مجھے اتنا رعب دیا ہے کہ ایک مہینہ دور سفر کر کے گھوڑ

اجہاں تک جا سکتا ہے اتنی دور میرے دشمن مجھ سے کانپتے رہتے ہیں، اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سب سے زیادہ رعب عطا فرمایا ہے، یعنی جس قدر زیادہ معرفت عطا فرمائی ہے اسی قدر رعب بھی زیادہ عطا فرمایا ہے۔

(صحيح البخاري، أبواب المساجد، باب: قول النبي صلى الله عليه وسلم: جعلت لي الأرض مسجدا و طهورا، ج:1، ص:168، رقم الحديث: 427)

معرفت، حب خدا اور اطاعت الٰہی کی علامت

اَلْمُؤْمِنُ اِذَا عَرَفَ رَبَّهٗ عَزَّوَجَلَّ أَحَبَّهٗ وَاِذَا أَحَبَّهٗ أَقْبَلَ اِلَيْهِ ...... جس وقت ایک مومن کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو پھر وہ اس معرفت سے اللہ تعالیٰ کا زیادہ محبت بن جاتا ہے۔ اور جب وہ بندہ اللہ سے محبت کرتا ہے تو اس کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

عام ذوات کے لحاظ سے یہ ہے کہ جب کسی کا تعارف نہیں ہوتا تو خاص محبت پیدا نہیں ہوتی، جب تعارف ہو جائے اور وہ تعارف متاثر کرے تو پھر محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ محبت جس وقت ایک انسان میں پیدا ہو گی تو وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں زیادہ مصروف رہے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے گا، لہذا معرفت کی تیسری علامت یہ ہے کہ جس وقت ایک انسان عارف باللہ ہوتا ہے تو وہ محب الٰہی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرتا ہے اور اس کا عملاً ثبوت دیتا ہے، اس محبت کے ثبوت کی وجہ سے چند حالتیں اس انداز کی اس کے اندر پیدا ہوتی ہیں کہ وہ نوافل سے بھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے، یعنی فرائض تو فرائض رہے وہ نوافل سے بھی تقرب پاتا رہتا ہے۔

ایک ہے بندے کی اپنی پسند اور دوسری اس کے رب کی پسند، تو جس وقت وہ بندہ معرفت کی وجہ سے محب خدا بن گیا ہے تو اب وہ اپنی پسند پر اپنے رب کی پسند کو ترجیح دیتا ہے، جو اس کا دل پسند کرے اس کو چھوڑ دیتا ہے، جو رب پسند کرے اس کو اپنی پسند پر فوقیت دیتا ہے، لہذا یہ وہ معرفت ہے جو حب الٰہی کا سبب بنتی ہے، یہ عارف اللہ تعالیٰ کا تقرب نوافل سے پائے گا اور صالحین کے پاس جائے گا اور ان کے پاس پہنچ کر وہ اس بات کی دلیل فراہم کرے گا کہ جن کو رب پسند کرتا ہے ان کو میں بھی پسند کرتا ہوں، چونکہ مجھے رب کی معرفت آ گئی ہے، اور رب کی معرفت محبت پیدا کرتی ہے، محبت خداوندی کا تقاضا یہ ہے کہ جو محبوب کے محبوب ہوں وہ بھی محبوب ہوتے ہیں، لہذا جس وقت یہ انسان اللہ تعالیٰ سے پیار کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں سے پیار کرنا معرفت کی علامت بن گیا ہے، لہذا اس عارف کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ ولیوں سے ملے، ان سے ملاقات کرے، ان کی زیارت کے لیے نکلے کیونکہ یہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کے محبوب بندے ہیں، ان کی محبت سے رب راضی ہو جاتا ہے۔

معرفت، حجابات کے اٹھ جانے کا نام

اللہ تعالیٰ کی معرفت کی وجہ سے عارف میں یہ علامت پیدا ہو جاتی ہے کہ ہر وہ چیز جو بندے اور رب کے درمیان حجاب بنے اس کو یہ عارف دور رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے تو کوئی حجاب نہیں ہے، حجاب بندے کے لحاظ سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ پر کوئی حجاب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی ہے جو محجوب نہیں ہو سکتی، اس واسطے کہ حجاب تو چیز پہ غالب آتا ہے، پھر اس پر پردہ کرتا ہے، اور رب پر کسی چیز کے غالب ہونے کی گنجائش نہیں ہے اور کسی چیز کی مجال ہی نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پہ غالب آجائے۔

اصل پردے انسان کے دل پہ اور اس کی آنکھ پہ ہوتے ہیں تو جس وقت وہ عارف بنتا ہے اور پردے اٹھتے ہیں تو اس کے بعد اس کا یہ نصاب بن جاتا ہے کہ وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتا جس کی وجہ سے کوئی پردہ بنتا ہو اور درمیان میں دوری اور بُعد پیدا ہوتا ہو۔

اللہ تعالیٰ اس کو معرفت کے مقام پہ فائز کر کے اس کو یہ پیغام دے رہا ہے کہ ان حجابات سے بچتے رہنا تیرا کام ہے، کبھی بھی غفلت اور خواہش پرستی نہیں ہونی چاہیے، شہوت پرستی نہیں ہونی چاہیے جو بندہ عارف بننے کے بعد شہوت پرست اور خواہش پرست ہو جائے گا تو پھر اس کے لیے ایک پردہ بن جائے گا، پھر وہ حجابات میں واپس آنا شروع ہو جائے گا۔

معرفت کی علامت یہ ہے کہ جس وقت انسان میں معرفت آجاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تڑپتا رہتا ہے اور اپنے آپ کو مصروف رکھتا ہے۔

Marfat.com

معرفت اور چشم تر

اس واسطے حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ عارف کے کام کیا ہوتے ہیں؟

تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ:

یَخْرُجُ الْعَارِفُ مِنَ الدُّنْیَا وَ لَمْ یَقْضِ وَطْرَہٗ مِنْ شَیْئَیْنِ ...... عارف دنیا سے چل بستا ہے مگر پھر بھی اس کو دو کاموں کی تڑپ باقی رہتی ہے، یعنی وہ دونوں کام ساری زندگی کرتا ہے، مگر پھر بھی وہ سیر نہیں ہوتا اور وہ جب دنیا سے جا رہا ہوتا ہے اس کا نفس مزید چاہتا ہے کہ وہ یہ دونوں کام کرے۔

پہلا کام کیا ہے؟ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

بُکَاءُ ہٗ عَلٰی نَفْسِہٖ ...... عارف اپنے اوپر روتا ہے کہ میرے اندر یہ بھی کمی ہے اور میرے اندر یہ بھی نقص ہے، میں اس لحاظ سے بھی ناقص ہوں، میں نے فلاں جگہ بھی سستی کی اور میں نے فلاں جگہ بھی غفلت کی، عارف اپنے بارے میں روتے نہیں تھکتا، دنیا سے جا رہا ہوتا ہے پھر بھی اپنے بارے میں رو رہا ہوتا ہے اور اس کو مزید حرص ہے کہ میں اپنی کوئی کمی دور کر لوں۔

یہ ایسا کام ہے کہ جس سے عارف زندگی بھر سیر نہیں ہوتا، کام کرتے کرتے زندگی ختم ہو جاتی ہے پھر بھی تقاضا ہوتا ہے کہ میں اپنے بارے میں مزید کچھ رو لوں اور مزید کچھ اپنی کمی کو دور کر لوں۔

دوسرا کام یہ ہے کہ:

Marfat.com

معرفت اور ثنائے الٰہی

ثَنَاءُهٗ عَلٰی رَبِّهٖ ...... جیسے یہ روتے ہوئے نہیں تھکتا اسی طرح یہ رب کی تعریف کرتے ہوئے بھی نہیں تھکتا، اگر چہ ساری زندگی تعریف و توصیف کرنے میں گزاری لیکن جب موت آئی تو موت آنے پر بھی حرص اس کو اس چیز کی ہے کہ میں نے اپنے رب کی ثناء کرنی ہے، اگر چہ زندگی کے کئی سال ثناء کرتے ہوئے گزر گئے ہیں مگر مزید ثناء کرنے کا شوق اب بھی ہے۔

(مدارج السالکین، فصل و الفرق بین العلم و المعرفۃ، ج:3، ص:340)

لہذا حضرت یحیی بن معاذ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو ایک بہت بڑے عارف ہیں، وہ کہنے لگے کہ عارف کے یہ دو کام ہیں جن کے بارے میں اس کی خواہش ہوتی ہے کہ میں مزید یہ کام کروں، اپنے بارے میں روتا رہتا ہے اور اپنے رب کی تعریف کرتا رہتا ہے، جس وقت ایک عارف اس مقام پر روتا ہے تو وہ شریعت کی ہر لحاظ سے پابندی کرنے والا ہوتا ہے، صرف خود ہی پابندی نہیں کرتا بلکہ اوروں کو بھی اس پابندی کی طرف راغب کرتا ہے۔

معرفت اور عاجزی

معرفت جو انسان کے لیے سرمایہ ہے، اس کا خلاصہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے انداز میں بیان کیا ہے، امام ابراہیم مکی نے ''قوت القلوب'' میں اس کی وضاحت کی ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ:

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَجْعَلِ السَّبِیْلَ اِلٰی مَعْرِفَتِهٖ اِلَّا بِالْعِجْزِ عَنْ دَرْكِ مَعْرِفَتِهٖ

ساری تعریفیں اس رب کی ہیں کہ جس نے اپنی معرفت کا طریقہ صرف ایک بنایا ہے، وہ یہ ہے کہ بندہ تسلیم کرلے کہ میں اپنے رب کو پہچاننے سے عاجز ہوں۔

(قوت القلوب، الفصل الثالث و الثلاثون، ذکر فضائل شهادة التوحيد و وصف توحيد الموقنين، ج:2، ص:143)

یہ معرفت کا طریقہ ہے کہ ساری تعریفیں اس رب کی ہیں جس رب نے بندے کو یہ شان دی ہے کہ اس کو جتنی بھی معرفت حاصل ہو تو پھر بھی یہ اقرار کرتا ہے کہ میں نے جتنا جانا ہے میرا رب تو اس سے بھی بڑی شان والا ہے، میرا رب اس سے بڑے مقام والا ہے، جو شخص اس عجز کو تسلیم کرتا ہے اور اس کا اعتراف کرتا ہے کہ اگرچہ میں نے زندگی اس کی معرفت میں گزاری ہے مگر اس کی ذات تو اس سے کئی زیادہ وراء الوراء ہے، مجھے تو اس کا پتہ ہی نہیں کہ کتنے بڑے مراتب اس رب کی ذات کے موجود ہیں۔

جس وقت کوئی شخص اس عجز کا اعتراف کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو اپنی معرفت اور زیادہ عطا فرمادیتا ہے، لیکن جو معرفت کے آنے پر تکبر کرے اور یہ سمجھے کہ جو میں نے جانا یہ ہی معرفت ہے، اس کے علاوہ اُس کی کوئی شان نہیں ہے، اور اُس کا کوئی مقام نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ پہلا اجالا بھی چھین لیتا ہے اور اس کو اندھیروں میں داخل کردیتا ہے۔

لہٰذا معرفت کے حصول کے بعد معرفت کی بقاء کے لیے تاکہ اس عارف کو اس معرفت کا فائدہ پہنچتا رہے، اس بارے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس وقت ایک انسان اپنے عجز کا اعتراف کرلیتا ہے:

Marfat.com

اِلَّا بِالْعِجْزِ عَنْ دَرْكِ مَعْرِفَتِهٖ ...... یعنی جو بندہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ادراک سے اپنے آپ کو عاجز اور کمزور سمجھے تو یہ خود ایک معرفت ہے اور ایک ادراک ہے۔

دیدار باری تعالیٰ

حدیث شریف میں ہے کہ جس وقت اہل جنت جنت میں پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ تمہیں کس چیز کی ضرورت ہے؟

اہل جنت اس وقت کروڑوں نعمتیں لے چکے ہوں گے، وہ کہیں گے یا اللہ! اتنا زیادہ مل چکا ہے کہ اتنا تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا، تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ...... بھلائی والوں کے لیے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد،

فرمایا: ابھی تک جو کچھ بھی تمہیں ملا ہے جنت کی شکل میں، یہ سارا حسنیٰ ہے، اور اب زیادہ باقی ہے وہ زیادہ کیا ہوگا؟

تو وہ یہ ہے کہ جب درمیان سے حجاب اٹھے گا تو بندے کو اپنے رب کا دیدار نصیب ہو جائے گا، جب وہ پردہ اٹھے گا جو کہ بندے کے لحاظ سے ہوگا، مولیٰ کے لحاظ سے نہیں کیونکہ رب تو پہلے ہی بندے کو دیکھ رہا ہے، جب پردہ اٹھے گا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت سب سجدے میں پڑ جائیں گے۔

(جامع الترمذی، کتاب صفة الجنة، باب :رؤية الرب تبارك و تعالى، ج :4، ص :687، رقم الحديث :2552)

تو حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ جیسے لوگ، حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ جیسے لوگ، حضرت داتا گنج بخش ہجویری رضی اللہ عنہ جیسے لوگ اور بڑے بڑے صوفیا الاتقیاء کہ جنہوں نے زندگیاں اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی سے معمور رکھی ہیں، وہ کہیں

Marfat.com

گے: یا اللہ! آج تیری ذات کا پتا چلا، ہم نے زندگی بھر جتنی معرفت پائی تیری ذات تو اس سے کئی زیادہ وراء ذات ہے، آج تیری ذات کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہم جو تیری عبادت کرتے رہے ہیں تو ہم نے اس سے کوئی حق ادا نہیں کیا، ہم تو زندگی میں کچھ کر ہی نہیں سکے، جنہوں نے ساری زندگی مجاہدہ میں گزاری ہے وہ بھی کہیں گے کہ یا اللہ! تیری ذات کہ جس کا آج ہمیں پتہ چل رہا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب ہماری ولادت ہوئی اس وقت سے ہم سر سجدے میں رکھتے اور وقت وفات ہم سر سجدے سے اٹھاتے، پھر بھی اس ذات کی عبادت و معرفت کا حق ہم سے پورا نہ ہوتا۔

یہ "اللہ کی معرفت، اسباب و علامات کے لحاظ سے" مختصر سی گفتگو تھی، اس کا مقصد معرفت الٰہی کا حصول ہے کیونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے، مگر ولایت کا دروازہ ابھی کھلا ہے، اور جو بندہ کوشش کرے گا تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ...... اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دیکھا دیں گے۔

(القرآن الكريم، سورة العنكبوت، رقم السورة:29، رقم الآية:69)

اس واسطے تمام حضرات وخواتین سے یہ گزارش ہے کہ رمضان المبارک کے پرنور مہینے میں معرفت الٰہی کے اسباب وعلامت کے بیان کرنے کا مقصد یہی ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ کوشش کریں کہ معرفت حاصل ہو جائے، عرفان میسر ہوتا چلا جائے اور بندے کا سب سے بڑا مقصد پورا ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و سلم

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر

10

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں!

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

كِتٰبٌ أَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِيَدَّبَّرُوْا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْاَلْبَابِ

(القرآن الكريم، سورة ص، رقم السورة 38، رقم الآية 29)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِىْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَاىَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب ودلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت، حاملین عقیدہ اہلسنت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل وتوفیق سے **"ادارہ صراط مستقیم"** پاکستان کے زیر اہتمام **"فہم دین کورس"** میں ہم سب کو شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں!

میری دعا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ ہمیں قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور اس کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمیں راہِ زندگی میں ہر موڑ پر قرآن مجید سے راہنمائی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خالق کائنات جل جلالہ نے انسانیت کی راہنمائی کے لیے وحی کا سلسلہ شروع فرمایا اور انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیج کران پر وحی کو نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے ہر دور کے انسان کو منزل کا پتہ بتایا۔

وحی کا یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ سب سے آخر میں تمام رسولوں کے قائد اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں جلوہ گر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی شکل میں آپ کے سینہ پرنور پر سب سے جامع وحی کو نازل فرمایا۔ یہ

Marfat.com

ہماری خوش بختی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ایسی کتاب عطا کی ہے کہ جس میں پہلی تمام کتب کا خلاصہ موجود ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے ان تمام کتب کے مقابلے میں اس کتاب کو جامعیت عطا فرمائی ہے۔

قرآن مجید میں جو اسرار و رموز ہیں اور اس میں جو ہدایت کا نور ہے اس کو حاصل کرنا بندہ مؤمن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فریضہ ہے کہ وہ اس کتاب کو طاق نسیاں میں نہ رکھے بلکہ اس کو پڑھے، اس میں تدبر کرے اور اس کے الفاظ کو سمجھے اور اس کے الفاظ کے مفاہیم کو سمجھ کر اس کے مطابق اپنی زندگی کے شب و روز بسر کرتا رہے۔

قرآن مجید کی تلاوت کا جہاں حکم ہے تو وہاں قرآن مجید میں تدبر کا بھی حکم دیا گیا ہے، قرآن مجید کے مفاہیم میں غور کرنا اور اسرار و رموز تک پہنچنا ایک سوغات ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسانی ذہن کے لیے تیار فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار اس مطلب کی طرف انسان کو متوجہ کیا ہے اور قرآن مجید کا تعارف کرواتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ ...... یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری برکت والی۔

یعنی برکتوں والی کتاب ہے کہ جس کو ہر لحاظ سے برکت دی گئی ہے، اس کو دیکھیں تب بھی برکت میسر آتی ہے، پڑھیں تو تب بھی برکت میسر آتی ہے، اس میں تدبر کریں پھر بھی برکت ملتی ہے اور تدبر کے بعد اس پر عمل کریں تو پھر بھی دنیا اور عقبیٰ میں ہر مقام پہ برکت ملتی ہے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ:

Marfat.com

لِيَدَّبَّرُوْا اٰيٰتِهٖ ...... تا کہ اس کی آیتوں کو سوچیں،

وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ...... اور عقل مند نصیحت مانیں۔

یعنی پہلے اس قرآن مجید کی آیات میں تدبر ہوگا، پھر اس کے مطابق اس پر عمل ہوگا کیونکہ صرف تدبر مقصود نہیں بلکہ تدبر کے بعد جو تدبر کا تقاضا ہے "عمل بالقرآن" اس کو بھی اپنانا ہوگا۔ (القرآن الكريم، سورة ص، رقم السورة 38، رقم الآية 29)

اسی طرح دوسرے مقام پہ اس بات کا ذکر فرمایا کہ:

وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ ...... اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری

لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ ...... کہ تم لوگوں سے بیان کردو جوان کی طرف اترا،

وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ......اور کہیں وہ دھیان کریں۔

(القرآن الكريم، سورة النحل، رقم السورة: 16، رقم الآية: 44)

تدبر و تفکر قرآن مجید کے نزول کا مقصد ہے اور پھر تدبر و تفکر کے بعد اس پر عمل کرنا یہ قرآن مجید کا انسانیت سے تقاضا ہے۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ...... تو کیا وہ قرآن کو سوچتے نہیں یا بعض دلوں پر قفل لگے ہیں۔

(القرآن الكريم، سورة محمد، رقم السورة: 47، رقم الآية: 24)

تو اللہ تعالیٰ نے تدبر و تفکر کے لیے اس قرآن مجید کو نازل کیا، تدبر و تفکر انسان کی روح کی کاوش ہے، انسان کے دماغ کا نصاب ہے اور انسان کی عقل کے لیے اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

یہ سوغات تیار کی ہے، جیسے قرآن مجید کے الفاظ سے زبان کو عظمت ملی کہ وہ اس کی تلاوت کر سکے، کانوں کو عظمت ملی کہ وہ قرآن مجید کی سماعت کر سکیں اور آنکھوں کو عظمت ملی کہ وہ قرآن مجید کے لکھے ہوئے الفاظ کی زیارت کر سکیں، اور اللہ تعالیٰ نے انسان کی عقل کے لیے اپنی طرف سے انعام رکھا کہ وہ قرآن مجید میں تدبر کرے اور بحرِ قرآن میں غوطہ زن ہو جائے تاکہ انسان کی عقل پُر نور ہو جائے، اور عقل جس وقت قرآن مجید میں غوطہ زن ہوتی ہے تو اس کی آلودگی ختم ہو جاتی ہے، اور اس کا زنگ دور ہو جاتا ہے، عقل کی آنکھ کو سرمہ مل جاتا ہے، اور اس کو اپنے نفع و نقصان کی خبر ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس عقل کو حقیقی منزل کا سراغ عطا فرما دیتا ہے۔

تفکر کی اہمیت

تدبر و تفکر کے بارے میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ:

تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ ...... جو شخص ایک ساعت کے لیے تفکر کرتا ہے تو اس کو ایک سال کی بندگی سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب التفکر، بیان حقیقة الفکر و ثمرته، ج:4، ص:426)

اس قدر اس تدبر و تفکر کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقام حاصل ہے۔

فتنوں کا علاج

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس قرآن مجید کا تعارف کروایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تمام حقائق کھول کے بیان کیے کہ جن کی ایک انسان کو اشد ضرورت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ

Marfat.com

ارشاد فرماتے سنا ہے کہ:

اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ ...... کچھ وقت کے بعد فتنہ پیدا ہو جائے گا،

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی خبر دی کہ مستقبل میں فتنے پیدا ہو جائیں گے۔

قُلْتُ ...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی:

مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم! ...... یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

جن فتنوں کا ذکر آپ نے فرمایا کہ مستقبل میں وہ پیدا ہونے والے ہیں، ان کا علاج بھی بیان فرمادیں کہ جب وہ مرض معاشرے میں پھیل جائے گا تو ایک انسان اس سے چھٹکارا کیسے حاصل کرسکتا ہے، اس سے بچنے کے لیے علاج کیا ہے، جب اس بھنور میں امت کی کشتی پھنس جائے گی تو پھر کنارہ کیسے ملے گا، اس فتنے سے نکلنے کا طریقہ کیا ہے؟

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکلنے کا طریقہ ارشاد فرمایا کہ:

كِتَابُ اللّٰهِ ...... وہ اللہ کی کتاب ہے جو تمہیں فتنوں سے بچائے گی،

اللہ کا قرآن ہے جو تمہارے پاس موجود رہے گا اور جس دور میں بھی کوئی فتنہ پیدا ہوگا اس فتنے کا حل قرآن مجید میں موجود ہوگا، اس فتنے سے بیزار لوگ اور اس کے ستائے ہوئے لوگ اس سے بچنا چاہیں گے تو قرآن مجید کی تعلیمات اس فتنے سے بچنے کے لیے کافی ہوں گی۔

یہ لفظ ارشاد فرمانے کے بعد کہ کتاب اللہ تمہیں بچائے گی، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اوصاف کا تذکرہ فرمایا، ان اوصاف کو سامنے رکھ کر ایک مومن کو شوق پیدا ہوگا اور اسے رغبت ہوگی کہ وہ دوسری چیزوں کو چھوڑ کر اس قرآن مجید کو پڑھے، اور

Marfat.com

قرآن مجید کی طرف راغب ہو جائے اور شوق سے قرآن مجید کو پڑھے، قرآن مجید میں اتنی کشش موجود ہے کہ اگر تھوڑا سا مادی خیالات سے ہٹ کر انسان اس میں سوچنا شروع کر دے اور پھر دیکھنا اور پڑھنا شروع کر دے تو یقیناً باقی ہر چیز چھوٹ جائے گی اور ہر جہت سے اپنی سیرابی کا کام قرآن مجید سے کراتا رہے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فتنوں سے بچانے والی کتاب قرآن مجید ہے اور یہ کونسی کتاب ہے؟

فِیْهِ نَبَاءُ مَا كَانَ قَبْلَكُمْ ...... ''اس میں جو تجھ سے پہلے ہے اس کی خبر موجود ہے''یعنی اس میں جو امتیں پہلے گزر چکی ہیں ان کی خبریں موجود ہیں،

ان کے واقعات موجود ہیں، ان کو جو عظمتیں دی گئی ہیں ان کا بھی ذکر ہے، اور انہوں نے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی نعمتوں کا حق ادا نہیں کیا تو ان پر جو وعیدیں اتری ہیں ان کا ذکر بھی قرآن مجید میں موجود ہے، لہذا تم سے پہلے کا جہاں کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا اور انہیں اللہ تعالیٰ نے بہت نوازا اور پھر وہ لوگ ان نعمتوں کے لحاظ سے ناشکرے بنے اور اللہ تعالیٰ کی سرکشی اختیار کر لی تو اس صورت میں ان کا جو حشر ہوا اس کا بھی ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔

وَ خَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ ...... قرآن مجید کی شان یہ ہے کہ قرآن مجید میں ان سب کی خبر موجود ہے جو قیامت تک آئیں گے کہ وہ کیسے ہوں گے اور ان کے حالات کیا ہوں گے، ان کے واقعات کیا ہوں گے، ان کے زمانوں کے فتنے کیا ہوں گے، ان کی بیماریاں کیا ہوں گی اور ان کو ان بیماریوں سے چھٹکارا کیسے ملے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اس قرآن مجید میں جو کچھ قیامت تک

Marfat.com

ہونے والا ہے اور قیامت کے بعد ہونے والا ہے، سب کچھ اس میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا ہے۔

تو یہاں سے یہ بھی پتہ چلا کہ جب قرآن مجید جامع کتاب ہے اور ما کان و ما یکون کا علم اس میں موجود ہے اور یہ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک پہ نازل ہوئی، اس کو پڑھانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور پڑھنے والے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کتاب ایسی ہے کہ جو کچھ ماضی میں ہوا اس کا بھی ذکر ہے اور جو کچھ مستقبل میں ہونے والا ہے وہ بھی مذکور ہے، تو اس کا نتیجہ بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی وساطت سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان کے علوم بھی عطا فرما دیے ہیں اور ما یکون کے علوم بھی عطا فرما دیے ہیں۔

یہ دو صفتیں بیان کرنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ ...... ''اور جو تمھارے درمیان ہے اس کا فیصلہ موجود ہے'' اس میں میری امت کے مسائل کے فیصلے بھی موجود ہیں۔

مطلب یہ ہوگا کہ قرآن مجید ہمیشہ کے لیے ہے اور ہمیشہ رہے گا، جس دور میں بھی قرآن مجید پڑھا جائے اس دور سے پہلے کا ماضی بھی قرآن مجید کا ماضی ہے اور اس دور سے بعد کا مستقبل بھی قرآن مجید کی نگاہ میں ہے اور اس دور کے جو مسائل ہیں وہ بھی قرآن مجید کی بساط علم میں موجود ہیں، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امت کو راغب کرنے کے لیے یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ ماضی، مستقبل اور حال تینوں زمانوں کے لحاظ سے اس میں اخبار موجود ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب بنا کہ قیامت تک میری امت کو کسی

Marfat.com

اور گھاٹ سے پینے کی ضرورت نہیں ہے اور قیامت تک میری اس امت کو کسی اور دہلیز سے مانگنے کی ضرورت نہیں ہے، قیامت تک میری امت کو کہیں اور جا کر اپنے دکھوں کا علاج کروانے کی ضرورت نہیں ہے۔

تین ہی زمانے ہیں: ماضی، حال اور مستقبل۔ اگر ماضی کی بات ہوگی تو تمہیں قرآن مجید مسئلہ بتائے گا اور جس صدی میں جو گھڑی مسلمانوں پر موجود ہوگی تو قرآن مجید اپنی تعلیمات اس صدی کے اندر بھی عطا کرے گا اور جو بھی انسان پوچھیں گے یہ قرآن مجید بتائے گا اور اس حال کے بعد جو بھی مستقبل ہے جب بھی وہ آئے گا تو یہ قرآن مجید اس سے خاموش نہیں ہوگا بلکہ یہ قرآن مجید ہر ہر مسئلے کی وضاحت کرے گا اور بندہ مؤمن کو خطرات سے نکال کر ساحل مراد پر پہنچاتا رہے گا۔

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

وَهُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ ...... یہ قرآن مجید کتاب فیصل ہے، یہ کوئی مذاق نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ اس کی ہر بات دوٹوک ہوتی ہے، اس کا ہر قول ''قول فیصل'' ہوتا ہے، اس کی ہر بات حرف آخر ہوتی ہے، اس کے بعد اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے، اس انداز کا اللہ نے اس کو ''قول فیصل'' بنایا ہے۔

پھر جو بندہ اس کو چھوڑتا ہے اس کا انجام کیا ہوگا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ ...... ''جس جبار نے بھی اسے ترک کیا اللہ تعالیٰ اس کی گردن توڑے گا''۔ جو سرکش اس کو ترک کرتا ہے اور چھوڑتا ہے یعنی وہ قرآن مجید پڑھتا نہیں اور پھر جس وقت بیان کیا جائے کہ قرآن مجید کا یہ حکم ہے تو آگے سرکش بنتا

Marfat.com

ہے، کہتا ہے کہ نہیں، میری اپنی مرضی ہے، قرآن مجید جو کہتا ہے یہ کہتا رہے، میں اپنی مرضی کروں گا۔

ایک سرکشی یہ ہے کہ جب حکمرانوں سے کہا جائے کہ تم اپنے بنائے ہوئے ضابطے چھوڑ دو اور اللہ کا بنایا ہوا جو قانون ہے اس کو تم نافذ کرو، تو وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ ماضی کا قصہ ہے، یہ ایک گزری ہوئی تاریخ ہے اور ایک بیتا ہوا زمانہ ہے۔

یہ جو بھی بہانہ کریں اس کی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت کی ہے کہ:

مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ ...... جو شخص بھی سرکش بن کر اس کو چھوڑ کر کہیں اور جائے گا،

قَصَمَهُ اللّٰهُ ...... وہ بچ نہیں سکے گا، اللہ تعالیٰ اس کی گردن ضرور توڑے گا۔

اللہ تعالیٰ اس کو سرنگوں کرے گا، جو بھی قرآن مجید سے بغاوت کر کے آگے جائے گا کہ مجھے اس قرآن مجید کی ضرورت نہیں تو اس کو برے انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔

آپ دیکھتے ہیں کہ جو اس کو ایکسپائر کہہ کر یا اس کی سزاؤں کو وحشیانہ کہہ کر قرآن مجید کی تعلیمات کو مسترد کرتے رہے اور پشت پیچھے پھینکتے رہے اللہ تعالیٰ نے انہیں عبرت ناک انجام سے دوچار کیا ہے اور آئندہ بھی جو اس قرآن مجید کے فیصلوں سے اپنے آپ کو دور کرے گا، اس کو پس پشت ڈالے گا اور تکبر کرے گا، اس کے احکام کے سامنے اپنی شیطانی باتوں کو نافذ کرے گا تو یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ یہ کوئی انفرادی طور پر کرے یا اجتماعی طور پر کرے، کوئی حاکم کرے یا محکوم کرے، جو انسان بھی قرآن مجید کو ترک کرتا ہے اور اپنی خواہش کو آگے لے آتا ہے، خواہش کا کلمہ پڑھ لیتا ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

قَصَمَهُ اللّٰهُ ...... اللہ تعالیٰ اس کو چھوڑے گا نہیں، ایسے سرکش کی گردن کو ضرور توڑے گا،

Marfat.com

وَ مَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِيْ غَيْرِهٖ أَضَلَّهُ اللّٰهُ ...... جو بندہ قرآن مجید کو چھوڑ کر ہدایت کسی اور چیز سے تلاش کرے اور یہ کہے کہ میں ہدایت کہیں اور سے لیتا ہوں، میں کہیں اور سے راہ زندگی کا پتہ لیتا ہوں، کوئی ناول پڑھتا ہوں یا کسی نام نہاد مفکر کی کتاب پڑھتا ہوں یا کسی مستشرق، یا عیسائی، یا ہندو کا بنایا ہوا ضابطہ دیکھ لیتا ہوں یا ان کے پنڈتوں کے بنائے نصاب پڑھتا ہوں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے قرآن مجید کو چھوڑا اور قرآن مجید کو چھوڑ کر غیر سے ہدایت لینا چاہی تو:

أَضَلَّهُ اللّٰهُ ...... اللہ تعالیٰ اس کو گمراہ کر کے مارے گا،

وہ بندہ کبھی بھی ہدایت نہیں پا سکے گا، وہ کبھی بھی راہِ راست پہ نہیں چل سکے گا جس نے قرآن مجید کے چشمہ صافی کو چھوڑ کر اور مقامات سے جا کر پینا شروع کر دیا، اس کو کبھی بھی ہدایت نہیں ملے گی اور وہ ضرور گمراہی میں پھنسا رہے گا۔

اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

وَ هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی رسی ہے، جو کمزور نہیں بلکہ مضبوط رسی ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب: فضائل القرآن، باب: فضل القرآن،

ج:5، ص:172، رقم الحدیث:2906)

اب اس میں اگر انسان تدبر کرے کہ یہ طاقت ور کتنی ہے، یہ پختہ کتنی ہے اور اس کے فوائد کیا ہیں، ہم اپنے طور پر سوچیں تو اپنا تدبر ہو گا مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت سب سے اعلیٰ وضاحت ہے۔

Marfat.com

قرآن مجید اللہ کی مضبوط رسی

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے، اس کا مطلب کیا ہے؟

اب یہ فہم دین کی برکات ہیں کہ آج ہمیں وہ مجالس کہ جن کو ہم دیکھ نہ سکے مگر ہمارا پیار ان مجالس سے ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دائیں بائیں بیٹھے ہوتے یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں بیٹھے ہوتے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آتے اور آپس میں گفتگو ہوتی، ہر انسان کا شوق تڑپتا ہے کہ کاش میں بھی شریک محفل ہوتا اور مجھے بھی پتہ چلتا کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرما رہے تھے، اگرچہ ہم اس محفل میں شریک نہ ہو سکے، اپنی آنکھیں کے کٹورے ان کے حسن کے سمندر سے نہ بھر سکے، مگر پھر اس امت پر ان کا یہ بھی کرم ہے کہ امت کو سند کی برکت عطا فرمائی ہے کہ جو کچھ وہاں بیان ہوتا رہا وہ ہر ہر لفظ امت تک اس طریقے سے پہنچا ہے۔

حضرت ابن شریح خزاعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ...... ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، آتے ہی رسول اکرم ﷺ نے سوال کر دیا کہ:

اَلَيْسَ تَشْهَدُوْنَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ...... کیا تم گواہی نہیں دیتے کہ خدا ایک ہے اور میں اس کا رسول ہوں؟

یہ اپنے غلاموں سے سوال کیا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ یہ اللہ کو معبود مانتے ہیں اور مجھے اس کا رسول مانتے ہیں، لیکن اس کو باوجود بتانا یہ چاہتے تھے کہ نعرہ

Marfat.com

تکبیر و رسالت کو دہراتے رہنا ہے کیونکہ وہ سب کلمہ پڑھتے تھے لیکن پھر بھی ان سے ارشاد فرمایا کہ تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ ایک ہے اور میں اس کا رسول ہوں؟

قُلْنَا: نَعَمْ ...... تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کی: ہاں، یارسول اللہ علیہ وسلم! ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور آپ اس کے سچے رسول ہیں۔

جب یہ گواہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

فَإِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ سَبَبٌ ...... یہ قرآن مجید ایک سبب ہے،

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن مجید ایک رسی ہے، کتنی بڑی؟

طَرَفُهُ بِيَدِ اللّٰهِ ...... اس کا ایک کنارہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے،

وَ طَرَفُهُ بِأَيْدِيكُمْ ...... اور اس رسی کا دوسرا کنارہ تمہارے ہاتھ میں ہے،

یعنی قرآن مجید نے کیسے بندے کو رب سے ملایا ہے، قرآن نے کیسے مخلوق کو رب تک پہنچایا ہے اور قرآن مجید کتنا بہترین سہارا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ میرے صحابہ! غیب پہ ایمان لانا یہ تمہاری شان ہے، تم نے جنت کو دیکھا نہیں میں نے کہا تم مان گئے، تم نے جہنم کو دیکھا نہیں میں نے کہا تم مان گئے، تم نے رب کو دیکھا نہیں میں نے کہا تم مان گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ایسے ہی سمجھو کہ تمہیں رسی نظر نہیں آتی لیکن میں نے پھر بھی قرآن مجید کی شکل میں قیامت تک اپنی امت کو رسی عطا فرمادی ہے۔

وہ کس کے ہاتھ میں ہے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ایک طرف تم کو پکڑا دی ہے اور دوسری

Marfat.com

طرف وہ رب کے ہاتھ میں ہے۔

اب اُس رسی کے ساتھ جس کا تعلق ہے کہ جس رسی کو رب نے پکڑا ہوا ہے تو وہ بندہ پھر بھٹک کیسے سکے گا اور وہ بندہ پھر ڈوب کیسے سکے گا، وہ بندہ کسی طغیانی کی نظر کیسے ہو سکے گا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ واضح فرمانا چاہتے تھے کہ قرآن مجید ایک رسی ہے اور یہ ہدایت ہے اور یہ نسخہ کیمیا ہے، یہ نصاب انقلاب ہے، اور یہ زندگی گزارنے کا سہارا ہے، ایک طرف اس کی رب کے ہاتھ میں ہے اور دوسری طرف اللہ نے مجھے دیکر بھیجا تھا، اب میں نے رسی کا دوسرا کنارہ تمہیں پکڑا دیا ہے، قیامت تک کے لیے میں نے امت کو وہ رسی کا سرا دے دیا ہے۔

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پر احسان ہے، ورنہ اپنے طور پر کوئی چاہتا تو اسے پکڑنا نصیب نہ ہوتا، یہ قرآن مجید لوح محفوظ پہ رہتا، نہ کوئی حافظ ہوتا، نہ کوئی قاری ہوتا، نہ کوئی صوفی ہوتا، نہ کوئی سالک ہوتا، نہ کوئی مجاہد ہوتا، نہ کوئی انقلابی ہوتا، نہ کوئی مصلح ہوتا اور نہ ہی کوئی حاکم ہوتا، مگر اللہ تعالیٰ نے ہم پر کرم کیا ہے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے نے قرآن مجید کے جلال کو برداشت کیا اور کمال تو یہ ہے کہ پھر وہ رسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے کو پکڑا دی اور بڑے کو بھی پکڑا دی، وہ رسی عورت کو بھی دے دی اور مرد کو بھی دے دی، حاکم کو بھی دی اور محکوم کو بھی دے دی، امیر کو بھی دی اور غریب کو بھی دے دی اور یہ رسی ہمہ وقت ہے دن میں بھی ہے اور رات میں بھی ہے، جوانی میں بھی ہے اور شباب میں بھی ہے، یہ اس وقت بھی تھی اور آج پندرھویں صدی کے مسلمانوں کے لیے بھی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے یہ رسی تمہارے ہاتھ میں دے دی

Marfat.com

ہے اور ادھر یہ رسی رب نے پکڑی ہوئی، اب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں جو رسی ہے اس رسی کو کوئی نہیں کھینچ سکتا، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں رہے گی لیکن جو بگڑے گا، گمراہ ہوگا وہ خود اس رسی کو چھوڑ کے چلا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں رسی ہے ادھر سے تو کوئی چھوٹنے کا اندیشہ نہیں ہے، کوئی احتمال نہیں ہے، اس باری تعالیٰ نے جو رسی پکڑی ہوئی ہے وہاں سے تو کوئی چھڑا ہی نہیں سکتا، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے میری امت! اب یہ تمہارے اوپر ہے کہ تم رسی کو کتنا مضبوطی سے پکڑے رکھتے ہو، اگر تم نے خود چھوڑا اور ڈوب گئے تو کل شکوہ نہ کرنا کیونکہ ہم نے تمہیں رسی پکڑا دی ہے، اب تمہارا کام ہے کہ تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھو، اب جو بندہ اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھے گا وہ کبھی بھی نہیں ڈوبے گا اس واسطے کہ دوسری طرف سے چھوٹنے کا کوئی احتمال ہی نہیں ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رسی کی بات کرلی تو آگے ارشاد فرمایا کہ:

فَتَمَسَّكُوْا ...... اس رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا،

فَاِنَّكُمْ لَنْ تَضِلُّوْا ...... اگر تم یہ رسی پکڑے رہو گے تو میں گارنٹی دیتا ہوں کہ تم کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے،

لَنْ تَضِلُّوْا ...... یہ تاکید نفی ہے کہ تم مستقبل میں کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے،

وَلَنْ تَهْلِكُوْا بَعْدَهٗ اَبَدًا ...... اور اس کے بعد کبھی بھی تم ہلاک نہیں ہو گے۔

(شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان و ھو باب فی تعظیم القرآن، فصل: فی ادمان تلاوۃ القرآن، ج:2، ص:352، رقم الحدیث:2013)

تو یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گارنٹی دے دی اور تعارف کروا دیا اور ارشاد فرما دیا

Marfat.com

کہ اب یہ تمہارا کام ہے کہ تم اس رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو، میرا کام تھا کہ رسی کو تم تک پہنچانا تو وہ یقیناً میں نے تم تک پہنچا دی ہے اور وہ رسی مضبوط رسی ہے اور بڑے مضبوط ہاتھ میں ہے۔

جتنے بھی فتنے آ جائیں اور جتنی بھی مصائب آ جائیں اور جتنی بھی ہل چل مچ جائے، جتنے فتنوں کے زلزلے اُٹھیں، جو کچھ بھی ہو جائے یہ رسی ٹوٹنے والی نہیں ہے اور نہ ہی رب کے ہاتھ سے چھوٹنے والی ہے، اب کام تمہارا ہے کہ تم نے اس رسی کے ساتھ رہنا ہے، اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے اور میرے قرآن اور میرے اہل بیت کے ساتھ ہمیشہ منسلک رہو گے تو:

حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ ...... جس وقت قرآن مجید اور اہل بیت میرے پاس حوض کوثر پر پاس پہنچیں گے تو ان سے تعلق رکھنے والے بھی میرے پاس پہنچ جائیں گے۔

(المستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة رضى الله عنهم، و من مناقب أمير المؤمنين على بن أبى طالب رضى الله عنه، ج:3، ص:118، رقم الحديث:4576)

قرآن مجید کی انوکھی خصوصیات

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعوت دینا چاہتے ہیں کہ بندے کا اس قرآن مجید کے ساتھ تعلق تازہ رہے، برقرار رہے، ہمہ وقت رہے اور انسان اس سے پوچھ کر اپنی زندگی بسر کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

وَھُوَ الذِّکْرُ الْحَکِیْمُ ...... قرآن مجید ذکر حکیم ہے۔

یعنی قرآن مجید خود ذکر ہے اور یہ خود حکیم ہے، یہ ذکر بھی ہے اور حکیم بھی ہے، حکمتوں

Marfat.com

ہے بھرا ہوا ہے۔

وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ ...... یہ قرآن مجید صراط مستقیم ہے۔

یعنی یہ اس کا کمال ہے کہ یہ صراط مستقیم کے لیے ہدایت نامہ بھی ہے اور خود صراط مستقیم بھی ہے، خود کتاب بھی ہے، ذکر بھی ہے، حکیم بھی ہے اور صراط مستقیم بھی ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ لَا تَزِيْغُ بِهِ الْاَهْوَاءُ ...... یہ وہ راستہ ہے کہ جس پر انسان کی خواہش بھٹکتی نہیں ہے، انسان کی خواہش قرآن مجید کے مطابق رہے تو یہ اس کو بھٹکنے نہیں دیتا اور اس کو ٹیڑھا نہیں ہونے دیتا، یہ وہ صراط مستقیم ہے کہ جہاں ہر انسان کا خیال سیدھا رہتا ہے اور سوچ ہمیشہ مستقیم رہتی ہے اور انسان کا خیال ہمیشہ مستوی رہتا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے اس انداز کا صراط مستقیم بنایا ہے۔

وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ ...... کبھی زبانوں کو قرآن مجید کے بارے میں اشتباہ نہیں پڑتا، اس کے دو معانی ہیں: ایک معنی یہ ہے کہ جو بندہ سلیم الفطرت ہے، جس وقت وہ قرآن مجید پڑھے گا تو اس کی زبان مانے گی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قرآن ہے، پڑھتے ہوئے زبان کو قرآن مجید اور غیر قرآن کے فرق کا پتہ چلے گا یعنی اور عربی جملہ کسی اور انداز کا ہوگا جبکہ قرآن مجید کا جملہ اور انداز کا ہوگا، یہ بات زبان پر مخفی نہیں رہے گی، زبان بولے گی تو پتہ چلے گا کہ یہ جو میں نے پڑھا یہ قرآن ہے اور یہ جو میں نے پڑھا ہے یہ قرآن مجید نہیں ہے، قیامت تک کے لیے اس قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ زبانوں کو اس کی بھول نہیں ہوگی اور التباس نہیں ہوگا۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ زبانیں اس کو پڑھنے میں سختی محسوس نہیں کریں گی، زبانیں اس کو آسانی سے پڑھیں گی، اس کی تلاوت کرتے وقت روانی سے تلاوت کریں گی، جو

Marfat.com

تھوڑی سی بھی کوشش کرے گا وہ قرآن مجید بڑی روانی سے پڑھنا شروع کر دے گا۔

اور یہ بھی اعجاز ہے کہ دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں ہے کہ جس کو یاد کرنے والے اتنے ہوں جتنے قرآن مجید کو یاد کرنے والے ہیں، کوئی کلام اور کتاب ایسی نہیں جن کو یاد کرنے والوں کی تعداد قرآن مجید کے حفاظ کے نصف تک بھی پہنچ جائے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واضح کر دیا کہ میں تمہیں وہ کتاب دے رہا ہوں کہ جس جہت کو بھی دیکھو گے تو دل کہے گا کہ اس سے تعلق ضرور ہونا چاہیے۔

وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ...... اور بیشک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

(القرآن الكريم، سورة القمر، رقم السورة: 54، رقم الآية: 17)

حفظ کرتے اور پڑھتے وقت جتنا یہ آسان ہے اتنی دنیا میں کوئی کتاب بھی آسان نہیں ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

وَ لَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ ...... اس قرآن مجید کو پڑھ کے کبھی بھی علماء سیر نہیں ہوں گے کہ وہ کہیں اب کافی پڑھ لیا ہے۔

''شبع'' کا مطلب ہوتا ہے کہ کھانا کھا کر سیر ہو جانا، اس قرآن مجید سے کبھی بھی علماء سیر نہیں ہوں گے یعنی جو بھی اس کو پڑھے گا عالم بنتا جائے گا اور پھر جتنا پڑھے گا اتنی بھوک زیادہ لگ جائے گی، وہ اور کوشش، توجہ اور تدبر کرے گا۔

ایک انسان جس نے بچپن سے شروع کیا، تین، چار سال کا تھا کہ ناظرہ پڑھا، حفظ کیا اور پھر صرف ونحو کو پڑھا، پھو سولہ علوم پڑھ کے عالم دین بن گیا، اس کی زندگی بسر ہوتی گئی، وہ اسی (80) سال کا ہو گیا، وہ نوے سال یا ایک صدی کا ہو گیا مگر پھر بھی اس کے دل

Marfat.com

میں ایک کشش ہے کہ میں مزید قرآن مجید کو پڑھوں، میں مزید اس کو سمجھوں اور میں مزید اس کے نکات کی طرف جاؤں، میں مزید اس کے اسرار اور رموز کو سمجھوں۔

تو یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کتاب کا تعارف بھی ہے اور دعوت بھی ہے کہ جس سمندر میں غوطہ زن ہونا ہے وہ ایسا نہیں کہ جہاں پہ تمہیں غوطہ زن ہونے کے لیے پانی ہی میسر نہ ہو، یا اس کی گہرائی ہی نہ ہو، اتنی اِس قرآن مجید کی گہرائی ہے کہ بندے کی زندگی ختم ہو سکتی ہے لیکن غوطہ زن ہوتے ہوئے قرآن مجید کی تہہ کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔

وَ لَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ...... علماء کرام اس کو بار بار پڑھیں گے لیکن سیر نہیں ہوں گے۔

اس میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس میں لذت اتنی ہے جو جتنا بھی آگے بڑھے گا اس کو اتنا اور زیادہ شوق پیدا ہو گا۔

جس وقت کوئی بندہ کھانے سے سیر نہیں ہوتا تو مطلب کیا ہوتا ہے کہ اس کی طلب باقی ہوتی ہے، اس کی مزید خواہش ہوتی ہے کہ مزید مجھے کچھ ملے۔ یہ اس کلام کا کمال ہے کہ جن لوگوں نے اپنی زندگیاں اس میں بسر کر لی ہیں، ایک ایک صدی اس کے اندر سیر کرتے گزار دی اور اس کو پڑھتے پڑھتے وہ آخری لمحات تک پہنچ گئے پھر بھی کہنے لگے کہ ابھی تو ہم بالکل آغاز میں تھے، ابھی قرآن مجید کے اختتام کی حسرتیں باقی رہ گئی ہیں، اس قرآن مجید کو اتنا جامع اور گہرا سمندر بنا دیا گیا کہ آج جو بھی اس میں غوطہ زن ہو گا اس کو اس کی مزید گہرائیوں کی راہنمائی ہوتی چلی جائے گی اور اسے نایاب گوہر ملیں گے اور پھر اس کو شوق پیدا ہو گا، جوں جوں شوق بڑھتا جائے گا توں توں قرآن مجید اپنا فیضان زیادہ کرتا جائے گا۔

Marfat.com

اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

وَ لَا یَخْلُقُ عَنْ کَثْرَۃِ الرَّدِّ ...... یہ قرآن مجید زیادہ پڑھنے سے بوسیدہ نہیں ہوگا۔

ایسے ہوتا ہے کہ کوئی کلام ایک بار پڑھا، دو بار پڑھا، تین بار پڑھا، چار بار پڑھا تو پانچویں بار جی نہیں کرتا کہ اس کو پڑھوں، کوئی کتاب دو بار یا پانچ بار پڑھ لی، دس بار پڑھ لی پھر بندہ اکتا جاتا ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

وَ لَا یَخْلُقُ عَنْ کَثْرَۃِ الرَّدِّ ...... قرآن مجید زیادہ پڑھنے سے بوسیدہ نہیں ہوگا یعنی اس کے پڑھنے سے بندے کا دل اکتا نہیں جائے گا کہ اب میں دس قرآن مجید ختم کر چکا ہوں، اب میرا قرآن مجید پڑھنے کو دل نہیں کرتا، ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔

قرآن مجید کو جتنی بار پڑھے گا، جب بھی پڑھے گا قرآن مجید اس کو تازہ محسوس ہوگا، اگر اس نے سو بار پڑھا تو پھر بھی تازہ ہے، اگر اس نے ہزار بار پڑھا تو پھر بھی تازہ ہے، اگر اس نے لاکھ بار پڑھا ہے تو پھر بھی تازہ ہے۔

یہ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی خبریں ہیں اور یہ قرآن مجید وہ سمندر ہے کہ:

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں!
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار

قرآن مجید ایسا سمندر ہے کہ جس کے اندر اتنی گہرائی ہے اور جس میں اتنی چاشنی اور لذت ہے اور اتنی آشنائی ہے کہ جو اس کی شناوری کرتا ہے، تیراک بنتا ہے اور غوطہ زن ہوتا ہے تو اسے نئے نئے آفاق نظر آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو مزید دلچسپی عطا فرماتا ہے۔

وَ لَا یَخْلُقُ عَنْ کَثْرَۃِ الرَّدِّ ...... یہ زیادہ پڑھنے سے بوسیدہ نہیں ہوتا بلکہ جو جتنا زیادہ پڑھتا ہے اتنی اس کو زیادہ تازگی محسوس ہوتی ہے۔

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

وَ لَا تَنْقَضِىْ عَجَائِبُهُ ...... اس کے عجائب کبھی ختم نہیں ہوں گے۔

(جامع الترمذی، کتاب: فضائل القرآن، باب: فضل القرآن،
ج:5، ص:172، رقم الحدیث:2906)

قرآن مجید کے اسرار و رموز اور اس کی حکمتیں، اس کی برکتیں، اس کے معانی کی جہتیں، قرآن مجید کے معانی کے پہلو اور قرآن مجید کی تفسیر کے زاویے ختم نہیں ہوں گے۔

جو بھی پڑھے، لاکھوں بار پڑھے، کروڑوں بار پڑھے ہر ایک کو ہشت پہلو ہیرے سے بھی کہیں زیادہ روشنی نظر آئے گی، دائیں طرف سے ہیرے کو دیکھیں تو اور ویو (view) نظر آتا ہے، بائیں ہو کر دیکھیں تو اور ویو (view) نظر آئے گا، یہ قرآن مجید تو کروڑوں پہلو ہیرہ ہے، جس جہت سے جو اس کی طرف توجہ کرے گا اس جہت سے نور اور نئے رنگ کی روشنی آنا شروع ہو جائے گی۔

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم
اور تفسیر سورہ فاتحہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرمانے لگے کہ لوگو! پورا قرآن مجید تو پورا قرآن رہا:

لَوْ شِئْتُ لَاَوْقَرْتُ سَبْعِيْنَ بَعِيْرًا مِنْ تَفْسِيْرِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ ...... اگر میں چاہوں کہ صرف سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھوں تو وہ ستر اونٹوں کا بوجھ بن جائے گی، ستر اونٹوں پر وہ کاغذ رکھے جائیں گے، ستر اونٹوں پر اس کو لادا جا سکے گا۔

(احیاء العلوم، کتاب: آداب تلاوۃ القرآن، الباب الثالث: فی أعمال الباطن
فی التلاوۃ، ج:1، ص:283)

Marfat.com

ماضی، حال اور مستقبل کا علم کہاں؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرمانے لگے کہ:

مَنْ أَرَادَ عِلْمَ الْأَوَّلِيْنَ وَ الْآخِرِيْنَ فَلْيَتَدَبَّرِ الْقُرْآنَ ...... جو شخص یہ چاہتا ہے کہ مجھے اولین کا بھی علم آجائے، آخرین کا بھی علم آجائے یعنی ہر دور میں انسان کو جو شعور ملا اور جو کچھ اس نے مانا اور پڑھا، جتنا بھی انسان کو علم حاصل ہوا، جو انسان پہلی صدی کا ہے، یا دوسری صدی کا ہے، جتنا بھی ماضی ہے جو بندہ ان سارے علوم کو حاصل کرنا چاہتا ہے اسے قرآن مجید میں تدبر کرنا چاہیے اور جو آخرین کا علم، قیامت کا علم، ٹیکنالوجی کا علم الغرض جو بندہ قیامت تک معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے اسے قرآن مجید میں تدبر کرنا چاہیے، اگر وہ قرآن مجید میں غوطہ زن ہوگا تو اس کو اولین کے بھی سارے علوم مل جائیں گے اور آخرین کے بھی سارے علوم میسر آجائیں گے۔

(احیاء العلوم، کتاب: آداب تلاوۃ القرآن، الباب الرابع: فی فهم القرآن و تفسیرہ بالرای من غیر نقل، ج:1، ص:289)

عجیب کتاب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

هُوَ الَّذِيْ لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ إِذَا سَمِعَتْهُ حَتّٰى قَالُوْا: إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا

یہ قرآن وہ کتاب ہے کہ جب جنات نے سنا تھا تو وہ بھی حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکے تھے، جس وقت انہوں نے قرآن مجید سنا تو وہ جا کر اپنی قوم سے کہنے لگے کہ آج ہم نے عجیب کلام سنا ہے، عجیب اس کے الفاظ ہیں،

Marfat.com

يَهْدِیْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ...... اے جنات! وہ قرآن مجید ہدایت کی طرف بلاتا ہے اور ہم اس قرآن مجید پر ایمان لے آئے ہیں۔

یہ صرف انسان کو متاثر کرنے والا نہیں بلکہ اس کو جب جنات نے سنا تو وہ بھی متحیر ہوئے اور متعجب ہوئے اور اس پر ایمان لانے کو اپنی عظمت سمجھا اور اپنے عروج کی دلیل سمجھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ ...... جو قرآن مجید سے بات کرے وہ سچا ہے، جس نے اس کی بات بتائی وہ سچا قرار پائے گا،

مَنْ عَمِلَ بِهٖ اُجِرَ ...... اور جس نے اس پر عمل کیا اس کو اجر ضرور ملے گا،

جس نے اس کی بات کی تو اُس کو سچا کہا جائے گا، جو قرآن مجید سے بولے گا وہ سچا ہے اور جو اس پر عمل کرے گا اس کو اجر دیا جائے گا۔

مَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ ...... جو اس کو سامنے رکھ کر فیصلے کرے گا وہ عادل کہلائے گا،

وَمَنْ دَعَا اِلَيْهِ ...... اور جو اس کی طرف دعوت دے گا،

هُدِیَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ...... وہ صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیا گیا، اس نے صراط مستقیم کی طرف لوگوں کو دعوت دی ہے، قرآن مجید کا پیغام لوگوں میں عام کیا ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب: فضائل القرآن، باب: فضل القرآن، ج:5، ص:172، رقم الحدیث:2906)

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رغبت دلائی ہے کہ تم قرآن مجید کی طرف توجہ کرو کیونکہ اس کے بہت سے کمالات ہیں اور جو بھی اس کی طرف توجہ کرے گا وہ محروم نہیں رہے گا، اللہ تعالیٰ ہر دور کے مؤمن کو،

Marfat.com

انسان کو اس قرآن مجید سے عظمتیں عطا فرمائے۔

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں!
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار

یہ آج کا ہمارا موضوع ہمیں دعوت دے رہا ہے کہ ایک انسان اپنے بارے میں سوچے کہ وہ بنجر زمین رکھتا ہے یا کہ زرخیز زمین رکھتا ہے، تو ہر انسان کو چاہیے کہ وہ قرآن مجید کے ساتھ اپنا تعلق چیک کرے کہ اس کو کتنا قرآن مجید آتا ہے، وہ قرآن مجید کی طرف کتنا متوجہ ہے اور قرآن مجید اس کو کتنا فیض عطا کر رہا ہے۔

مومن و کافر کی مثال

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَ الْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ...... اور جو اچھی زمین ہے اس کا سبزہ اللہ کے حکم سے نکلتا ہے۔

بلد طیب کا سبزہ، اس کی جڑی بوٹیاں اور اس کی زمین پر نکھار رب کے اذن سے آتا ہے۔

وَ الَّذِیْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ...... اور جو خراب ہے اس میں نہیں نکلتا مگر تھوڑا بمشکل،

جو خبث اور شور زمین ہو اور سیم زدہ زمین ہو تو وہاں دور دور جا کر کوئی تنکا نظر آتا ہے؛ کوئی گھاس کا پتہ نظر آتا ہے، وہاں زمین ہری بھری نہیں ہوتی ہے۔

(القرآن الكريم، سورة الأعراف، رقم السورة: 7، رقم الآية: 58)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

Marfat.com

اَلْبَلَدُ الطَّیِّبُ: اَلْمُؤْمِنُ ..... بلد طیب سے ''مؤمن'' مراد ہے، وہ مؤمن:

سَمِعَ کِتَابَ اللّٰہِ فَوَعَاہُ وَ أَخَذَ بِہٖ وَ انْتَفَعَ بِہٖ ...... جس نے قرآن مجید سنا اور اس کو محفوظ کرلیا اور پھر تدبر کر کے اس پر عمل کرتا رہا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ یہ سرسبز و شاداب زمین ہے اور یہ بہار والی زمین ہے، یہ زمین وہ مؤمن ہے جو قرآن مجید پڑھتا ہے، سنتا ہے، اس پر عمل کرتا ہے، تو پھر یہ گلشن آباد ہوتا ہے۔

اور دوسری طرف کیا ہے؟

وَ الَّذِیْ خَبُثَ ...... جو خبیث ہے اس کی زمین کیسی ہے؟، وہ شور اور بنجر زمین ہے، یہ کون ہے؟: یہ کافر کی زمین ہے، کونسا کافر؟

قَدْ سَمِعَ الْقُرْآنَ فَلَمْ یَعْقِلْہُ وَ لَمْ یَأْخُذْ بِہٖ وَ لَمْ یَنْتَفِعْ بِہٖ ...... جو قرآن مجید کو سنتا ہے تو اس کی طرف توجہ نہیں کرتا اور اس کو سمجھتا نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کی زمین کو خبیث زمین کہا اور مؤمن کے دل کی زمین کو طیب زمین کہا ہے۔

(أخلاق حملة القرآن، باب: آداب القراء عند تلاوتهم القرآن مما لا ينبغي لهم جهله، ص: 85، رقم الرواية: 80)

اس واسطے آج اس موضوع پر گفتگو سنتے ہوئے، نزول قرآن مجید کے مہینے (رمضان المبارک) میں جبکہ رحمتیں برس رہی ہیں تو ہمیں یہ سوچنا چاہیے اور اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ ہمارا دل بلد طیب ہے تو اس کو قرآن مجید سے پیار ہونا چاہیے کہ اس کا لفظ بھی آئے، اس کا معنی بھی آئے اور پھر یہ طیب تب بنے گا جب اس زمین کا رابطہ اس بادل کے ساتھ ہوگا جس کی وجہ سے زمین میں پانی جذب ہوتا ہے۔

Marfat.com

زمین کتنی ہی زرخیز ہو اگر بارش نہ برسے تو اس پر سبزہ نہیں آتا یا کسی اور ذریعے سے اس کو پانی نہ دیا جائے تو سبزہ اس پر نہیں ہوتا، پتہ چلا کہ زمین کی آبادی کا سبب اس کا بارش اور بادل کے ساتھ تعلق ہے اور اگر زمین بارش کی عظمتوں کا انکار کر دے تو زمین سیراب نہیں ہو سکتی۔

یہ جو بارش ہے کہ جس سے دل سیراب ہوتے ہیں اور جس بادل کی وہ بارش ہے اس کو ''ابر مدینہ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمتوں کا بادل ہے، اس سے پانی برستا ہے تو پھر زمین سیراب ہوتی ہے، ان زمینوں کو جو اس بادل سے سیراب ہو جائیں ''زرخیز زمینیں'' کہا جاتا ہے۔

اور جو زمین دن رات یہ شور مچاتی رہی ہو کہ جس بادل سے مجھ پہ بارش برستا تھی (معاذ اللہ) وہ بادل رہا ہی نہیں، بادل میں بارش دینے کی صلاحیت ہی نہیں رہی، اس کے برسنے کا وہ طریقہ ہی نہیں رہا، وہ بادل خشک ہو چکا ہے تو وہ زمین کبھی سیراب نہیں ہوگی۔

یہ اہل سنت و جماعت ہیں جو قرآن مجید پڑھتے ہیں تو اس انداز میں پڑھتے ہیں کہ:

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

(حدائق بخشش، حصہ اول، صفحہ نمبر:92)

اس واسطے آج سمجھتے وقت بالخصوص یہ بات ذہن میں رکھنی ہے کہ آج اگر اس قرآن مجید کے ساتھ تعلق قائم کریں گے تو کل یہ قرآن مجید ضرور سہارا بنے گا، یہ قرآن مجید ''حبل اللہ'' یعنی اللہ کی رسی ہے اور یہ قرآن مجید چھوڑے گا نہیں بلکہ جنت میں اپنے ساتھ لے جائے گا اور قبر سے انسان کا استقبال کرے گا۔

Marfat.com

قرآن مجید کا شاندار استقبال

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

أَنَّ الْقُرْآنَ يَلْقٰى صَاحِبَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِيْنَ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ ...... یہ قرآن مجید قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں سے ملے گا جس وقت قبر پھٹے گی اور انسان باہر نکلے گا تو سامنے یہ قرآن مجید موجود ہوگا، ہر ہر مؤمن کی قبر کے باہر یہ قرآن مجید انتظار کر رہا ہوگا کہ یہ میرا قاری، میرا پڑھنے والا اور میرے ساتھ تعلق رکھنے والا آرہا ہے تو میں آگے بڑھ کر اس کا استقبال کروں۔

وہ دن استقبال کا دن ہوگا کہ جس دن کوئی پروٹوکول نہیں ہوگا، یہ قرآن مجید والوں کا پروٹوکول ہے، قرآن مجید کے ساتھ آج جنہوں نے تعلق قائم کرلیا، جس وقت قبر پھٹے گی اور قبر والا باہر نکلے گا تو آگے قرآن مجید کھڑا ہوگا۔

كَالرَّجُلِ ...... یہ قرآن آدمی کی شکل میں ہوگا،

فَيَقُوْلُ لَهٗ هَلْ تَعْرِفُنِيْ؟ ...... قرآن مجید کہے گا: اے قبر سے نکلنے والے! تو مجھے جانتا ہے کہ میں کون ہوں، بتا مجھے جانتا ہے؟

ابھی قبر والے نے جواب نہیں دیا ہوگا کہ قرآن مجید خود ہی بول پڑے گا کہ:

أَنَا صَاحِبُكَ ...... میں تیرا صاحب ہوں، میں تیرا ساتھ دینے والا ہوں،

الَّذِيْ أَظْمَأْتُكَ فِي الْهَوَاجِرِ ...... میں نے تمہیں گرمیوں میں روزے رکھوائے تھے، تو نے جب مجھے پڑھا تو روزہ رکھا، میں وہ قرآن مجید ہوں کہ جس نے گرمیوں کے دنوں میں تجھے پیاس لگوائی تھی،

Marfat.com

وَ أَسْهَرْتُ لَيْلَكَ ...... اور میں نے تجھے رات کو جگائے رکھا تھا، جب تو مصلے پہ کھڑا ہو کر مجھے سنتا تھا یا پڑھتا تھا تو میں وہ ہوں جس نے تجھے رات کو سونے نہ دیا اور جس نے تجھے دن کو پیاسا رکھا، آج حشر بپا ہو گیا ہے میں تجھے وصول کرنے آ گیا ہوں تو نے پوری زندگی میرا ساتھ دیا تھا میں آج تیرا ساتھ دینے کے لیے آیا ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن مجید کہے گا:

وَ اِنَّ كُلَّ تَاجِرٍ مِنْ وَّرَآءِ تِجَارَتِهٖ ...... تاجر اپنی تجارت کے پیچھے ہے

اس سے مراد وہ بندہ ہے جو قرآن مجید سے غافل ہے، قرآن مجید نہیں پڑھتا۔

جبکہ قرآن مجید اپنے قاری سے کہے گا کہ میں نے تجھے اس وقت پیاسا رکھا جب کچھ بد بخت دن کو پانی پی رہے تھے اور اس وقت میں نے تجھے جگائے رکھا جب کچھ اپنی چارپائیوں پہ سو رہے تھے تو آج میں تمہارے ساتھ ہوں۔

فَيُعْطِي الْمُلْكَ بِيَمِينِهٖ وَ الْخُلْدَ بِشِمَالِهٖ ...... وہ کہے گا کہ ذرا دایاں ہاتھ کھول آج میں تمہیں ملک دینا چاہتا ہوں اور بایاں ہاتھ کھول آج میں تمہیں خلد دینا چاہتا ہوں، یہ چیزیں اپنے پڑھنے والے کے ہاتھ میں دے کر قرآن مجید کیا کرے گا:

وَ يُوْضَعُ عَلٰى رَأْسِهٖ تَاجَ الْوَقَارِ ...... اس کے سر پر وقار کا تاج رکھے گا۔

دائیں ہاتھ میں ملک اور بائیں ہاتھ میں خلد اور سر پر تاج وقار رکھے گا، یہ ابھی قبر سے نکل رہا ہے اور یہ کسی بہت بڑے ایوان کا مسافر بن رہا ہے۔

ادھر دیکھیں کہ حشر بپا ہو چکا ہو گا، بڑی گرمی ہو گی، لوگ پسینے میں ڈوب رہے ہوں گے، بڑے بڑے تاجوروں کے تاج اتر چکے ہوں گے مگر قرآن مجید سے پیار کرنے والا حشر میں تاج پہن کر ٹہل رہا ہو گا۔

Marfat.com

دائیں ہاتھ میں ملک اور بائیں ہاتھ میں خلد اور سر پہ تاج وقار ہوگا اور پھر قرآن مجید اس سے کہے گا:

اِقْرَأْ وَ اصْعَدْ فِیْ دَرَجِ الْجَنَّةِ ...... تو پڑھتا جا اور چڑھتا جا جنت کی سیڑھیوں پہ اور جنت کے کمروں میں آگے بڑھتا چلا جا، یہ قرآن مجید کی ایک آیت پڑھے گا ایک درجہ بلند ہو جائے گا، جتنی قرآن مجید کی آیات ہیں اتنے جنت کے درجات ہیں، جب آخری آیت پڑھے گا تو سب سے اونچے مقام پر پہنچ چکا ہوگا۔

(سنن الدارمی، کتاب: فضائل القرآن، باب: فی فضل سورة البقرة و آل عمران، ج:2، ص:543، رقم الحدیث: 3391)

اس قرآن مجید کی طرف توجہ کی بڑی ضرورت ہے، دشمن کی کوشش یہ ہے کہ اس مسلمان سے یہ قرآن مجید چھوٹ جائے، دشمن کو یہ پتہ ہے کہ اگر یہ قرآن مجید پڑھے گا تو پھر یہ قابو میں نہیں آئے گا، اگر یہ قرآن مجید کے ساتھ وابستہ رہے گا تو یہ مغلوب نہیں ہو سکے گا تو پھر یہ غالب ہی رہے گا یعنی اُس کو قرآن مجید کے بارے میں پورا یقین ہے کہ اس میں پاور بڑی ہے اور اس میں عروج بڑا ہے۔

اور جن کا قرآن مجید ہے وہ (معاذ اللہ) بھولتے جا رہے ہیں، وہ بیماری کا علاج قرآن مجید سے نہیں پوچھتے، وہ سمجھتے ہیں کہ واشنگٹن میں ہمارا حل ہے، جبکہ واشنگٹن والوں کو پتہ ہے کہ مسلمانوں کا قرآن سب کچھ رکھتا ہے اور کسی بھی طریقے سے قرآن مجید چھین لینا چاہیے، ان سے قرآن مجید کو دور کر لینا چاہیے، ان مسلمانوں کے اور قرآن مجید کے درمیان دیواریں بنا دینی چاہیں، مسلمان اور قرآن مجید کے درمیان کوئی خلیج حائل کر دینی چاہیے۔

Marfat.com

کافر کو پتہ ہے کہ قرآن مجید میں پاور بڑی ہے لیکن مؤمن بھولتا جا رہا ہے۔

فہم دین کورس میں ہم اس بات کا عہد کر رہے ہیں اور بذریعہ انٹرنیٹ اس کو پوری دنیا میں پھیلا رہے ہیں کہ آج بھی ہم ہر دکھ کا مداوا قرآن مجید سے چاہتے ہیں اور آج قرآن مجید دکھوں کے لیے خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی ہوں شفا دینے والا ہے، آج بھی قرآن میں وقار ہے، آج بھی قرآن مجید میں عزت ہے اور آج بھی قرآن مجید میں غلبہ ہے، آج بھی قرآن مجید میں عروج ہے، لہٰذا یہ عہد خود بھی کرنا ہے اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دینی ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و سلم

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
11

تبلیغ دین کے فوائد

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ
وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

(القرآن الکریم، سورۃ آل عمران، رقم السورۃ 3، رقم الآیۃ 110)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب ودلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت، حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل وتوفیق سے ''ادارہ صراط مستقیم'' پاکستان کے زیر اہتمام ''فہم دین کورس'' میں ہم سب کو شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

تبلیغ دین کے فوائد

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تبلیغ دین کے تقاضے مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

تم بہتر ہوان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئی،

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ...... بھلائی کا حکم دیتے ہو،

وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ...... اور برائی سے منع کرتے ہو،

وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ...... اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو

(القرآن الكريم، سورة آل عمران، رقم السورة 3، رقم الآية 110)

اس امت کی سب سے بڑی شان کہ جس کی وجہ سے اس امت کو باقی تمام امتوں کا

Marfat.com

سردار بنایا گیا ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ یہ امت اچھائی کا حکم دیتی ہے اور برائی سے روکتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھنے والی ہے۔

تبلیغ سے پہلے ایک بنیادی کام

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ تبلیغ دین کا فریضہ ہے اور کوئی شخص اس وقت تک امر بالمعروف نہیں کر سکے گا جب تک اس کو معروف کا پتہ نہیں ہو گا کہ معروف کیا ہے؟، اور کوئی شخص اس وقت تک کسی کو برے کام سے روک نہیں سکے گا جب تک اس کو برے کام اور منکر کام کے بارے میں آگہی نہیں ہو گی کہ کون سا کام ہے جس کو شریعت میں منکر کہا گیا ہے اور جس سے اجتناب لازم ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے پہلے انسان کے لیے معروف اور منکر کے بارے میں جاننا لازم ہے، تو اس واسطے اس امت کی سیادت اور اس امت کا تمام امتوں کے لیے سردار ہونے کی جو بنیاد "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" ہے، اس سے پہلے ایک اور چیز ضروری ہے، وہ معروف ومنکر کی پہچان ہے۔

فہم دین کورس کے مقاصد میں سے سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ فرزندان اسلام کو معروف ومنکر کے بارے میں مطلع کیا جائے کہ وہ کونسی چیز ہے جس کو شریعت معروف کہتی ہے اور وہ کونسی چیز ہے جس کو شریعت منکر کہتی ہے، یعنی وہ کونسے کام ہیں جو شریعت مطہرہ کی روشنی میں اچھے کام ہیں اور وہ کون سے کام ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ کام ہیں، اس واسطے تبلیغ دین سے پہلے اُس چیز کا جاننا ضروری ہے کہ جس چیز کی تبلیغ کرنی ہے۔

Marfat.com

یہ علم اس امت کی شان ہے اور اس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وراثت قرار دیا ہے، لہذا روزانہ دمِ سحر نماز فجر کے بعد یہاں آنے سے پہلے یہ نیت کر لیں کہ ہم بھٹی میرج ہال (اس ہال میں فہمِ دین کورس کا اہتمام کیا جاتا ہے) میں اس لیے جا رہے ہیں تا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت سے کچھ حصہ مل جائے اور جتنا بڑا مورث ہوتا ہے اتنی بڑی وراثت ہوتی ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہانوں کے سردار ہیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت سب سے بڑی وراثت ہے، لہذا اس وراثت کا حاصل کرنے والا اس کائنات کا منتخب انسان ہیں اور وہ نہایت خوش بخت ہے کہ اُس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وراثت کے لیے پسند فرمالیا ہے۔

کوئی شخص یہ نہیں چاہتا کہ اس کا ورثہ غیروں کو مل جائے، اس کی یہ پسند ہے کہ اس کا ورثہ اس کے اپنوں کو ملے، یہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پہ کرم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنا قرار دیا ہے اپنی وراثت پوری امت کے لیے عام فرمادی ہے، لہذا اس حسنِ نیت کے ساتھ بھٹی میرج ہال کی طرف روزانہ قافلے بڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت سے وافر حصہ پاتے ہیں۔

تبلیغِ دین سے پہلے "تحمل دین" کا مرحلہ ہے یعنی اس دین کو سیکھنا اور پھر سیکھ کر اس کو آگے بیان کرتے رہنا، یہ جو تبلیغ ہے پہلے کا مرحلہ ہے وہ تعلیم کا مرحلہ ہے اور اس کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔

Marfat.com

اجتماعِ فہمِ دین کی برکت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِنْ بُیُوْتِ اللّٰہِ ...... جس وقت امت مسلمہ کے کچھ احباب اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں اکھٹے ہوتے ہیں،

تو پھر وہاں کیا کرتے ہیں؟

یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰہِ ...... وہ اللہ تعالیٰ کا قرآن پڑھتے ہیں،

وَ یَتَدَارَسُوْنَہٗ بَیْنَھُمْ ...... اور آپس میں درس کا سلسلہ جاری کرتے ہیں،

تدارس باب تفاعل سے ہے، جس میں دو کا ہونا ضروری ہے۔

''یَتَدَارَسُوْنَ'' کا معنی ہے کہ کوئی پڑھانے والا ہے اور کوئی پڑھنے والا ہے، دو جانب موجود ہیں، جس طرح اب ہم ان لحات میں بھٹی میرج ہال میں موجود ہیں تو یہ تدارس علم ہو رہا ہے، جانبین اس میں شریک ہیں کہ کوئی بیان کر رہا ہے اور کوئی سن رہا ہے، کسی کی زبان پر قرآن مجید کا مفہوم ہے اور کسی کے کان اس کے مفہوم کو اپنے لیے سعادت سمجھ رہے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب یہ سلسلہ شروع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس جگہ کے لیے چار اہتمام فرماتا ہے:

نَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ ...... ان لوگوں کے دلوں پر سکون کی بارش برستی ہے، سکون کی برسات ہوتی ہے جس سے ان لوگوں کے دل سیراب ہو جاتے ہیں۔

یہ پہلا اہتمام ہے، یہ رسول اکرم صلی اللہ کا فرمان ہے، جو سو فیصد سچائی پر مبنی ہے اور واقع

Marfat.com

کے مطابق ہے، آج وہ شخص ''جو صحیح العقیدہ انسان ہے'' صدق دل سے ایسے اجتماع کی طرف آتا ہے اور جب قرآن مجید کا بیان ہوتا ہے تو اس کے دل کو اطمینان محسوس ہوتا ہے، کرب، اضطراب اور بے چینی جو پہلے محسوس ہو رہی ہوتی ہے وہ سب دور ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ سکون جیسی دولت سے ایسے لوگوں کے سینوں کو سیراب کر دیتا ہے۔

وَ غَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ ...... اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے،

رحمت کے ڈھانپ لینے کا مطلب یہ ہے کہ ہر طرف رحمت ہی رحمت ہوتی ہے۔

آج انسان مارا مارا پھرتا ہے کیونکہ آج کل سکون مشکل سے ملتا ہے اور رحمت کا حصول بھی مشکل ہوتا جا رہا ہے، سکون کے حصول کے لیے لوگ بڑی کوشش کر رہے ہیں اور انسان کے اپنے افعال کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ قیامت تک سکون کے چشمے بند نہیں ہوں گے اور قیامت تک رحمت کے دروازے بند نہیں ہوں گے، تم اپنے اندر استعداد تو پیدا کرو کہ جس کی وجہ سے تم سکون کے مستحق بن سکو اور جس کی وجہ سے تم رحمتوں کے مستحق بن سکو، جب بھی تم خلوص سے ایسے اجتماع اور کلاس میں آکر بیٹھو گے کہ جہاں قرآن مجید کے مفاہیم کو بیان کیا جا رہا ہوگا، الفاظ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ ان کے مضامین کو سمجھایا جا رہا ہوگا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسے اجتماعات کے لیے قیامت تک سکون کے چشمے جاری رہیں گے، سکون کی برسات ہوتی رہے گی، سکون سے دل سیراب ہوتے رہیں گے، اصل سکون ان بولیوں میں نہیں ہے کہ جن میں آج انسان سکون تلاش کر رہا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں کہ سکون ہماری بولیوں میں ہے، قرآن

Marfat.com

کے پڑھنے پڑھانے میں ہے۔ جو اس طرف متوجہ ہوگا اللہ تعالیٰ اسے سکون عطا فرمائے گا اور پھر روح سیراب ہوگی، اضطراب اور پریشانیاں ختم ہو جائیں گی، رحمت کا حصول ہوگا اور سب کے لیے رحمت کی چھتری بن جائے گی۔

وَ حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ ...... جس وقت ایسا پروگرام ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو آسمانوں سے بھیجتا ہے کہ چلو میرے فرشتو! جہاں میرے بندے مجھے بیٹھ کر یاد کر رہے ہیں، میرا دین سمجھ رہے ہیں، جہاں دین کا فہم بانٹا جا رہا ہے، جہاں تدارس علم ہو رہا ہے تم اس مکان کے گرد چکر لگاتے رہو، طواف کرتے رہو تا کہ خاکیوں کو پتہ چلے کہ اللہ تعالیٰ نوریوں سے ان کا طواف کروا رہا ہے، اس بنیاد پر کہ وہ خاکی عام گفتگو سننے کے لیے نہیں بلکہ رب کا کلام سننے اور نور دین کی چمک لینے آئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنی عزت بخشی ہے کہ نوریوں سے ان کو پروٹوکول دلوا رہا ہے۔

وَ حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ ...... ان کے گرد فرشتے چکر لگاتے ہیں تو فرشتوں کو بندگی کا ثواب ملتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کی عظمت کا اظہار ہوتا رہتا ہے۔

وَ ذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ ...... اللہ تعالیٰ ان بندوں کا نام اپنے فرشتوں کے سامنے لیتا ہے جو اس کے دربار میں وہاں پر حاضر ہوتے ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الذکر و الدعاء و التوبۃ، باب: فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن و علی الذکر، ج:8، ص:71، رقم الحدیث:7028)

اس میں ''ذَكَرَ'' کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے، بندے کو کتنا اللہ تعالیٰ کے کرم کا سہارا ہے، یہ فرش زمین پہ اس کا ذکر کرتے ہیں اور وہ عرش بریں پہ ان کا ذکر کرتا ہے۔

Marfat.com

وَ ذَکَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ ...... فرشتوں کے سامنے سب کا ذکر کرتا ہے، فرشتوں کو بتاتا ہے کہ میرے فرشتو! صورتحال کو دیکھو کہ یہ وقت تو نیند کا تھا اور یہ وقت آرام کا تھا، وقت کام کا تھا، میرے بندوں کی حاجات سامنے تھیں، فرشتو! یہ تمہاری طرح نہیں کہ ان کا پیٹ نہیں ہے، ان کی اولاد نہیں ہے، ان کی بیویاں نہیں ہیں، ان کے بچے نہیں ہیں، ان کا روزگار نہیں ہے، میرے فرشتو! ان کو ساری حاجتیں ہیں، ان کے لیے بڑے مسائل ہیں لیکن یہ سب کچھ چھوڑ کر میرے دین کی خاطر آ گئے ہیں۔

بطور فخر اللہ تعالیٰ ہر بندے کا نام لیتا ہے کہ فلاں بھی آیا ہے اور فلاں کا بیٹا بھی آیا ہے اور فلاں کا بھائی بھی آیا ہے۔ اتنا پیارا انداز ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کا ذکر رہا ہے کہ اسلام کی فلاں بیٹی بھی پہنچی ہے، اس نے بھی فہم دین سے اپنے آپ کو آراستہ کرنے کے لیے سفر کیا ہے، یہ کتنا بڑا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کرم ہے کہ اجتماع فرش زمین پہ ہوتا ہے مگر حاضری عرش بریں پہ لگائی جاتی ہے، اس واسطے یہ ذہن میں رکھیے کہ نیت یہ ہو کہ میں رحمت کے حصول کے لیے جا رہا ہوں اور سکون پانے کے لیے جا رہا ہوں۔

جو بندہ سکون کا طالب ہو تو اس بندے کو سکون کی طرف دھکیل کے نہیں لانا پڑتا بلکہ وہ خود اس طرف مائل ہوتا ہے، خود اس کا دل کھنچا چلا آتا ہے اور خود انسان کے اندر ایسا رجحان پیدا ہوتا ہے کہ مجھے سکون کی ضرورت ہے اور میں سکون کے حصول کے لیے جا رہا ہوں۔

اگر یہ شخص ایسا ہو کہ جس کو بتانا پڑے کہ یہ سکون ہے اور تم اس کو حاصل کرو تو گویا کہ اس کو اپنا خیال ہی نہیں ہے اور اپنی فکر ہی نہیں ہے۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں کوئی شک نہیں ہے تو بالیقین آج بھی سکون کے وعدے سچے ہیں اور واقعی سکون میسر آتا ہے تو فہم دین کا سفر کرتے وقت یہ

Marfat.com

ذہن میں رکھو کہ ہم سکون کا سفر کرنے کے لیے چلے ہیں اور پھر رحمت کے حصول کے لیے چلے ہیں اور پھر وہاں بیٹھیں گے کہ جہاں فرشتے آ کے طواف کرتے ہیں اور جہاں بیٹھنے والوں کا اللہ تعالیٰ اپنے دربار میں ذکر فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے کہ جس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا ہے اور ہمیں امید ہے کہ ہم ان میں شمار ہو جائیں گے کہ جن کے تدارس کو اللہ تعالیٰ یوں قبول فرمالیتا ہے یعنی اس کے وعدوں کی سچائی میں کوئی کمی نہیں ہے، کمی اگر ہو سکتی ہے تو ہمارے جذبے میں ہو سکتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ انداز اور اسلوب عطا فرمائے کہ جس کی وجہ سے ہم مستحقِ ذکر بن جائیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ چاروں اہتمام روزانہ ایسے ہی اجتماع کے لیے ہوتے ہیں۔

جس وقت یہ انسان تبلیغ دین کے لیے اپنی بیٹری چارج کرنے کی خاطر ایسے پروگرام میں آتا ہے تو اسے اس بات کی بھی تڑپ ہوتی ہے کہ جتنی کوشش کر کے میں آیا ہوں، یہ کوشش تھوڑی سی کوشش ہے کیونکہ ہمارے اسلاف کی کوشش، جدوجہد ایک ایک آیت اور ایک ایک حدیث کے لیے مہینوں کے سفر پہ محیط ہوتی تھی۔

ایک نصیحت

حضرت ابو حاتم رازی کا جب وقت وصال آیا تو وہ اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہے تھے کہ:

اے میرے بیٹے! میں دنیا سے جا رہا ہوں مگر یہ یاد رکھنا کہ تمہارے ابا جی کے جہاں دیگر بہت سے کام تھے، وہاں ایک کام یہ بھی تھا کہ میں نے اپنے قدموں پہ چل کر طلب حدیث میں آٹھ ہزار کلو میٹر کا سفر طے کیا ہے، اس طرح میں نے احادیث کو جمع

Marfat.com

کیا ہے اور ایک سوغات کی شکل میں ان کو پیش کر دیا ہے۔

(الرحلة في طلب الحديث، طرائف من رحلات المحدثين،

الرقم المسلسل:115، رقم الصفحة:213)

چودہ سال کی تلاش

ہمارے سامنے اسلاف کی محنتوں کا رجحان بھی ہے کہ جس وقت حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ طلب تفسیر میں نکلتے ہیں، کہتے ہیں کہ جب میں نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی کہ:

وَ مَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ...... اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا، اس پر اس کے رشتہ داروں کو کوئی یہ افسوس نہیں چاہیے کہ ہمارا بندہ ضائع ہو گیا ہے کیونکہ اگر وہ پہنچتا تو پھر اس کو اس کا اجر ملتا، نہیں، بلکہ جب اس نے گھر سے نکلتے وقت نیت کر لی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ہجرت کا مکمل ثواب عطا فرما دیا ہے۔

(القرآن الكريم، سورة النساء، رقم السورة:4، رقم الآية:100)

مفسرین کے امام حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس وقت میں نے یہ آیت کریمہ پڑھی تو مجھے شوق تھا کہ میں معلوم کروں کہ وہ کون سا انسان تھا جو گھر سے نکلا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی۔

تو کہتے ہیں کہ:

طَلَبْتُ اِسْمَ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ أَرْبَعَ عَشَرَةَ سَنَةً...... میں چودہ سال تک تلاش کرتا رہا کہ مجھے پتہ چلے کہ وہ کون سا

Marfat.com

انسان تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے وہ کون سا صحابی تھا جو گھر سے نکلا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ (تفسیر القرطبی، مقدمة، ج:1، ص:26)

اب دیکھو کہ چودہ سال کا عرصہ کوئی معمولی عرصہ نہیں ہے، ایک گھنٹہ بھی بہت قیمتی ہوتا ہے لیکن انہوں نے چودہ سال بسر کیے اور وہ جس وقت رات کو سوتے تھے تو تڑپ باقی ہوتی تھی کہ جو ڈھونڈ رہا ہوں وہ ملا نہیں، صبح اٹھتے تھے تو نیا شوق ہوتا تھا کہ شاید آج کے دن مجھے میرا مقصد مل جائے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ چودہ سال تک میں تلاش کرتا رہا، اس کے بعد مجھے پتہ چلا کہ وہ صحابی حضرت ضمرہ بن حبیب رضی اللہ عنہ تھے اور ایک روایت میں حضرت جندع رضی اللہ عنہ تھے، جو جندع مکہ شریف میں تھے، ہجرت نہ کر سکے، ادھر سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان ہو گیا کہ جس نے کلمہ شریف پڑھا اور پھر مدینہ شریف کی طرف ہجرت نہیں کی تو ہم اس سے بیزار ہیں، جس وقت یہ اعلان ہو گیا تو یہ صحابی کہنے لگے کہ اب میں ایک رات بھی مکہ شریف میں نہیں رہوں گا، اگرچہ میں کمزور ہوں، سفر نہیں کر سکتا، اونٹ پہ بیٹھ نہیں سکتا لیکن مجھے اونٹنی پہ باندھ دو اور اونٹنی کو اسی راستے پہ لگا دو، یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کا شوق تھا کہ اب میں نے ہجرت ضرور کرنی ہے، اگرچہ صحت اجازت نہیں دیتی۔

اللہ کے دین کی خاطر اور اللہ کی رضا کے حصول کے لیے جس وقت وہ اپنے گھر سے نکلے تھے تو وہ تنعیم کے مقام پر پہنچے تھے، حدود حرم ختم ہو گئی تھیں، چہرہ مدینہ شریف کی طرف تھا لیکن زندگی نے وفا نہ کی، موت کا وقت آ گیا، روح پرواز کرنے لگی، اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پہ رکھا اور کہنے لگے:

Marfat.com

اے اللہ! میں تیرے دین کی خاطر نکل پڑا، اب تیرے محبوب کے ہاتھ کو سمجھ کے ان کے ہاتھ پر یوں بیعت کر رہا ہوں، میری زندگی نے مجھے اجازت نہیں بخشی اور میں یہیں سے رخصت ہو رہا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی ان کا وصال ہو گیا۔ یہ خبر مدینہ شریف پہنچ گئی کہ وہ آ رہے تھے لیکن راستے میں موت کا وقت آ گیا، زندگی نے وفا نہ کی، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے: کاش کہ وہ مدینہ شریف پہنچ جاتے تو اللہ تعالیٰ ان کو ہجرت کا ثواب عطا فرماتا یعنی ابھی تو آغاز سفر تھا کہ ان کا وصال ہو گیا۔

جس وقت یہ گفتگو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہو رہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل امین کو بھیج دیا کہ تم میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتا آؤ کہ:

وَ مَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ

اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا۔

فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ

اسے یوں نہ سمجھو کہ وہ رائیگاں چلا گیا، اللہ نے اس کو ہجرت کا مکمل ثواب عطا فرما دیا ہے۔

(تفسير البغوی، سورة النساء، رقم الآية: 100، ج2، ص: 274)

اب دیکھو کہ مکہ شریف سے ایک انسان نکلتا ہے اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَ مَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ...... جو بندہ گھر سے اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرتا ہے حالانکہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کا گھر تو مکہ شریف میں ہے، اور جو اس وقت مکہ شریف سے نکل رہا ہے، کیا وہ اللہ کی طرف ہجرت کر رہا ہے؟

وَ رَسُوْلِہٖ ...... اور وہ تو اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کر رہا ہے۔

تو یہ بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ معیار کعبہ نہیں، بلکہ معیار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور وہ مدینہ شریف میں ہیں تو ہجرت اللہ تعالیٰ کی طرف یوں ہو گی کہ وہ مدینہ شریف کی طرف پہنچے۔

ویسے رب تو ہر جگہ موجود ہے لیکن جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رب کی ذات کے ساتھ تعلق ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات کے جو انوار آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر برستے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تجلیات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ظاہر ہو رہی ہیں ان کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کعبہ سے افضل ہے کہ کعبہ تو مکہ شریف میں موجود ہے مگر وہاں سے نکلنے والے کو کہا جا رہا ہے کہ وہ ہجرت اللہ تعالیٰ کی طرف کر رہا ہے کیونکہ وہ کعبہ کے کعبہ کی طرف چلتا جا رہا ہے۔

اب یہ آیت کریمہ حضرت عکرمہ پڑھی تو شوق پیدا ہوا کہ "وَ مَنْ یَّخْرُجْ" سے کوئی انسان بھی ہو سکتا ہے، مجھے پتہ ہونا چاہیے کہ وہ کون سا انسان ہے؟

انسان اور کئی چیزوں میں کھوج لگاتا ہے، کئی چیزوں کے پس منظر تلاش کر رہا ہے اور کئی چیزوں کی تلاش میں لگا ہوا ہے، مجھے پتہ چلے کہ فلاں سٹوری سے پہلے کیا تھا، کوئی کہتا ہے کہ مجھے پتہ چلے کہ فلاں فلم کا پس منظر کیا تھا، اس میں جو بول رہا تھا اس سے پہلے کا واقعہ کیا تھا مگر یہ مؤمن کی شان ہے کہ وہ ڈھونڈتا ہے تو گم گشتہ میراث ڈھونڈھتا ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امت میں تقسیم کی گئی ہے۔

Marfat.com

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے ڈھونڈھا، یہ ان کا احسان ہے کہ انہوں نے چودہ سال لگائے، ہمارے چودہ منٹ بھی نہیں لگے کہ ہمیں اس بات کا پتہ چل گیا جو ان کو چودہ سال بعد معلوم ہوئی تھی، یہ ان کا کمال ہے اگر وہ اس راستے میں نہ نکلتے تو شاید اس بات کی وضاحت ہم تک نہ پہنچتی، اگرچہ جاننے والے تو وہ بات جانتے تھے لیکن علم فوت ہونے والوں کی وجہ سے اٹھ جاتا ہے اور اگر وہ دنیا سے چلے جاتے اور ان سے کوئی روایت نہ کرتا تو آج یہ بات ہم تک نہ پہنچتی۔

لہذا یہ ان اسلاف کا ہم پر کرم ہے کہ انہوں نے یہ سوغات تیار کی ہے اور اس کو ہماری طرف ارسال فرمادیا ہے۔

لہذا فہم دین کورس میں آتے وقت یہ بھی ذہن میں رہے کہ ایک تو اسلاف کے لیے دعائیں ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو سیراب فرمائے، انہیں فردوس میں بلند مقام عطا فرمائے کہ جن کے قدم اس راہ میں اُٹھے اور جنہوں نے اپنے جگر پگھلائے، جنہوں نے دنیا کی پیمائش اور سفر کرتے ہوئے یہ تمام سوغات اکٹھی کی اور دوسرا اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے کتنی آسانیاں پیدا کردی ہیں کہ تھوڑا سا وقت لگائیں گے، چند قدم اٹھائیں گے تو اسلاف کی محنتوں کا وہ جہاں کہ جس میں کئی سال کا سفر موجود ہے اور کئی سال کی ریاضتیں، مشقتیں اور مجاہدے ہیں، وہ سارا فیضان سوغات کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے، اللہ کا شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے مختصر وقت میں بہت کچھ حاصل کرنے کا یہ لمحہ عطا فرمایا ہے۔

قرآن مجید منبع تبلیغ ہے، اس کے بعد سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر کتاب و سنت کے شعبہ جات ہیں، خواہ اس شعبہ کو فقہ سے تعبیر کیا جائے یا اس کو تصوف سے تعبیر

Marfat.com

کیا جائے، وہ اسی قرآن مجید اور سنت کی خوشبو اور اس کی تشریح کا نام ہیں۔

قرآن مجید کا جو علم ہے، وہ اتنا زیادہ ہے کہ قیامت تک لوگ اس کو پڑھتے رہیں گے، اس میں تدبر کرتے رہیں گے، اس میں ریسرچ کرتے رہیں گے کیونکہ یہ کتاب بڑی لازوال ہے۔

قرآنِ مجید کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا تھا کہ:

اِنَّمَا مَثَلُ کِتَابِ أَحْمَدَ فِی الْکُتُبِ بِمَنْزِلَۃِ وِعَاءٍ فِیْہِ لَبَنٌ ...... اے میرے کلیم! میں اپنے محبوب کو وہ قرآن مجید دینے والا ہوں جو ایسے برتن کی طرح ہے جو دودھ سے بھرا ہو۔(الاتقان فی علوم القرآن، النوع الخامس و الستون: فی العلوم المستنبطة من القرآن، ج 2، ص: 249)

وہ کیسا دودھ ہے؟ جو کبھی بھی لسی میں تبدیل نہیں ہوتا، اس سے جتنا بھی مکھن نکالا جائے پھر بھی دودھ کا دودھ ہی رہتا ہے، جو بھی اس سے مکھن نکالے گا وہ سیر ہو جائے گا، اسے روحانی طاقت ملے گی، اسے ایمانی طاقت ملے گی مگر یہ نہیں کہ اس مکھن میں کوئی کمی آجائے اور پھر بعد والوں کے لیے اس کی حیثیت کمزور ہو جائے، فرمایا: رہتی دنیا تک جو بھی اس کی طرف متوجہ ہو گا یہ قرآن مجید اس کو اس کے حصے کا مکھن ضرور عطا فرمائے گا۔

انداز تبلیغ

جس وقت حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس کچھ لوگ آئے، انہیں آپ سے ملاقات کی اجازت نہ ملی تو لوگوں نے کہا کہ ہمیں آپ سے کام ہے، تو حضرت

Marfat.com

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمانے لگے کہ:

لَوْ طَلَبْتُمْ كِتَابَ اللّٰهِ لَوَجَدتُّمْ فِيْهِ شِفَاءً لِّمَا تُرِيْدُوْنَ ...... مجھے سے کیا کام ہے، سارے کام تو قرآن مجید نے حل کر دیئے ہیں، اگر تم اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھتے ہوتے اور اس میں تدبر کرتے ہوتے اور اس کو سمجھتے ہوتے تو تمہیں اللہ تعالیٰ وہیں پہ شفاعطا فرما دیتا۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت یہ ارشاد فرمایا تو وہ لوگ کہنے لگے کہ:

قَدْ تَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ ...... اے فضیل! ہم قرآن مجید سے جاہل نہیں ہیں، ہم سارے عالم ہیں، ہم نے قرآن مجید پڑھا ہے اور ہمیں قرآن مجید آتا ہے اور اس کا معنی بھی جانتے ہیں اور اس کی تفسیر بھی جانتے ہیں۔

جس وقت انہوں نے یہ کہا کہ ہم نے قرآن مجید سیکھ لیا ہے۔

اب غور کرنا کہ آج جس شخص کو ترجمہ قرآن آجائے تو وہ پھولے نہیں سماتا اور سمجھتا ہے کہ میں نے آخری آسمان کو ہاتھ لگا لیا ہے، اس سے آگے کچھ باقی نہیں رہا۔

حضرت فضیل رضی اللہ عنہ نے جب ان کا یہ جواب سنا تو کہنے لگے کہ میں جو کہہ رہا ہوں وہ اب بھی باقی ہے:

اِنَّ فِیْ تَعَلُّمِكُمُ الْقُرْآنَ شُغْلًا لِّاَعْمَارِكُمْ وَاَعْمَارِ اَوْلَادِكُمْ ...... تمہاری پوری عمر کے لیے قرآن مجید میں ابھی غذا باقی ہے، تم کہتے ہو کہ ہم پڑھ کے آگئے ہیں، **شُغْلًا لِّاَعْمَارِكُمْ** ...... یہ قرآن مجید ایسا نہیں کہ ایک گھنٹے یا دو گھنٹے میں تم اس کو مکمل کر جاؤ اور کہو کہ اب میری عمر فارغ ہے، میں کچھ اور کام کروں، تمہاری مکمل عمر کے لیے اس قرآن مجید میں مصروفیت موجود ہے، اس میں اتنا کچھ ہے کہ تمہاری عمر ختم ہو جائے

Marfat.com

گی مگر اس کی غذائیت ختم نہیں ہوگی، قرآن مجید کے مفاہیم ختم نہیں ہوں گے اور اس کے مضامین ختم نہیں ہوں گے، قرآن مجید میں جو کچھ موجود ہے وہ ختم نہیں ہوگا، یہاں تک فرمانے لگے کہ:

وَأَعْمَارِ أَوْلَادِكُمْ ...... تمہاری اولاد کی عمر بھی گزر جائے گی، تمہاری اولاد کی جو اولاد ہے اس کی بھی عمر گزر جائے گی، پھر ان کی اولادوں کی بھی عمر گزر جائے گی، وہ بھی یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ:

تم کہتے ہو کہ ہم نے چند سال قرآن مجید پڑھا تو ہم قرآن مجید سمجھ گئے ہیں، فرمایا: نہیں، تمہاری عمر اور تمہاری اولاد کی عمر اور ان کی اولاد کی عمر اور پھر ساری اولادوں کی عمریں، سب کو اکٹھا کر لیا جائے تو پھر بھی عمریں ختم ہو جائیں گی مگر قرآن مجید کی سوغات ختم نہیں ہوگی۔ (تفسیر القرطبی، مقدمة، ج:1، ص:22)

اس فہم دین کورس میں ہم اس سمت بڑھنا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے کتنا سوز رکھا ہے، اس کے اندر کتنی غذائیت ہے اور کتنی سوغات ہے، دعا ہے کہ اسی وظیفے میں زندگی پوری ہو جائے اور یہی وظیفہ زندگی کا وظیفہ قرار پائے کہ نغمہ جبرائیل کو پڑھ رہے ہوں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینئے مبارک کا جو فیضان ہے اس کی برکت حاصل کر رہے ہوں، اس سے کانوں کو معطر بھی کر رہے ہوں اور اس سے دماغ کو منور بھی کر رہے ہوں، تو اس سے بڑی اور سعادت کیا ہو سکتی ہے؟

لہٰذا فہم دین کورس کے لحات زندگی کے حسین ترین لحات ہیں اور یہ لحات اللہ تعالیٰ اپنے منتخب بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

اس واسطے آج تبلیغ دین کی ضرورت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ جس چیز کا ابلاغ

Marfat.com

کرنا ہے اس کا ہمارے پاس مواد موجود ہو، بیٹری چارج ہو کہ جس سے آگے چراغاں کیا جا سکے، اگر پاس ہی کچھ نہ ہو تو وہ فریضہ کیسے سرانجام دے سکیں گے اور پھر امت کی فضیلت کا جو لقب ہے، وہ امت میں ان افراد کے لیے جو امر بالمعروف کرتے ہیں اور نہی عن المنکر کرتے ہیں اور پھر وہ ایمان کی اعلیٰ عظمتوں کے ساتھ سرفراز ہیں، یہ بڑی عظمت اور سعادت پانے کے لیے ہی یہ تعلیم ہے۔

تبلیغ کے مختلف انداز

اس تبلیغ کے مختلف انداز ہیں:

ایک انداز یہ ہے کہ اب میں بول رہا ہوں اور تم سن رہے ہو، اور ایک انداز خاموش تبلیغ کا ہے، وہ کیا انداز ہے؟ وہ ایک چلتی پھرتی تبلیغ ہے، صبح و شام کی تبلیغ ہے، ہر وقت کی تبلیغ ہے اور وہ تبلیغ اِس تبلیغ سے بھی زیادہ مفید ہے، ایک ہے کہ جب وہ بولتا ہے تو پھر حق بات کا پتہ چلتا ہے، دوسرا یہ ہے کہ اس کی سیرت اتنی پاک ہے اور اس کا کردار اتنا عمدہ ہے اور اس کے رہن سہن کا انداز اتنا شریعت کے مطابق ہے کہ وہ جس جگہ بیٹھ جائے تو لوگ اس کے بیٹھنے سے بھی سبق حاصل کرتے ہیں، اگر وہ گلی میں جا رہا ہو تو لوگ گلی میں اس کے چلنے سے بھی اپنے لیے روشنی حاصل کرتے ہیں، وہ حضر میں ہے یا سفر میں ہے، وہ خاموش ہے یا بول رہا ہے، وہ کسی بھی موڑ پر ہے اس کو دیکھ کر بھی لوگوں کو پیغام پہنچتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اچھا تاثر ابھرتا ہے اور لوگوں کے ذہنوں کو ایک طہارت ملتی ہے، اس کی سیرت اور اس کے کردار سے لوگوں کو ایک روشنی ملتی ہے۔

لہٰذا ہم اس تبلیغ کے قائل ہیں جو زبان سے بھی ہو اور اس کے علاوہ نورِ ایمان سے بھی

Marfat.com

ہو کہ انسان خاموش ہے لیکن مؤمن تو پھر بھی ہے، وہ متکلم نہیں مگر جو ایمان اس کے سینے میں ہے وہ ایمان اتنا پاورفل ہو کہ وہ چہرے سے نظر آ رہا ہو، اس ایمان کی روشنی اس کے ہاتھوں کے کردار سے نظر آئے، وہ آنکھوں کے ستھرے پن سے ظاہر ہو، انسان کی زبان کی صداقت سے پتہ چلے، انسان کے معاملات سے پتہ چلے کہ یہ کتنا بڑا انسان ہے۔

لہذا ایک انسان جس وقت تبلیغ دین کے رستے پہ چل رہا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے، بلکہ ہر مؤمن کا نصاب ہے کہ وہ بول رہا ہو پھر بھی تبلیغ ہو رہی ہو اور اگر وہ چپ بھی ہو جائے تو پھر بھی تبلیغ ہو رہی ہو۔

عملی تبلیغ

جس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مقام حدیبیہ میں بیٹھے تھے، قریش کے سفیر عروہ بن مسعود آئے، وہ اس وقت کٹر مشرک تھے پھر تو کلمہ پڑھ لیا ان کو تبلیغ کیسے ہوئی، اور وہ کیسے متاثر ہوئے اور نور ایمان کے جلوے ان کو کیسے میسر آئے؟

انہوں نے اپنے ایمان کا پس منظر یہ بیان کیا کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو کام کرتے ہوئے دیکھا ہے، ان کے وہ کام میرے سینے پہ اثر کر گئے ہیں، اگرچہ میں نے ان سے کوئی لیکچر نہیں سنے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کردار اتنا واضح تھا کہ وہ کہنے لگے:

وَاللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوْكِ وَ وَفَدْتُ عَلٰى قَيْصَرَ وَ كِسْرٰى وَالنَّجَاشِيِّ وَاللّٰهِ اِنْ رَاَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهٗ اَصْحَابُهٗ مَا يُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم مُحَمَّدًا

Marfat.com

میں بادشاہوں کے پاس گیا، قیصر و کسریٰ کے پاس گیا، نجاشی کے پاس گیا مگر خدا کی قسم ہے میں نے کسی بادشاہ کے غلام کو اس بادشاہ کا لعاب دہن چہرے پہ لگاتے ہوئے نہیں دیکھا، میں نے کسی بادشاہ کے خادم کو اس کا اتنا ادب کرتے نہیں دیکھا جتنا صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرتے تھے۔

اب دیکھو کہ لعاب دہن ماتھے پہ لگانا یہ کوئی خطبہ نہیں، یہ کوئی درس یا تقریر کرنا نہیں، یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک عمل ہے، یہ عشق ہے اور سرکار کی ذات میں گم ہو جانا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو جو محبت ہے اس کا اثر کیا ہوا کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن سے بھی اتنا پیار ہے کہ وہ ان کا لعاب دہن ماتھے پہ لگاتے ہیں۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے ہیں تو پانی نیچے نہیں گرنے دیتے، ہاتھوں پہ لیکر ماتھوں پہ لگاتے ہیں، اگر وہ ان کو حکم دیتے دیں تو سارے تیار ہو جاتے ہیں، حکم ایک ہوتا ہے مگر ان میں سے ہر ایک کا دل کرتا ہے کہ میں وہ کام کروں۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بولتے ہیں تو وہ سارے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، جب صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں تو پوری آنکھیں پھاڑ کے نہیں دیکھتے، نگاہیں جھکا جھکا کے تھوڑا تھوڑا دیکھتے ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب: الشروط فی الجہاد و المصالحۃ مع أھل الحرب و کتابۃ الشروط، ج: 2، ص: 974، رقم الحدیث: 2581)

اب عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے کلمہ پڑھنے کا جو پس منظر بیان کیا تو یہ پانچ

Marfat.com

چیزیں تھیں، ان میں قول تو کوئی بھی نہ تھا، سارے فعل تھے اور سارے معمولات تھے، تو پتہ چلا کہ تبلیغ کا ایک طریقہ اور غیر مسلموں کو متاثر کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک مؤمن اپنے طور پر اتنا مخلص ہو، اتنا امین ہو، اتنا صادق ہو اور اتنا عریانی، فحاشی سے پاک ہو اور اس قدر وہ سنت نبوی کا پیکر ہو کہ اس کو جو بھی دیکھے، اگر چہ وہ مؤمن خاموش بیٹھا ہو لیکن اس کو دیکھنے سے ہی دلوں کو خطبہ میسر آجاتا ہو، دلوں تک پیغام پہنچ جاتا ہو، دل موم ہو جاتے ہوں، دلوں کا زنگ اتر جاتا ہو، بدعملی کا زنگ تو کیا شرک کا زنگ تک بھی اتر جاتا ہو۔

حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس انداز تبلیغ کو دیکھ کر متاثر ہوئے۔

قولی تبلیغ

وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زبان سے بھی تبلیغ کرتے رہے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر جب حالتِ نماز میں حملہ کیا گیا تو زخم بڑے گہرے تھے، چند گھڑیاں وفات میں باقی رہ گئی تھیں، اب ظاہر ہے کہ وہ جا رہے ہیں، چند گھڑیوں کے مہمان ہیں، تو اس حال میں ایک نوجوان آگیا اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ کی تعریف کی، جس وقت وہ واپس گیا تو اس کا تہبند نیچے تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سانس اکھڑ چکی تھی، آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ:

رُدُّوْا عَلَيَّ الْغُلَامَ ...... اس لڑکے کو میری طرف لاؤ،

جب وہ قریب آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ:

اِبْنَ أَخِيْ ...... اے میرے بھتیجے!

Marfat.com

اِرْفَعْ ثَوْبَكَ ...... اپنا کپڑا اونچا کرلو،

فَاِنَّهٗ اَنْقٰی لِثَوْبِكَ وَ اَتْقٰی لِرَبِّكَ ...... اس سے دو فائدے حاصل ہوں گے ایک یہ کہ تمہارا کپڑا بھی ستھرا رہے گا اور دوسرا یہ کہ رب بھی راضی رہے گا۔

(صحیح البخاری، کتاب: فضائل الصحابة، باب: قصة البیعة و الاتفاق علی عثمان بن عفان رضی الله عنه، ج:3، ص:1353، رقم الحدیث:3497)

تو یہ قول کی تبلیغ بھی ہے اور فعل کی تبلیغ بھی ہے۔

"تبلیغ" دین کی سب سے بڑی ڈیوٹی ہے، یہ ہمارے اوپر لازم ہے۔

اس میں پہلے "تحمل دین"، تعلیم دین سے ہے، کیونکہ بغیر پڑھے کے جو تعلیم ہوگی اس سے مزید گمراہی پھیلے گی، جس چیز کا علم نہ ہو اس کو آگے پھیلا دینے سے ایک فتنہ بن جائے گا، اگر علم ہے اگرچہ ایک آیت سیکھ لی ہے مگر اس کا معنی صحیح آتا ہے، اس کو سمجھا صحیح ہے، اب جس وقت ایک انسان اس کی تبلیغ کرتا ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

• کسی مسلمان کے لیے اتنا بڑا کوئی تحفہ نہیں جتنا بڑا تحفہ اس بندے کے لیے کلمہ خیر ہے، کوئی ایک آیت، کوئی ایک حدیث، کوئی ایک مسئلہ جو دوسرا بھائی نہیں جانتا تھا آپ نے اس کو سنا دیا اور اس تک پہنچا دیا، یہ سب سے بڑا تحفہ ہے، جو تم نے اپنے بھائی کو عطا کر دیا ہے اور یہ سب سے بڑا صدقہ ہے جو کسی نے اپنی زبان سے کر دیا ہے کیونکہ صدقہ صرف مال کا نہیں ہوتا، تبلیغ دین وہ صدقہ ہے کہ جس کی برابری دوسرے صدقے نہیں کر سکتے، آپ کے سمجھانے سے ایک شخص کا نمازی بن جانا، جھوٹ چھوڑ دینا اور آنکھ پاک کر لینا یہ ایک طرف ہے اور پہاڑوں جتنی چاندی صدقہ کرنا ایک طرف ہے۔

(احیاء علوم الدین، الباب الاول: فی فضل العلم و التعلیم، کتاب العلم، ج:1، ص 10)

Marfat.com

اس واسطے تبلیغ ہم پہ لازم ہے، اس کے لیے ہم نے فہم دین کا یہ سلسلہ جاری کر رکھا ہے تا کہ اس دین کو سمجھ کر آگے پہنچایا جائے، دونوں طرح اپنی تعمیر و تطہیر کی جائے، اپنی اصلاح کی جائے تا کہ دیکھنے والا دیکھ کر خود بخود پیغام وصول کر لے اور زبان سے بھی سمجھایا جائے اس پر خاموشی اختیار نہ کی جائے کیونکہ بیان کی ضرورت کے وقت چپ کر جانے پر بھی مؤاخذہ ہوتا ہے۔

برائی کو دیکھنے پہ خاموشی کا نقصان

وہ حدیث شریف بھی ہمارے سامنے ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: اے جبرائیل! جاؤ، فلاں بستی کو الٹا کر دو، تو وہ کہنے لگے کہ:

اِنَّ فِيهِمْ عَبْدَكَ فُلَانًا لَمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ ...... اے اللہ! اس بستی کو الٹا کر دوں مگر اس میں ایک پرہیز گار انسان بھی ہے، جس نے زندگی میں کبھی نافرمانی نہیں کی، نہ کوئی سال نافرمانی میں گزارا اور نہ کوئی مہینہ تیری نافرمانی میں گزارا، نہ کوئی ہفتہ، نہ کوئی دن، نہ کوئی گھنٹہ، نہ کوئی منٹ یہاں تک کہ ایک سیکنڈ بھی اس نے نافرمانی نہیں کی، تو کیا اس کو نکال کے باقی ساری بستی کو الٹا کر دوں؟

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

نہیں، اے جبرائیل! اس سمیت ساری بستی کو الٹا کر دو۔

حضرت جبرائیل امین کو تعجب تھا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

اِنَّ وَجْهَهٗ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ ...... اے جبرائیل! میں اس کے سجدوں کو کیا کروں، کہ جب قوم بگڑ گئی تھی تو وہ خاموش کیوں بیٹھا تھا، جب لوگ شرابیں پی رہے

Marfat.com

تھے، لوگ میوزک کی دھن پہ ناچ رہے تھے، معاشرہ عریانی، فحاشی کی آگ میں جل رہا تھا، اگر یہ بول نہیں سکتا تھا تو کم از کم اس کے چہرے کا رنگ تو بدلتا، اے جبرائیل! اس کے چہرے کا رنگ بھی نہیں بدلا، بدی کو دیکھ کر اس کو دکھ نہیں ہوا، اس کے چہرے پہ اثر ظاہر نہیں ہوا، ان برے کاموں کی وجہ سے یہ پریشان نہیں ہوا، اگر اس کے چہرے کا رنگ برے لوگوں کو دیکھ کر بدلا ہوتا تو میں اس کو بچالیتا لیکن اب میں اس کو نہیں بچاؤں گا، میں تو اُس کو قبول کرتا ہوں جو خود بھی نور بنتا ہے اور دوسروں کو بھی نور بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

(شعب الایمان، الثانی و الخمسون من شعب الایمان و هو باب فی الأمر بالمعروف و النهی عن المنکر، أحادیث فی وجوب الأمر بالمعروف و النهی عن المنکر ......، ج:6، ص:97، رقم الحدیث:7595)

اس طرح تبلیغ دین کی دو قسمیں واضح ہوگئی ہیں:

ایک یہ کہ وہ ان کے سامنے بولتا کہ تم یہ ناجائز کام کر رہے ہو، جہنم میں جا رہے ہو، واپس آجاؤ، راستہ بدل لو اور حرم کی طرف آجاؤ۔

دوسری یہ کہ اگر یہ بول نہیں سکتا تھا تو اس کے چہرے سے غصے تو ظاہر ہوتا۔

اب یہ غصہ بھی تبلیغ قرار پایا، یہ بھی بچنے کا ایک ذریعہ بن گیا۔

اِنَّ وَجْهَهُ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ ...... اس کے چہرے کی رنگت نہیں بدلی۔

تو معلوم ہوا کہ ایسے قرائن اور انداز جس سے برے لوگوں کی برائی سے برأت اور اس سے ناراضگی کا اظہار ہو، اگرچہ وہ کوئی تقریر نہ ہو، کوئی خطبہ نہ ہو، اس کے بھی کچھ نمبر بندے کو مل سکتے ہیں، اس سے بھی نجات ہو سکتی ہے لیکن اس موقع پر کہ جب بدی عام

Marfat.com

ہو جائے تو اس وقت زبان سے بولنا بہت بڑا کام ہے، اس میں بہت عظمت ہے۔
تو ہم فہم دین کے اس پلیٹ فارم سے تبلیغ کا وہ فریضہ ادا کر رہے ہیں جو اس امت کی سرفرازی کی علامت ہے۔
اس عظمت کے حصول کے لیے روزانہ قافلے رواں دواں رہیں گے اور یہ ہی اس امت کی علامت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئی، بھلائی کا حکم دیتے ہو، اور برائی سے منع کرتے ہو، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

یہ اس امت کی شان ہے کہ جتنی تبلیغ اس امت نے کی ہے، اتنی کسی امت نے نہیں کی ہے، جتنا اس امت کی تبلیغ کے اثرات مرتب ہوئے ہیں اتنا کسی اور امت کی تبلیغ کے اثرات مرتب نہیں ہوئے، ان امتوں میں سے کوئی امت ایسی نہیں ہے کہ جس کو گزرے ہوئے چودہ صدیاں بیت چکی ہوں اور دین پھر بھی اُس امت میں باقی ہو، یہ دین امت محمدیہ میں باقی ہے اور آج تک سنت نبوی کے خزانے ہمارے پاس موجود ہیں، آج تک مسجدیں نمازیوں سے بھری ہوئی ہیں اور لوگ اللہ کے حکم پر روزے رکھ رہے ہیں تو پتہ چلا کہ یہ دین باقی ہے اور جس بنیاد پر یہ باقی ہے وہ بنیاد ''تبلیغ دین'' ہے۔
اگر تبلیغ دین کا فریضہ ہم سے پہلے لوگ نہ کرتے تو آج ہم اندھیرے میں ہوتے، ہماری آنکھیں اندھی ہوتیں اور ہمیں کچھ نظر نہ آتا، ہمیں دین کے لحاظ سے کوئی راستہ معلوم نہ ہوتا، یہ ان لوگوں کا کمال ہے جن کی عمریں ہم سے پہلے گزر گئی ہیں، جو رشد و ہدایت کے

Marfat.com

منصب پر فائز تھے اور اپنی ڈیوٹی کو انہوں نے پورا کیا، ان سے یہ دولت ہم تک پہنچ گئی، تو اب اگر یہ تبلیغ ہم نہیں کریں گے تو آنے والوں کے لیے یہ کمی باقی رہ جائے گی۔

اللہ تعالیٰ تو اپنا وعدہ پورا کرے گا کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنے دین کو ضرور باقی رکھے گا. مگر اس میں ہمارا حصہ بھی ہونا چاہیے، کیونکہ "تبلیغ دین" کا طریقہ اس امت کا ایک منفرد طریقہ ہے، جو تبلیغ کا انداز اس امت کا ہے وہ پہلی امتوں میں نہیں تھا، اس وجہ سے تامرون بالمعروف کا ذکر پہلے اور تومنون باللہ کا ذکر بعد میں ہے، مقصد اس صفت کا بیان کرنا تھا جو صفت اس امت میں ہے، باقی میں نہیں ہے، باقی امتوں میں امر بالمعروف اس درجے کا نہیں جس درجے کا اس امت میں ہے اور نہی عن المنکر اس امت میں اس درجے کا نہیں جس درجے کا اس امت میں ہے۔

پہلی امتوں میں شہروں کے شہر اجڑ گئے تھے، سارے برے لوگ رہ گئے تھے، کوئی اذان پڑھنے والا باقی نہ بچا تھا، کوئی ان کو دعوت دینے والا باقی نہیں بچا تھا، لیکن یہ امت ایسی نہیں ہوگی کیونکہ اس میں ہر دور میں حق کی اذانیں دینے والے موجود رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسی اذان کی خاطر زندہ رکھے اور اللہ تعالیٰ ہمیں اسی دین کی خاطر متحرک رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے۔

آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و سلم

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
12

یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول!

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ

وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوْا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا

وَلِلْکَافِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ

(القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ، رقم السورۃ 2، رقم الآیۃ:104)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ

آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب ودلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درودو سلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت، حاملین عقیدہ اہلسنت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل وتوفیق سے **"ادارہ صراط مستقیم"** پاکستان کے زیراہتمام **"فہم دین کورس"** میں ہم سب کو شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول!

ایمان بالرسالت عقائد میں سے ایک اہم عقیدہ ہے، اس سلسلہ میں ہمارے متعدد موضوعات پہلے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے شائع ہوکر دور دور تک پہنچ چکے ہیں، جن میں بطور خاص **"منصب نبوت اور عقیدہ مؤمن" "شان رسالت سمجھنے کا ایمانی طریق"** اور **"شان رسالت کی یکتائی"** ہیں، آج اس سلسلہ کا یہ چوتھا موضوع ہے کہ "یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول!"۔

ایمان بالرسالت کی اہمیت کے پیش نظر جن حالات سے امت مسلمہ گزر رہی ہے اور باطل پرستوں کی طرف سے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخیوں کا سلسلہ خاکوں کی شکل میں معاذ اللہ جاری رکھا جارہا ہے، یہ ایک بہت بڑا امتحان ہے، اس

Marfat.com

تناظر میں بالخصوص اسلام کے اندرونی محاذ پر شان رسالت سے متعلق کچھ لوگوں کے گرے ہوئے انداز کی وجہ سے آج امت مسلمہ کو شرمساری بھی ہے اور پریشانی بھی، تحذیر الناس، حفظ الایمان، تقویۃ الایمان وغیرہم جیسی کتابوں میں جو جسارتیں کی گئی تھیں وہ ایک بہت بڑا المیہ ہے، اس پر مستزاد کچھ موجودہ لٹریچر ہیں، گذشتہ سال گجرات میں ایسی حرکت کی گئی، ابھی جہلم میں ایک شخص نے ایسی کتاب لکھی، شیخوپورہ میں ایسا واقعہ پیش آیا، گوجرہ، فیصل آباد کے اندر بھی ایک المناک واقعہ ناموس رسالت کے سلسلہ میں رونما ہوا، تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ ماحول میں قرآن وسنت کی تعلیمات کو یوں اجاگر کیا جائے کہ اس مسئلے کی جو نزاکت ہے، اس کو سامنے رکھتے ہوئے ہر انسان جب گفتگو کر رہا ہو تو سوچ کے، سمجھ کے اور شان رسالت کا جو تقدس اور اس کی جو رفعت ہے اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے گفتگو کرے، گفتگو کا انداز ایسا نہ ہو کہ جیسے بڑے بھائی کے بارے میں بات کی جا رہی ہے یا گاؤں کے چودھری کے بارے میں بات کی جا رہی ہے۔ بلکہ گفتگو سے پہلے انسان کے حواس پوری طرح بیدار ہوں اور اس پر رعب طاری ہو کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رسالت کے بارے میں گفتگو کر رہا ہے۔

شان رسالت کا تقدس

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ..... اے ایمان والو!

لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا ..... راعنا نہ کہو،

وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا ..... اور یوں عرض کریں کہ ہم پر نظر کرم رکھیں،

Marfat.com

وَ اسْمَعُوْا ...... اور پہلے ہی غور سے سنو،

وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ...... اور کفار کے لیے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔(القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ، رقم السورۃ 2، رقم الآیۃ 104)

قرآن مجید کا یہ مقام بالخصوص قیامت تک کے لوگوں کو یہ سمجھا رہا ہے کہ ''یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول!''۔

لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوْا انْظُرْنَا...... تم راعنا نہ کہو اور تم انظرنا کہو کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم پر نظر کرم فرماؤ۔

شانِ نزول: پہلی تفسیر

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے راہنمائی حاصل کرتے تھے، تو وہ کہتے کہ:

رَاعِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ...... یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری رعایت رکھیں۔

یعنی آپ قرآن مجید کی آیات پڑھ رہے ہیں، تو ہمیں بھی آپ ساتھ لے کے چلیں، ہم سن لیں، یاد کرلیں اور لکھ لیں۔ یہ ان کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست ہوتی تھی۔

مگر دوسری طرف عبرانی زبان میں اسی لفظ کو نازیبا الفاظ کے زمرے میں شمار کیا جاتا اور گالی کے طور پر اس کا استعمال ہوتا تھا، جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عربی زبان کے لحاظ سے اس کا استعمال کرتے تھے اور صحیح معنی میں کرتے تھے، لیکن یہود کو موقع مل گیا، انہوں نے اپنا بغض اسی لفظ کی آڑ میں ظاہر کرنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام

Marfat.com

رضی اللہ عنہم پر بھی اس لفظ کا بولنا حرام کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ:

لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا ...... تم ''راعنا'' نہ کہو۔

اگر چہ تم تو اچھی نیت سے کہتے ہو لیکن دوسرے لوگ اسی لفظ سے بری سوچ کی گنجائش پیدا کر رہے ہیں، تو جب انہیں اس سے گنجائش ملتی ہے تو تمہارے لیے بھی جائز نہیں کہ تم یہ لفظ بولو، بلکہ تم یہ لفظ بولنا بند کر دو۔

چونکہ ناموس رسالت کا معاملہ ایسا ہے کہ اگر کسی لفظ کے دو معنی ہوں، ایک معنی درست ہو اور دوسرا معنی شان رسالت کے لائق نہ ہو تو شریعت کا تقاضا یہ ہے کہ اس لفظ کا استعمال متروک ہو جائے اور اس کو چھوڑ دیا جائے تا کہ اس لفظ کی آڑ میں کوئی گستاخ مذموم ارادوں کو پورا نہ کر سکے۔

دوسری تفسیر

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رعایت کے لحاظ سے راعنا کہتے تھے لیکن یہود نے اس کو کھینچ کے پڑھنا شروع کر دیا کہ:

راعینا یعنی راعی چرواہے کو کہتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے کہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! راعنا، آپ ہمارا لحاظ رکھیے، ہماری رعایت فرمایئے۔ وہ یہ درخواست کرتے تھے لیکن یہود (معاذ اللہ) راعینا کہہ کے اپنی طرف سے بغض اور گندی سوچ کا اظہار کرتے تھے۔

رَاعِیْ غَنَمِنَا: ہماری بکریوں کو چرانے والا۔

تو معاذ اللہ جب یہود نے راعینا کہنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو اور قیامت تک کے مسلمانوں کو یہ پیغام دیا کہ اس لفظ کو بری سوچ والے لوگ استعمال کر رہے ہیں تو تم اس کا استعمال ہی ترک کر دو تا کہ کسی طرح اس کو بول کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا موقع نہ مل سکے۔

تیسری تفسیر

راعنا کو اگر باب مفاعلہ سے مشتق بنائیں تو پھر اس میں جانبین ہوتے ہیں، مثال کے طور پر لفظ مصافحہ ہے تو مصافحہ تب بنتا ہے جب دو بندے آپس میں ہاتھ ملاتے ہیں، ایک آدمی کے ہاتھ کو مصافحہ نہیں کہا جا سکتا ہے۔

تو جہاں بھی باب مفاعلہ ہوتا ہے وہاں جانبین کا ہونا ضروری ہے، اگر وہاں جانبین نہیں ہوں گے تو باب مفاعلہ نہیں بنے گا۔

تو راعنا میں باب مفاعلہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں جانبین ہیں اور پھر ان کی آپس میں مساوات سمجھی جا رہی تھی، مطلب کیا بنا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمارا لحاظ کرو اور ہم آپ کا لحاظ کرتے ہیں یعنی اس لفظ سے یہ معنی نکل سکتا تھا، اگرچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایسی نیت نہیں تھی لیکن اس میں یہ گنجائش بن رہی تھی اور راعنا باب مفاعلہ سے ہونے کی وجہ سے مساوات کا پہلو نکل رہا تھا کہ آقا اور غلام دونوں برابر ہو رہے ہیں، مرتبے اور شان کے لحاظ سے ایک جیسے ہیں۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو انبیاء کرام علیہم السلام میں سے سب سے اونچی شان عطا فرمائی ہے، اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اس مساوات کی نفی کے لیے جو ایک نبی اور امتی کے درمیان بن رہی تھی، راعنا کہنا ناجائز قرار دے دیا تا کہ کہیں

Marfat.com

ایسا تصور بھی پیدا نہ ہو کہ امتی یہ کہے کہ میں نبی جیسا ہوں اور نبی میرے جیسے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس سوچ کو بند کرنے کے لیے راعنا کا استعمال بھی ناجائز فرما دیا۔

چوتھی تفسیر

جس وقت ایک شخص کسی سے کوئی بات کرنا چاہے تو اس کے لحاظ سے ایک آرڈر ہے اور ایک التماس ہے، جبکہ آرڈر میں اور التماس میں فرق ہے، اگرچہ لفظ ایک جیسے ہیں۔

ایک شخص یہ کہتا ہے کہ آپ میرا یہ کام کر دیں، یہ کسی بڑے سے وہ اپنی اپیل کر رہا ہوتا ہے، دوسرا وہ کہ جو اپنے نوکر سے کہتا ہے کہ تم یہ کام کر دو تو وہ بطور آرڈر کہہ رہا ہے، ان دونوں میں فرق ہے، اپیل اور ہوتی ہے اور آرڈر اور ہوتا ہے۔

تو راعنا میں ایک پہلو یہ ہے کہ اس سے آرڈر والا معنی نکل رہا تھا کہ راعنا ایک امتی بولے اور اس سے اخذ یہ ہو کہ وہ چھوٹا ہو کر بڑی ذات کو حکم دے رہا ہے، اس صیغہ کے لحاظ سے وہم پیدا ہو رہا تھا اگرچہ پوچھنے والے صحابہ کرام کی یہ نیت نہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت کا ادب سکھانے کے لیے اور شان رسالت کے متعلق گفتگو کے آداب بتانے کے لیے ان پر راعنا کا لفظ ناجائز قرار دے دیا کہ اس لفظ کو ہزار بار اچھی نیت سے بھی بولو مگر چونکہ اس میں وہم پیدا ہو رہا ہے، اس واسطے قیامت تک کے مسلمانوں پر اس کا بولنا حرام قرار دے دیا گیا ہے۔

پانچویں تفسیر

راعنا کا معنی ہے: قولا راعنا کہ رعونت والی بات نہ کرو یعنی جس بات میں تکبر ہو۔ اللہ کے پیغمبر سے کوئی اکڑ کر نہ بولے، کوئی رعونت سے نہ بولے، اس انداز سے نہ

Marfat.com

بولے جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ عاجزی کے سوا بول رہا ہے۔

لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا ...... میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتے وقت نرم نرم اور عاجزی کے انداز میں گفتگو کرو اور کوئی شخص تکبر کے انداز میں گفتگو نہ کرے۔

(التفسير الكبير، سورة البقرة، رقم السورة:2، رقم الآية:104، ج:3، ص:634)

یہ قرآن مجید کی تعلیمات کا اثر ہے کہ جس وقت حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قریش کے سفیر بن کے آئے تھے اور حدیبیہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ کرام کو بیٹھے دیکھا تھا تو جن پانچ باتوں سے وہ زیادہ متاثر ہوئے تھے تو ان میں سے ایک بات یہ بیان کی تھی کہ:

اِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا أَصْوَاتَهُمْ ...... جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو کرتے ہیں تو یہ صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بولتے وقت یہ پابندی ضرور کرتے ہیں کہ ہماری آواز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے برابر نہ ہونے پائے، ہماری آواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے پست رہے۔

(صحيح البخاري، كتاب الشروط، باب:الشروط في الجهاد و المصالحة مع أهل الحرب و كتابة الشروط، ج:2، ص:974، رقم الحديث:2581)

تو یہ قرآن مجید نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب سکھائے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان پر عمل کر کے دکھایا ہے۔ یہ نصاب صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نہیں تھا، یہ تابعین کا بھی نصاب تھا، یہ تبع تابعین کا بھی نصاب تھا، یہ بعد کے لوگوں کا بھی تھا، یہ آج کے مسلمانوں کا بھی نصاب ہے اور قیامت تک کے ایمان والوں کا یہ ہی نصاب رہے گا۔

Marfat.com

اس واسطے اسی آیت کو ہم موضوع بناتے ہوئے آج اپنی گفتگو کو آگے بڑھا رہے ہیں کہ آج ایک انسان جہاں بیٹھ کر کوئی شان رسالت کے متعلق وضاحت کر رہا ہے، کوئی بات اور تبصرہ کر رہا ہے، کسی طرح وہ کوئی کلام کر رہا ہے تو اسے سوچنا چاہیے کہ:

ادب گاہ ہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

میں جس دربار کے بارے میں بات کر رہا ہوں وہ عرش سے نازک تر دربار ہے اور وہاں پر لوگ اپنی سانس پر بھی پابندی لگاتے ہیں کہ کہیں سانس بھی بلند طریقے سے نہ چلنے پائے۔

یہ قرآن مجید کی اس آیت کی دعوت ہے کہ: یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول!۔

بڑے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں

اس سلسلہ میں تفصیل سے پہلے اس اجمال کو آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ جس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ:

أَنْتَ أَكْبَرُ أَوِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم! ...... اے حضرت عباس رضی اللہ عنہ! آپ بڑے ہیں یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہیں؟

پوچھنے والے کا مطلب یہ تھا کہ عمر کے لحاظ سے کون بڑا ہے، یہ عمومی روٹین میں جملہ بولا جاتا ہے، کوئی بندہ اپنے والد کے دوست سے پوچھ لیتا ہے کہ آپ بڑے ہیں یا میرے ابا جی بڑے ہیں؟ اور چچا کے ہم عصر سے گفتگو کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ آپ بڑے ہیں یا میرے چچا بڑے ہیں۔

Marfat.com

تو اسی انداز سے کسی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جان حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھ لیا کہ:

أَنْتَ أَكْبَرُ أَوِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم! ...... آپ بڑے ہیں یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہیں۔

اب غور کرنا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب کیا دیا، فرمانے لگے کہ یہ شان رسالت سے ذرا ہوش سے بول!

هُوَ أَكْبَرُ وَ أَنَا وُلِدتُّ قَبْلَهُ ...... بڑے تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن ولادت میری پہلے ہوئی ہے۔

(سير أعلام النبلاء، العباس عم رسول الله صلى الله عليه وسلم، ج:3، ص:66)

یعنی وہ لفظ جو عمومی طور پر بولا جاتا ہے، کہا جا سکتا تھا کہ میں آپ سے دو سال بڑا ہوں، یا میں اتنے سال بڑا ہوں، یہ لفظ بولا جا سکتا تھا مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے وہ لفظ استعمال نہیں کیا، بلکہ کہنے لگے کہ:

بڑے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن میں صرف پیدا پہلے ہو گیا تھا، میری ولادت پہلے ہوئی ہے، میری عمر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے مگر اقوی کا لفظ جب بولنا ہے تو اس میں یا کہنے کی ضرورت نہیں ہے، میرے محبوب ہر حال میں اکبر ہیں، وہ مجھ سے بڑے ہیں۔

آپ دیکھیں کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انداز ہے، یہ سوچنا پڑے گا، آج تھڑے پہ بیٹھے ہوئے مسلمان کو بھی تو دیکھنا پڑے گا، جو مسلمان اور امتی ہونے کا دعوی بھی کرتا ہے اور ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب کے لحاظ سے یوں باتیں کرتا ہے کہ جیسے

Marfat.com

بڑے بھائی اور عام انسان کے بارے میں بول رہا ہو۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ذات وہ ذات ہے کہ جن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ یہ تو میرے باپ کی مثل ہیں:

عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيْهِ ...... بندے کا چچا اس کا باپ ہی ہوتا ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب: مناقب العباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ، ج:5، ص:652، رقم الحدیث:3758)

وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہ جن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلائیں تو باپ کہہ کے بلائیں:

رُدُّوْا اِلَيَّ أَبِيْ عَبَّاسٍ ...... تم میرے اباجی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بلا کے لے آؤ۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کہتے وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو باپ کہہ کے بلائیں مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ قیامت تک کے مسلمانوں کو یہ بتا رہے ہیں کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اپنا باپ کہیں، اس کے باوجود کہ مجھے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم باپ کہہ رہے ہیں مگر میں منصب نبوت کا ادب تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ جب میں عمر میں بڑا بھی ہوں لیکن میں اپنے آپ کو بڑا نہیں کہوں گا، بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ:

وَ أَنَا وُلِدْتُ قَبْلَهٗ ...... میں پیدا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہو گیا ہوں، لیکن هُوَ أَكْبَرُ ...... جہاں تک بڑے ہونے کا معاملہ ہے تو وہ میرے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہ جنہوں نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست دین حاصل کیا، قرآن مجید کے مخاطب بنے اور جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

Marfat.com

فیض پایا اور ان کی اتنی عظیم شان ہے۔

ایک طرف اونچے قد والے عظیم المرتبت انسان اور دوسری طرف ہماری طرح کے بالکل عام قسم کے لوگ ان کی گفتگو میں یہ ڈیفرنس (Difference) کیوں آ گیا ہے، ادھر وہ اتنی عظمت سے بات کرتے ہیں، ادھر لوگ بالکل سطحی سا انسان بنا کے پیش کرتے ہیں۔

یہ درمیان میں فرق عقیدے کی عظمت کا فرق پڑ گیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اذہان میں جو شان رسالت کا تقدس تھا اس سے لوگوں کی سوچ کا مقام بالکل دور ہو گیا ہے، لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آج بھی ہم اہل سنت و جماعت کو مقام نبوت کے متعلق بولنے میں وہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم والا ادب عطا فرمایا ہے۔

مبارک انگلیاں

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ کن جانوروں کی قربانی کرنا جائز نہیں ہے؟

تو انہوں نے حدیث مبارک بیان کرنی تھی کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ ان جانوروں کی قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ انداز تھا کہ حدیث کو بیان کرتے وقت مسلسل بنانے کے لیے جیسے سرکار نے اشارہ فرمایا ہوتا ویسے ہی اشارہ کرتے تھے، جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے ہوتے ویسے ہی مسکراتے کہ ہم نے تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دیکھنا ہے لیکن بعد والے ہم سے لفظ بھی پڑھتے رہیں اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی

Marfat.com

کیفیت کو بھی معلوم کرتے رہیں کہ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت کیا انداز تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ گفتگو فرما رہے تھے۔

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جانوروں کو بیان کیا تھا کہ جن کی قربانی جائز نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ کیا تھا کہ چار جانور ایسے ہیں جن کی قربانی جائز نہیں ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے جب ان جانوروں کے بارے میں پوچھا گیا کہ کن کی قربانی جائز نہیں ہے تو حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ مجمع عام میں کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے کہ:

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ...... ایک دن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے تھے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چار انگلیوں سے اشارہ کر کے فرمایا تھا کہ ان چار جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ کی چار انگلیوں سے اشارہ کیا، جب آپ رضی اللہ عنہ یوں کر چکے تو دل میں خیال آیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اپنا ہاتھ قرار دے دیا کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں کیا تھا اور میں بھی یوں ہی کر رہا ہوں، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ہاتھ کیا تھا، کہاں میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اور کہاں میرا ہاتھ۔

آج چھوٹے چھوٹے لوگ کہتے ہیں کہ ان کے بھی دو ہاتھ ہیں اور ہمارے بھی دو ہاتھ ہیں، ہاتھوں کی مشابہت خود زبان سے بیان کرتے ہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ یہ ہاتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے ہاتھ کی طرح ہے، بات کرتے وقت جب ہاتھ بلند کیا اور انگلیاں یوں کھولیں جیسے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے چار کو بیان کرنے کے لیے کھولیں تھیں، تو فوراً اپنی گفتگو کو بدل دیا اور وضاحت کر دی۔

کیا عشق ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اور کیا منصب نبوت کی پہچان ہے، یوں ہاتھ کر کے ارشاد فرمانے لگے کہ:

أَصَابِعِيْ أَقْصَرُ مِنْ أَصَابِعِهٖ ...... اے دیکھنے والو! ان انگلیوں کو دیکھ کر یہ نہ سمجھنا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیاں ایسی ہیں، نہیں، میری انگلیاں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے چھوٹی ہیں۔

أَصَابِعِيْ أَقْصَرُ مِنْ أَصَابِعِهٖ ...... میری انگلیاں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے چھوٹی ہیں اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ:

أَنَامِلِيْ أَقْصَرُ مِنْ أَنَامِلِهٖ ...... میری انگلیوں کے پورے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے پوروں سے چھوٹے ہیں۔

(سنن أبي داؤد، كتاب الضحايا، باب: ما يكره من الضحايا،

ج:3، ص:54، رقم الحديث: 2804)

یہ کہنا کیوں ضروری سمجھا کہ میں سمجھانے کے لیے مثال دے رہا ہوں، حدیث کو مسلسل بیان کرنے کے لیے اپنا ہاتھ دکھا کر ان کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کا تصور دینا چاہتا ہوں، کہیں کوئی یہ نہ سوچ بیٹھے کہ میرا ہاتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی طرح ہے یا میں اپنی انگلیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کی طرح بیان کرنا چاہتا ہوں، فرمایا:

Marfat.com

نہیں نہیں، کہاں میری مجال اور کہاں میرے ہاتھ کی مجال، صرف میں نے تمہارے سامنے یوں کر دیا ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ یوں کیا تھا۔

جہاں تک ہاتھوں کا تقابل ہے تو نہ میرے ہاتھ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں جیسے ہیں اور نہ میری انگلیاں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں جیسی ہیں اور نہ میرے پورے ان کے پوروں جیسے ہیں۔

آج لوگ اپنے منہ سے یہ کہتے ہیں کہ ان کے ہاتھ ہمارے ہاتھوں جیسے اور ہمارے ہاتھ ان کے ہاتھوں جیسے، ان میں کوئی فرق ہی نہیں ہے لیکن حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اس بات کو واضح کر رہے ہیں کہ فرق ان میں بہت زیادہ ہے یعنی میرے ہاتھوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے تشبیہ نہ دینا اور نہ ہی ان جیسا سمجھنا۔

عون المعبود شرح سنن ابی داؤد میں ہے کہ یہ سب کچھ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے ادب کے پیش نظر کیا اور بولتے وقت آپ رضی اللہ عنہ نے ہاتھ سے جب اشارہ کیا تو فوراً وضاحت ضروری سمجھی کہ یہ کوئی نہ سمجھے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کے ساتھ اپنے ہاتھ کو تشبیہ دے رہا ہوں، نہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ تو اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا بہت بڑا مظہر ہے، اس ہاتھ کے ساتھ کسی ہاتھ کی کوئی برابری نہیں ہے۔

(عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، باب: ما یکرہ من الضحایا، ج: 7، ص: 357)

اس مقام سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا منصب نبوت کے لحاظ سے جو عقیدہ ہے اور شان رسالت کے بارے میں گفتگو کا جو انداز ہے اس کو سمجھنا بڑا آسان ہو گیا۔

چند مثالیں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں کہ جس سے پتہ چلے گا کہ اب ادب کا گریڈ

Marfat.com

کتنا نیچے چلا گیا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جو انداز تھا اس انداز کو آج امت اپنائے گی تو پھر غیروں پر بھی اس کا اثر پڑے گا۔

اگر امت کے اندر سے ہی یہ دھواں اٹھتا رہے کہ جس طرح کا دھواں حفظ الایمان کتاب میں ہے یا تحذیر الناس میں ہے اور جس طرح گستاخیوں کا دھواں تقویۃ الایمان میں ہے، ایسی کتابوں میں جو گستاخانہ لہجے استعمال کیے گئے ہیں اور پھر گستاخانہ تقریروں کا انداز استعمال کیا گیا ہے کہ لوگوں کو جری بنا دیا گیا ہے کہ وہ بولتے وقت سوچتے ہی نہیں کہ ہم کس کے بارے میں بول رہے ہیں، لوگ تو اپنے اساتذہ کے بارے میں بولنے سے پہلے محتاط ہو جاتے ہیں لیکن کچھ لوگوں کو شان رسالت کے متعلق بولتے ہوئے ہوش نہیں ہوتا کہ ہم کس ذات کے بارے میں بول رہے ہیں۔

آج کے اس موضوع میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گواہیاں اور قرآن مجید کی آیت بیان کر کے ہم اس ماحول کے گستاخانہ دھوئیں پر ابر کرم کا فیضان لانا چاہتے ہیں تا کہ گستاخیوں کا دھواں ختم ہو جائے اور پھر امت مسلمہ کو برکات میسر آ جائیں۔

ادب کی انوکھی صورت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک سوال کیا، وہ سوال ایسا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کا جواب آتا تھا۔

آج کے لوگوں کا انداز کیا ہے، وہ برابری تو کیا آگے بھی بڑھنا چاہتے ہیں کہ ان باتوں کا انہیں علم نہیں تھا، ہمیں ان باتوں کا علم آ گیا ہے، لیکن وہاں صورتحال یہ ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک سوال کیا، اس سوال کا جواب

Marfat.com

انہیں آتا تھا مگر ان میں سے کسی نے یہ نہیں سوچا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو اتنا بھی پتہ نہیں، معاذ اللہ، اور نہ ہی ان میں سے کوئی بولا کہ اس کا یہ جواب ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ ادب ہے کہ جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے جواب یہ تھا کہ:

أَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ ...... اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔

یہاں تو ایک فتور پیدا ہو گیا ہے کہ ایک امتی اُٹھ کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پلہ ہونا چاہتا ہے، کوئی موقع ایسا بنے تو سہی، فوراً کہتے ہیں کہ دیکھو انہوں نے بھی ایسا کیا، ہم بھی ایسا کر رہے ہیں، بات برابر کی ہے۔

لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انداز اس بارے میں کتنا عجیب اور نرالا ہے، حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ اس کو روایت کرتے ہیں کہ:

خَطَبَنَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ النَّحْرِ ...... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس (10) ذوالحج کے دن ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے یہ سوال کیا کہ:

أَتَدْرُوْنَ أَيَّ يَوْمٍ هٰذَا ...... تمہیں اے میرے صحابہ! یہ پتہ ہے کہ آج کون سا دن ہے؟

یہ بھی آج کچھ کہتے ہیں کہ سوال کرنے والا سوال تب کرتا ہے کہ جب اسے کوئی پتہ نہ ہو، تو معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول گیا تھا کہ آج کون سا دن ہے۔

لیکن وہاں پر کیا ہے؟ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کی:

أَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ ...... اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔

Marfat.com

یعنی اس صورتحال میں بھی بڑی کشش ہے کیونکہ جس بندے کو کچھ بھی جواب آتا ہو وہ اپنا علم ظاہر کرنے کے لیے بولتا ہے کہ اللہ کے نبی سوال کر رہے ہیں اور میں جواب دے رہا ہوں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہاں پہ لذت محسوس کر رہے ہیں کہ اگرچہ ہمیں جواب آتا ہے مگر ہمارے علم کی کیا حیثیت ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے مقابلے میں، ہر ایک کو اس کا جواب آتا ہے کہ یہ یوم النحر ہے، قربانی کا دن ہے لیکن یہ کوئی نہیں کہتا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ یوم النحر ہے، بلکہ سارے یہی کہتے ہیں کہ:

أَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ ...... اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا سوال کیا کہ:

أَيُّ شَهْرٍ هٰذَا ...... یہ مہینہ کونسا ہے؟

اب سب کو پتہ ہے کہ حج ہمیشہ ذوالحج میں ہوتا ہے، اگر کوئی بے صبرہ امتی ہوتا تو پتہ نہیں کہ وہ کیا کہہ جاتا لیکن یہ وہ ہیں جن میں ادب کوٹ کوٹ کے بھرا گیا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے میں حکمت کوئی نہ کوئی ضرور ہے۔

جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا سوال کیا تو ہم نے کہا کہ:

أَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ ...... اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسرا سوال کیا کہ:

أَيُّ بَلَدٍ هٰذَا ...... تم جانتے ہو کہ یہ شہر کون سا ہے؟

اب سب کو پتہ ہے کہ یہ مکہ شریف ہے، اگر ان میں ہمسری کرنے کا جذبہ ہوتا تو وہ

Marfat.com

بولتے کہ یہ فلاں شہر ہے اور اگر معاذ اللہ سوچ کچی ہوتی تو یہ بھی خیال آجاتا کہ شاید مجمع زیادہ دیکھ کر بھول گئے کہ شہر کون سا ہے؟

اب تو اس طرح کے نکلے امتی بھی آ گئے ہیں جو اس طرح کی باتیں کرتے ہیں، وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انداز ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ شہر کون سا ہے؟

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ:

أَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ ...... اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔

(صحيح البخاري، كتاب الحج، باب: الخطبة أيام منى،

ج:2، ص:620، رقم الحديث:1654)

تو یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انداز ہے کہ جس مقام پر انہیں پتہ بھی ہے، جانتے بھی ہیں مگر پھر بھی عظمت ظاہر کرنے کے لیے جواب ایسا دیتے ہیں کہ جس سے شان نکھر کے سامنے آجاتی ہے۔

اب یہاں دو پہلو ہیں کہ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابری کرتے تو یوں کہتے کہ اے محبوب! تم بھی جانتے ہو اور ہم بھی جانتے ہیں، اس سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو نیچے لانے کی کوشش کرتے کہ اس کا ہمیں بھی پتہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کو پتہ ہے، ہم بھی جانتے ہیں اور آپ بھی جانتے ہیں مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ اللہ بھی جانتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جانتے ہیں، یعنی وہ شان رسالت کو کھینچ کے نیچے نہیں کرنا چاہتے بلکہ وہ شان رسالت کا مقام بلند بیان کرنا چاہتے ہیں۔

Marfat.com

یہ ہو سکتا تھا کہ جب جواب آتا ہے تو وہ کہہ سکتے تھے کہ مجھے بھی اس کا پتہ ہے، آپ کو بھی پتہ ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کو بھی پتہ ہے اور آپ کو بھی پتہ ہے، اللہ تعالیٰ بھی زیادہ جانتا ہے اور آپ بھی زیادہ جانتے ہیں۔ تو یہ انداز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گفتگو کا تھا کہ وہ منصب نبوت کو بولتے وقت یوں بیان کرتے ہیں کہ:

یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول!

اس کو بیان کرتے وقت اپنے ساتھ نہ ملاؤ، رب تعالیٰ نے ان کا نام اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے۔

اس کے بعد اس طرح کی صورتحال بھی پیش ہوتی رہی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

آج کا ایک انداز جو معاذ اللہ کچھ لوگوں نے پیدا کر لیا، وہ باقاعدہ تقریروں میں بیان کرتے ہیں کہ تم جس پیغمبر کے علم کے ترانے پڑھتے ہو ان سے جب پوچھا گیا تھا تو وہ چپ ہو گئے تھے، یہ سوچ کمینی سوچ ہے اور یہ سوچ منصب نبوت کے بارے میں بے ادبی والی سوچ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انداز کیا ہے، وہاں جو انداز ہے اللہ تعالیٰ نے وہی انداز آج بھی اہل حق کو عطا فرمایا ہے۔

انداز محبت اور ادب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اِنِّیْ مِمَّا اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِنْ بَعْدِیْ مَا یُفْتَحُ عَلَیْکُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتِهَا

...... مجھے اپنی امت پر جن باتوں کا خطرہ ہے وہ دنیا اور اس کی زینت ہے، اس کے

Marfat.com

دروازے کھل جائیں گے، مجھے امت پر یہ خطرہ ہے، شرک کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ ...... مجھے تم پر شرک کا کوئی خطرہ نہیں ہے، مجھے دنیا کے دروازے کھل جانے کا خطرہ ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا آجائے گی، کہیں اس کی چمک میں امت ڈوب نہ جائے تو ایک آدمی نے عرض کی کہ:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم! أَوَ يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ ...... کیا خیر سے بھی شر برآمد ہو سکتا ہے؟

دنیا میں رزق حلال اگر زیادہ آجائے گا تو اس کا پھر کیا خطرہ ہو سکتا ہے، چونکہ حرام کی تو بات ہی نہیں کی جارہی ہے، چوری، ڈاکہ سے آنے والے مال کی بات نہیں کی جارہی ہے، کسب حلال سے رزق میں فراوانی ہو جائے گی، آج صفہ پہ جن کو کھانے کے لیے کچھ نہیں ملتا کل انہی لوگوں کے پاس لاکھوں ہزاروں دینار آجائیں گے اور پھر آگے امت میں جو مال آنے والا تھا اس کا بیان کیا تو صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مال تو خیر ہے، کیا خیر سے بھی شر برآمد ہو سکتا ہے؟

جب صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ سوال کیا تو:

فَسَكَتَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم ...... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

خاموش ہونے پر ایک ہے آج کے کند ذہن امتی کا تبصرہ اور ایک ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تبصرہ، ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ رسالت کے جو ایسے مقامات ہیں ان کے بارے میں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول!، یہاں بولتے وقت اپنے تبصرے مت جھاڑو، جو سامنے بیٹھے تھے ان سے پوچھو، جنہوں نے نبوت کا

Marfat.com

چمکتا چاند اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور جن کے ذہن کے آنگن میں اس چاند کی چاندنی براہ راست اترتی رہی ہے، ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھو کہ وہ ایسے موقع کو سمجھتے تھے تو کیا سمجھتے تھے؟

آج جس وقت کچھ لوگ ایسی باتیں سنتے ہیں تو دانت کھٹے ہوتے جاتے ہیں اور انہیں باتیں یاد آتی جاتی ہیں کہ فلاں کہتے ہیں کہ ان کا اتنا علم ہے، لیکن ان سے سوال ہوا تھا تو وہ چپ ہو گئے تھے، اِن لوگوں کو بولتے وقت شرم نہیں آتی ہے۔
اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انداز دیکھو کہ جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوئے تو کسی نے یہ نہیں کہا کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بھی تھوڑا ہے، صحابی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چپ کر گئے ہیں، صحابی رضی اللہ عنہ کو خیال تک نہیں آیا، جس وقت بولتے ہیں تو عظمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہر کر کے بولتے ہیں، چپ ہونے کو انہوں نے یہ نہیں سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دینے میں کوئی مشکل واقع ہو رہی ہے۔
جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سائل کو جھاڑا:
قِيْلَ لَهُ مَا شَأْنُكَ تَكَلَّمَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَ لَا يُكَلِّمُكَ ...... صحابہ کرام نے اس آدمی سے جھگڑنا شروع کر دیا کہ تم کیسے ہو، تم سے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بولنا پسند ہی کر رہے ہے، لہذا تمہارے سوال میں کوئی کمی ہے، تمہارے انداز میں کوئی کمی ہے، تم بولتے ہو لیکن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم تم سے بولنا پسند نہیں کر رہے ہیں۔
اب اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عظمت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہر کیا اور یقیناً

Marfat.com

وہ عظمت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انداز بتا رہے تھے کہ امتی کا حق نہیں ہے کہ ایسے موقع پر اپنی زبان کھول لے اور منصب نبوت پر تنقید کرنا شروع کردے،

بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے ہیں، تو اے سائل! تیرا انداز ٹھیک نہیں ہے، تیرا سوال درست نہیں ہے، تجھ میں کوئی کمی ہے، تم سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے بولتے ہو لیکن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے بولنا پسند نہیں کر رہے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم تیرے سوال کو اس لائق نہیں سمجھتے کہ اس کا جواب دیا جائے۔

یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انداز تھا اور وہ اپنے طور پر یہ بات واضح کر رہے تھے کہ یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول!۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چپ ہو جانے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سائل کو جھڑکا کہ تمہارا سوال ٹھیک نہیں تھا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو سائل کے دل سے واقف ہوتے ہیں اور سائل کی کیفیت سے واقف ہوتے ہیں، سائل کے پس منظر سے واقف ہوتے ہیں اور ہر چیز کو سامنے رکھ کر پھر جواب دیتے ہیں اور کبھی چپ کر جاتے ہیں تو اس میں بھی بھلا سائل کا ہی ہوتا ہے اگر بولا تو سب کچھ اس کا ظاہر ہو جائے گا، کبھی چپ کر جاتے ہیں تو قرآن کہتا ہے کہ:

وَ يَعْفُ عَنْ كَثِيرٍ ...... اور بہت کچھ معاف فرمادے۔

(القرآن الكريم، سورة الشورى، رقم السورة: 42، رقم الآية: 34)

یہ نہیں کہ جواب نہیں آتا معاف کر دیتے ہیں، یہاں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شان نبوت کو بالکل بے غبار سمجھا ہے اور عظمت بیان کر رہے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہہ

Marfat.com

رہے تھے کہ سائل کا سوال اچھا نہیں ہے، لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دیر کے بعد جب سر اٹھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ:

أَيْنَ السَّائِلُ ...... وہ سائل کہاں ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے کہ اس سے ہمیں پتہ چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کے سوال کو پسند فرمایا ہے، چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کو پیار سے آواز دی ہے، جو سر جھکایا تھا وہ اس لیے جھکایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے وحی کے ذریعے پیغام نازل فرما رہا تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب: الصدقة علی الیتامی،
ج:2، ص:532، رقم الحدیث:1396)

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عشق ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ سائل کے سوال میں کوئی کمی باقی رہ گئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جواب دینا پسند نہیں کر رہے، تو یہ ایک امتی پہ لازم ہے کہ ایسے مقامات جس وقت آئیں تو اس کو سمجھنا چاہیے کہ یقیناً اُن میں کوئی عظمت ہی موجود ہوتی ہے۔

یہ کوئی معمولی بات تو نہیں کہ عرش سے اتنا ڈائریکٹ رابطہ ہو، ادھر سائل سوال کر رہا ہے ادھر جبرائیل سدرہ سے نیچے آ رہے ہیں، یہ تو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے۔

لہذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ طریقہ سکھا رہے ہیں کہ منصب نبوت اور سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے وقت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بولتے وقت انداز وہ ہونا چاہیے جو انداز اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عطا فرمایا ہے۔

Marfat.com

عبادت اور ادب

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں پوچھا کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کتنی عبادت کرتے ہیں یعنی یہ ان کو شوق ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر کی عبادت کیا ہے؟، اس کا بھی ہمیں پتہ ہو چاہیے تاکہ ہم مزید عبادت کریں۔

جس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کو بیان کیا تو حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں کہ:

كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا ...... کوئی ایسی عبادت نہ تھی جس کو بہت زیادہ عبادت سمجھا جاتا یعنی گھر میں نماز تہجد، نوافل پڑھتے ہیں تو پاؤں مبارک پہ ورم آجاتا ہے، لیکن جتنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ اتنی عبادت گھر کی ہوگی، وہ جواب نہیں ملا۔

اس کے بعد امتحان شروع ہو گیا لیکن اگر آج کا خشک امتی ہوتا تو جس وقت بولتا تو تنقید کے انداز میں بولتا کہ یہ کیسے نبی ہیں، رات کو اتنی عبادت ہی نہیں کرتے، یہ کیسے ہیں ہم سمجھتے تھے کہ رات کو بڑی عبادت کرتے ہوں گے اور یہ تو کوئی زیادہ عبادت نہیں ہے لیکن جس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عبادت کا پتہ چلا تو ایسا لفظ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں بولا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت بھی بہت بڑی عبادت ہے چونکہ پاؤں پہ ورم آجاتے ہیں، سوجھ جاتے ہیں۔

مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذہنوں پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تقویٰ کا اثر ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے طور پر اور بھی سوچے ہوئے تھے لیکن جب اپنی سوچ کے

Marfat.com

مطابق انہیں جواب نہیں ملا تو ان کے ذہنوں میں اس کا کیا نتیجہ نکلا، وہ آپس میں بیٹھ کے کہنے لگے کہ:

بھائیو! وہ تو اللہ کے محبوب ہیں، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اگر تھوڑی عبادت کریں تو بھی وہ بہت زیادہ ہے، ہمیں کچھ سوچنا چاہیے۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ج 5، ص: 1949، رقم الحدیث: 4776)

ایک آدمی بارہ گھنٹے کام کرتا ہے، کسی کا نوکر ہے اور دوسرا آدمی وزیر ہے، بادشاہ کے ساتھ کرسی پہ بیٹھتا ہے، گھنٹہ یا دو گھنٹے بادشاہ کے ساتھ بیٹھتا ہے، اس وزیر کا گھنٹہ یا دو گھنٹے بادشاہ کے ساتھ بیٹھ جانا اس کے بارہ گھنٹے سے زیادہ مقام رکھتا ہے۔

اللہ کے وزیر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کے عمل کی ویلیو اور ہے اور عام بندے کے عمل کی ویلیو اور ہے، اب بتانے سے مقصد یہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے مشکل مقام آیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بارے میں یہ تبصرہ کیا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت ہے، اتنی بھی بہت زیادہ ہے اور ہمیں مزید بندگی کرنی چاہیے کیونکہ ہمارا درجہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں وہ نہیں ہے جو رب نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کو عطا فرمایا ہے۔

کفار کی نازیبا حرکت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ میں اتنی مٹھاس تھی کہ کسی آدمی کی تقریر پر اتنے لوگوں نے کلمہ نہیں پڑھا جتنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریروں پر لوگوں نے کلمہ پڑھا ہے، اور جو توحید کا نور پھیلا اور قیامت تک پھیل رہا ہے یہ سب رسول اکرم صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کے اس انداز کی وجہ سے ہے، یہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے کہ آپ بتوں کی مذمت کرنے والے ہیں اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے کہ اس بت پرستی کے ماحول میں آپ نے تقریریں کیں اور وہاں پر اللہ تعالیٰ کی توحید کے جھنڈے لہرائے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بتوں کے خلاف تقریریں کرتے ہیں، بتوں کی مذمت کرتے ہیں، یہ بات کفار نے اپنے لہجے میں کی، لہجہ کیا تھا؟، ان کا لہجہ استفہامیہ تھا، یوں سمجھو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی گلی سے گزر رہے تھے اور قریش کہیں اپنے ڈیرے پہ بیٹھے تھے، جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور یہ شہرہ ہو چکا تھا کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم بتوں کے زبردست خلاف ہیں، کچھ لوگوں کو قریش میں سے پتہ تھا اور کچھ لوگوں کو ابھی پتہ نہیں تھا۔

جب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو ایک ان میں سے بولا:

أَهٰذَا الَّذِىْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ...... یہ ہیں وہ جو بتوں کو گالیاں دیتے ہے؟ یہ ہیں وہ جو ہمارے خداؤں کے خلاف بولتے ہے، یہ ہیں وہ جو ہمارے خداؤں کو کچھ سمجھتے ہی نہیں ہے۔

اب یہ بات تو سچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بتوں کے خلاف تقریریں کرتے ہیں اور بتوں کی مذمت کرتے ہیں مگر ان کا انداز توہین والا ہے کہ:

أَهٰذَا الَّذِىْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ...... کیا یہ ہیں وہ جو ہمارے بتوں کو گالیاں دیتے ہیں؟

وہ سمجھتے تھے کہ کہاں ہمارے بتوں کی شانیں اور کہاں یہ خلاف ورزی کرنے والا، کہاں ہمارے بتوں کا مقام اور کہاں یہ انسان جو ہمارے بتوں کی مخالفت کر رہا ہے،

Marfat.com

یہ کب ان بتوں کا راستہ روک سکے گا، یہ انداز ان کا توہین والا تھا۔

ہمزہ استفہام کے بعد والا کلام ''هَذَا الَّذِیْ یَذْکُرُ اٰلِهَتَکُمْ'' سو فیصد سچا ہے مگر جب انداز ایسا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کو کیا کہا کہ قریش کیا کر رہے ہیں، مشرک کیا بولتے ہیں:

وَاِذَا رَاٰکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ یَّتَّخِذُوْنَکَ اِلَّا هُزُوًا ...... اور جب کافر تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہیں نہیں ٹھہراتے مگر ٹھٹھہ۔

جب اے محبوب! کافروں نے تجھے دیکھا تو:

اِنْ یَّتَّخِذُوْنَکَ اِلَّا هُزُوًا ...... تمہیں نہیں ٹھہراتے مگر ٹھٹھہ۔

(القرآن الكريم، سورة الأنبياء، رقم السورة: 21، رقم الآية: 36)

جس چیز کو مذاق کہا گیا اگرچہ وہ سچی بات ہے لیکن وہ استفہامیہ انداز کی گئی تھی، وہ سچی بات جس کا انداز صحیح نہیں تھا، وہ سچی بات جو بیان کرنے والے نے غلط انداز میں بیان کی ہے تو قرآن مجید اس کو ثابت کر رہا ہے کہ اگر سچی بات کو گستاخانہ لہجہ میں بیان کیا جائے تو قرآن مجید کہہ رہا ہے کہ اس بندے نے شان رسالت کو بیان نہیں کیا بلکہ وہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے مذاق کر رہا تھا۔

جس چیز کو ''هزوا'' کہا گیا ہے یہ ''أَهَذَا الَّذِیْ یَذْکُرُ اٰلِهَتَکُمْ'' کا بیان ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر جس وقت کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ ہیں جو بتوں کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور انہوں نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ چھوٹا ثابت کرنا چاہا اور اپنے بتوں کو بڑا ثابت کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تمہارا مذاق کر رہے ہیں لیکن

اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ ...... بیشک ان ہنسنے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں۔

(القرآن الكريم، سورة الحجر، رقم السورة: 15، رقم الآية: 95)

Marfat.com

پتہ چلا کہ شانِ رسالت اتنا نرم مقام ہے اور اتنا نازک مسئلہ ہے کہ سچی بات کو بیان کرتے ہوئے بھی انداز گستاخانہ آجائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اس کو خطبہ نہ کہو، اس کو تقریر نہ کہو، اس کو شریعت کا بیان نہ کہو، یہ مذاق ہے جو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے بارے میں کیا جا رہا ہے۔

یہ تو رہی انداز میں کجی لیکن اگر دل میں بھی یہ خیال آجائے گا تو بندہ تباہ و برباد ہو جائے گا یعنی اس کے ایمان کی حیثیت جاتی رہے گی، کوئی حیثیت اس کی باقی نہ رہے گی۔

شانِ رسالت کے متعلق حوالہ جات پیش کر رہا ہوں، یہ اس امت کے لیے ایک سوغات ثابت ہوگی کہ دور دور تک اس کے ثمرات مرتب ہوں گے۔

انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کا ادب

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ' مسجد میں آئیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں اعتکاف فرما رہے تھے، رات کا وقت تھا یعنی اندھیرا چھا چکا تھا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کھانا دینے یا کسی اور کام کے لیے آئیں، جس وقت حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رخصت ہونے لگیں تو مسجد کی حد کے اندر ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اہلیہ محترمہ کو رخصت کرنے کے لیے تشریف لے گئے اور مسجد کے صحن میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس کھڑے تھے کہ:

مَرَّ بِهِمَا رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ ...... دو انصاری صحابہ کا گزر ہوا،

جب وہ وہاں سے گزرے تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ لیا کہ ان دونوں نے مجھے دیکھا ہے کہ میں ایک عورت کے پاس کھڑا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

ارشاد فرمایا کہ:

عَلٰی رِسْلِکُمَا ...... تم دونوں یہیں ٹھہر جاؤ،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اِنَّمَا ھِیَ صَفِیَّۃٌ ...... یہ تماری امی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں، خود اس کی وضاحت کرنا چاہی کہ یہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

تو ان دونوں انصاری صحابہ نے کہا کہ:

فَقَالَا: سُبْحَانَ اللّٰہِ ...... کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے لیے اس وضاحت کی ضرورت کیا تھی، ہم کب کچھ آپ کی ذات کے بارے میں سوچ سکتے ہیں، کیسے ہمارا ضمیر گوارا کرسکتا تھا کہ آپ کا کلمہ بھی پڑھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازیبا بھی سوچیں۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ ...... اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔

یہ ہے شان رسالت جہاں سن کے سبحان اللہ کہا جاتا ہے۔

اِنَّمَا ھِیَ صَفِیَّۃٌ ...... یہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں تو ان دونوں نے تعجب سے کہا سبحان اللہ کہ حضرت ہمارے لیے اس وضاحت کی ضرورت نہ تھی، ہم تو آپ کو ماننے والے ہیں، ہم تو سوچ نہیں سکتے تھے کہ کوئی اور عورت تھی اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس کھڑے ہوں، ہم یہ خیال ہی نہیں کرسکتے تھے۔

چونکہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ دیکھنے والی تھی بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ:

تیری نظر خار زار شب میں گلاب تحریر کرچکی تھی
اجاڑ نیندوں کے خواب میں انقلاب تحریر کرچکی تھی

Marfat.com

میرے ذہن کے فلک پہ سوال چمکے تو میں نے دیکھا
تیرے زمانے کی خاک ان کے جواب تحریر کر چکی تھی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ٹھیک ہو مگر مجھے قیامت تک منبروں پر بیٹھے ہوئے کچھ ملاں نظر آ رہے ہیں، اور مجھے قیامت تک گلیوں کے تھڑوں پر بیٹھے ہوئے مسٹنڈے نظر آ رہے ہیں جن کو شان رسالت کے بارے میں بولتے وقت حیا نہیں آئے گی، میں اس کی وضاحت اس لیے کر دینا چاہتا ہوں کہ اس سے وہ سبق سیکھیں۔

اس لیے کہ میرے صحابہ کرام مجھے تم سے خطرہ نہیں ہے، خطرہ ان سے ہے جو مجھے نہیں دیکھ سکیں گے اور پھر باتیں ایسی کریں گے۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمانے لگے کہ:

اِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِیْ مِنِ ابْنِ آدَمَ مَجْرَی الدَّمِ ...... شیطان بڑا خبیث ہے، یہ وہاں جاتا ہے جہاں خون جاتا ہے یعنی اس قدر انسان کے اندر شیطان سرایت کر جاتا ہے۔

مَجْرَی الدَّمِ ...... خون کی رگ میں اور پورے بدن میں چکر لگاتا ہے اور انسان کے اندر بڑی گندگی ڈال دیتا ہے، تم سچے ہو مگر قیامت تک کے خطرے بھی میرے سامنے ہیں، وہاں جو بے حیاء سوچ ہوگی اس کو بھی تو سمجھانا مقصود ہے۔

میرے صحابہ میں اس لیے بول رہا ہوں کہ شیطان انسان کے اندر داخل ہو جاتا ہے:

اِنِّیْ خَشِيْتُ اَنْ يَّقْذِفَ فِیْ قُلُوْبِكُمَا شَيْئًا فَتَهْلِكَا ...... مجھے خطرہ ہے کہ یہ شیطان جو خون میں شامل ہو جاتا ہے کہیں تمہارے دل میں کوئی بات نہ ڈال دے، زبان پر نہیں:

Marfat.com

فِیْ قُلُوْبِکُمَا ...... تمہارے دل میں کوئی بات نہ ڈال دے۔

اگر تم میرے بارے میں دل میں سوچو گے، یا قیامت تک کوئی امتی، کوئی بندہ میرے بارے میں نازیبا سوچے گا تو پھر کیا ہوگا:

فَتَھْلِکَا ...... پھر تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

میں نے اس لیے وضاحت کی کہ یہ صفیہ ہے کہ شیطان خون میں داخل ہو جاتا ہے اور بندے میں کئی خیال لاسکتا ہے، اگر میرے بارے میں تمہیں کوئی نازیبا خیال آ گیا تو تم دونوں ہلاک ہو جاؤ گے، تمہارا ایمان سلامت نہیں رہے گا۔

(صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب: التکبیر و التسبیح عند التعجب، ج:5، ص: 2269، رقم الحدیث: 5865، و الشفاء، القسم الثالث، الباب الأول: فیما یختص بالامور الدینیة ....، فصل: قد استبان لك ......، ج:2، ص: 108)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو سہارا ہیں اور وہ پل کی حیثیت رکھتے ہیں جن سے شریعت گزر کر ہمارے طرف آ رہی ہے، اس واسطے خطاب ان کو کیا، ان کے دماغ بڑے پاک ہیں ان سے ہو کر بات ہم تک پہنچنے والی تھی اس واسطے فرما دیا کہ:

اگر شیطان کی وجہ سے ایسا خیال آ گیا تو پھر اس کا انتظار نہیں ہوگا کہ تم زبان سے بولتے ہو یا کہ نہیں بولتے، جونہی دل میں خیال آتا جائے گا ہلاکت آتی جائے گی، ایمان لٹ جائے گا، عقیدہ مٹ جائے گا، عظمت ختم ہو جائے گی۔

یہاں تصور کرتے وقت بھی اپنے دماغ کو وضو کرانا پڑے گا، اپنے خیال کو اعتکاف کرانا پڑے گا، اپنے تصور کو احرام بندھوانا پڑے گا اور اپنی سوچ کو تقدس کا غسل دے کر اسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کی طرف لے جانا پڑے گا کیونکہ اگر یہاں پر کچھ

Marfat.com

بھی نازیبا خیال آ گیا تو اسی سے تم ہلاک ہو جاؤ گے یعنی ہلاکت ایمانی ہو جائے گی۔

اس سے پتہ چلا کہ شان رسالت کا معاملہ بڑا ہی نرم ہے، بڑا ہی نازک ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی سوچ پر بھی پابندی لگانے کے لیے صحابہ کرام کے سامنے وضاحت فرمادی کہ یہ موقع ایسا بن گیا ہے کہ سوچ انسان کو آسکتی ہے، میں فوراً اس لیے بولا ہوں کہ کہیں یہ نہ ہو کہ میں چپ رہوں ادھر سوچ آجائے اور پھر تمہارے ایمان کا خاتمہ ہو جائے، نہیں، میں فوراً بولتا ہوں تاکہ ایسی نوعیت نہ آنے پائے کیونکہ میرے بارے میں اتنا سا نازک خیال کہیں آجائے گا تو پھر وہاں ایمان نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہے گی۔

''شان رسالت'' یہ بڑا اہم اور بڑا عظیم مسئلہ ہے اور یہ ایک سوغات ہے اور جس وقت آج ماحول میں بے ادبی کے دھوئیں اٹھ رہے ہیں، اپنے ماحول کی صفائی ضروری ہے تاکہ غیروں کو پتہ چلے کہ کتنا خوبصورت تصور ہوتا ہے جب یہ مسلمان سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوچ رہے ہوتے ہیں۔

الفاظ کی آڑ میں گستاخیاں

آج کچھ لوگوں نے کچھ الفاظ کو آڑ بنالیا اور اس آڑ میں گستاخیاں کرتے ہیں۔

پہلی مثال

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا توبہ واستغفار کرنا' اس کو کچھ لوگوں نے آڑ بنالیا کہ جس وقت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم استغفار کرتے ہیں تو پہلے معاذ اللہ ان سے کوئی گناہ سرزرد ہوتا ہے تو تب ہی وہ استغفار کرتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، ابوجہم صحابی نے نقش ونگار والی نئی چادر پیش کی تھی، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چادر اپنے اوپر اوڑھی اور نماز ادا کی، لیکن جب نماز سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ:

اِذْهَبُوْا بِهٰذِهِ الْخَمِيْصَةِ اِلٰى اَبِىْ جَهْمٍ وَ ائْتُوْنِىْ بِاَنْبِجَانِيَّةٍ ...... یہ چادر ابوجہم کو واپس کر دو اور میرے چادر جو انجانبیہ کی بنی ہوئی ہے یعنی سادہ چادر جس پر نقش و نگار بنے ہوئے نہیں ہے وہ لے آؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اِنَّهَا اَلْهَتْنِىْ آنِفًا فِىْ صَلَاتِىْ ...... جب میں نماز پڑھ رہا تھا تو اس نقش ونگار نے میری توجہ ہٹا دی، اس واسطے میں یہ چادر نہیں اُوڑھوں گا، یہ چادر ابوجہم کو واپس دے دو اوران سے میری سادہ چادر لے آؤ۔

(صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب: کراهة الصلاة فی ثوب له أعلام، ج :2، ص :77، رقم الحدیث: 1267)

یہ چادران کی ہی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ چادران کو ہی واپس کر دو جس طرح کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ریشم کا جبہ دیا تھا، انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ریشم تو پہننا حرام ہے، آپ مجھے کیوں دے رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کا پہننا حرام ہے لیکن اس کا بیچنا تو حرام نہیں ہے، تم یہ کپڑا آگے بیچ سکتے ہو تو ایسی ہی صورتحال یہاں بھی تھی۔

(صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب: فی العیدین و التجمل فیهما، ج :1، ص :323، رقم الحدیث: 906)

Marfat.com

یعنی اس سے مقصد یہ نہیں تھا کہ ابو جہم یہی چادر پہن کر نماز پڑھیں، یا تو انہی کی طرف سے تحفہ تھا تو ان کو واپس کر دی یا پھر ویسے ہی دے دی ہے کہ وہ بیچ سکتے ہیں۔

بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میں تو اپنی سادہ چادر پہنوں گا، کیوں؟ اس لیے کہ اس نے نماز میں خلل پیدا کیا ہے۔

یہاں پر ایک عام سی سوچ یہ بھی ہے کہ نماز پڑھتے پڑھتے چادر کے نقش ونگار کی وجہ سے درمیان میں رکاوٹ آ گئی، ہم تو ایسی چادروں میں پڑھ لیتے ہیں کچھ بھی نہیں ہوتا، اب تو مسجد میں بھی نقش ونگار ہوتا ہے اور مصلے پر بھی نقش ونگار ہوتا ہے، ایک سوچ کا یہ انداز ہے کہ اس سے پتہ چلا کہ معاذ اللہ ہماری روحانیت تیز ہے، ہم تو نقش ونگار والی ایسی چیزوں میں پڑھ لیتے ہیں، ہمیں تو کچھ نہیں ہوتا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نقش ونگار والی چادر اتار دی:

اِنَّهَا اَلْهَتْنِیْ آنِفًا فِیْ صَلَاتِیْ ...... اس نے میری نماز میں خلل ڈالا ہے۔

ان الفاظ کو آڑ بنا کر کچھ لوگ اپنی بھڑاس نکالنا شروع کر دیتے ہیں کہ وہ ہم جیسے ہیں اور ہم ان جیسے ہیں، وہ بھی بھول جاتے ہیں اور ہم بھی بھول جاتے ہیں، ان کی توجہ بھی ہٹ جاتی ہے، ہماری بھی توجہ ہٹ جاتی ہے، ہم میں اور اُن میں فرق کیا ہے؟، بس اتنا فرق ہے کہ ان پر وحی آئی ہے ہم پر وحی نہیں اتری۔

"اِنَّهَا اَلْهَتْنِیْ آنِفًا فِیْ صَلَاتِیْ" والا انداز سمجھنے کی ضرورت ہے۔

ایک ہے طے شدہ حقیقتیں اور ایک ہے درمیان میں وضاحت کی چیزیں۔

اس کی شرح کرتے ہوئے حضرت امام عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

و آنکه حال آنسرور صلی الله علیه وسلم عالی تر آنست که چیزے او را حضوری که در نماز داشته باشد ...... ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ کا مقام اس سے کروڑ درجے اوپر ہے کہ کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے دربار سے پیچھے ہٹا سکے، چادر تو کیا اگر ہزار بندہ آ کر درمیان میں حجاب بننا چاہے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اللہ کے دربار میں حضوری حاصل ہے، ہزار بندہ خلل نہیں ڈال سکتا تو چادر خلل کہاں ڈال سکتی ہے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مرتبہ ہے اس کے لحاظ سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس حضوری میں خلل ڈال سکے، پھر کہنے لگے کہ اس حدیث کی شرح یوں کی جا سکتی ہے:

کہ حضوری حق را مراتب و درجات غیر متناہی است ...... اللہ کے حضور میں حاضر ہونے کے درجات اور مراتب غیر متناہی ہیں۔

یہ نہیں کہ وہ ایک ہزار ہیں، یا ایک لاکھ ہیں، یا ایک کروڑ ہیں، حضوری کے درجات غیر متناہی ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حضوری کے درجات غیر متناہی ہیں:

و آں مرتبه که خاصه آں حضرت بود ...... اور ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری کا جو درجہ ہے،

اگر از آں جا تنزل نماید ...... اگر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اس درجے سے نیچے بھی کچھ آ جائیں یعنی حقیقی درجے سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نیچے آ جائیں،

ہنوز در جای خواہد بود که مقربان دیگر بصد جہد و فنائے عمر

Marfat.com

ہای دراز آنجا نمی رسیدہ باشند ...... رسول اکرم ﷺ کے اللہ تعالیٰ کے قرب میں درجات ہیں، وہ غیر متناہی ہیں، اگر اس چادر کی وجہ سے سرکار ﷺ کا تنزل ہوا ہو تو پھر بھی اس مقام پر اللہ تعالیٰ کے قرب میں ہیں کہ بڑے بڑے صالحین ساری عمر صرف کر کے حضوری کے اس درجے تک نہیں پہنچ سکتے جس درجے پر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نقش و نگار والی چادر پہن کر موجود ہیں۔

مثال کے طور ایک ارب درجے ہوں تو ہم جیسوں کو ان میں سے ایک درجہ حاصل ہے اور ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اربوں درجے حاصل ہیں اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ رب کے دربار میں ان اربوں درجوں میں سے اگر کسی وجہ سے ایک درجہ بھی کم ہو تو یہ مجھے منظور نہیں ہے، اگرچہ کم ہو جانے کے بعد بھی حالت ایسی ہے کہ ساری دنیا کے درجات اکٹھے کر لیے جائیں پھر بھی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے حضوری والے درجے تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔

یہ اس حدیث شریف کی حقیقت ہے جس کو حضرت امام عبد الحق محدث دہلوی نے اور دیگر صالحین نے بیان کیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت کو سمجھنے ہے تو اس کی مثال یوں سمجھ لو کہ:

ایک ہے عینک کا شیشہ اور ایک ہے دروازے کا شیشہ، دروازے کے شیشے کے داغ کی اور حیثیت ہے، عینک کے شیشے کے داغ کی اور حیثیت ہے، یہاں چھوٹا بھی بڑا لگتا ہے، وہاں بڑے نشان پر بھی گزارہ ہو جاتا ہے، ہم جیسے وہ شیشہ رکھتے ہیں جو شیشہ کسی شوکیس کا ہے، جو شیشہ کسی دروازے کا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تقویٰ کا وہ شیشہ ہے جو آنکھ کے شیشے سے بھی کروڑ درجے لطیف ہے، لہذا وہاں پر معمولی سے

Marfat.com

نقش ونگار کو بھی اپنے شایانِ شان نہیں سمجھتے اس کو دور کرنا چاہتے ہیں۔

دوسری طرف ہم ہیں ہمارا رب کے دربار میں حضوری کا کوئی مقام ہی نہیں ہے، اس کے باوجود نقش ونگار میں لگے پھرتے ہیں، ہماری حیثیت اور طرح کی ہے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب اور طرح کا ہے۔

اب جس وقت سوچا، غور اور تدبر کیا تو ''أَلْهَتْنِيْ'' سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا پتہ چلا، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا پتہ چلا۔

اب لفظ یہی ہے لیکن اس کو دوسرا طبقہ معاذ اللہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو عام سا انسان سمجھنے کے لیے واضح کر رہا تھا، لیکن حق والوں نے پڑھا تو پتہ چلا کہ یہاں تو خاص الخاص مقام کی بات ہو رہی ہے۔

دوسری مثال

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم توبہ واستغفار کی اہمیت کو بیان کر رہے تھے کہ توبہ واستغفار کرنی چاہیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ یہ ارشاد فرمائے ہیں کہ:

اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِيْ ...... میرے دل پہ پردے پڑ جاتے ہیں،

وَ اِنِّيْ لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ ...... میں دن سو بار استغفار کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم، کتاب الذکر و الدعاء و التوبة، باب: استحباب الاستغفار و الاستکثار منه، ج:8، ص:72، رقم الحدیث: 7033)

ایک انداز اس کو ظاہری طور پر سمجھنے کا ہے، جنہوں نے بخاری کا ترجمہ بغل میں رکھا ہوا ہے اور دین کی نمائندگی کرنا چاہتے ہیں، لوگوں سے کہیں گے کہ لوگو! دیکھو اس نبی کو (معاذ اللہ) سو بار استغفار کی ضرورت پڑ جاتی ہے، کوئی گناہ تھا تو مغفرت طلب کر

Marfat.com

رہے ہیں (معاذ اللہ) ورنہ استغفار کیسے کرتے؟

یہ سوچ گستاخانہ سوچ ہے، جو اس طرح سہارا بنا کر اپنے مطلب اور دھندے کو پورا کرنا چاہتے ہیں لیکن جس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھو گے، تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے پوچھو گے، تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے پوچھو گے، نہیں تو پنجاب کے داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھو گے تو پتہ چلے گا یہاں تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اظہار ہو رہا ہے۔

آج کل کالجز و یونیورسٹیوں میں ڈیڑھ ڈیڑھ آنے کے پروفیسر ایسی باتیں اٹھاتے پھرتے ہیں، ان کو پتہ ہی نہیں کہ منصب نبوت ہے کیا اور ہم بول کس کے بارے میں رہے ہیں، یہ تقریریں اور لیکچرز ہو رہے ہیں کہ دیکھو سو بار دن میں توبہ کرتے تھے، توبہ سے پہلے گناہ کا ہونا ضروری ہے، تو (معاذ اللہ) دن میں کئی گناہ ہو جاتے تھے تو تب توبہ کرتے تھے، یہ تقریریں سکولز اور کالجز میں کی جارہی ہیں، کچھ ہوس پرست پروفیسر و استاد جو مختلف باطل پرستوں کے ایجنٹ ہیں، ہماری ملت کے بیٹوں کو خراب کرنا چاہتے ہیں۔

سنو! اگر تم نے حدیث شریف سمجھنی ہے تو تمہیں داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی دہلیز پہ جانا پڑے گا، داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان کریں گے کہ: یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول!۔

تھڑے پہ بیٹھے ہوئے، فیکٹری میں بیٹھے ہوئے، دوکان میں بیٹھے ہوئے ایک عام انسان کو داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سمجھا رہے ہیں کہ یہ شان رسالت ہے، کسی چھوٹے بندے کی بات نہیں ہے، یہاں پر جس جہت سے دیکھو گے تو عظمت کا ایک نیا جہان نظر آئے گا۔

Marfat.com

داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

توبہ بر سہ گونہ باشد ...... توبہ کی تین قسمیں ہیں،

یکی از خطا بہ صواب ...... ایک تو یہ ہے کہ غلطی سے توبہ کر کے صحیح کام کرنا یعنی خطا کو چھوڑنے کی توبہ کرنا،

و از صواب بہ اصوب ...... دوسری یہ ہے کہ درست کو چھوڑ کے درست کرنا یعنی ایک درست کو چھوڑا ہے تو دوسرا درست شروع کر دیا ہے۔

پہلی قسم یہ تھی کہ غلطی چھوڑ کر درست کام شروع کیا، دوسری قسم یہ ہے کہ درست کو ہی چھوڑ کر درست کام شروع کیا اور تیسری قسم ہے:

از خود بہ حق ...... اپنے خیال سے توبہ کر کے رب کے خیال میں ڈوب جانا یعنی اپنی خودی سے توبہ کر کے، اپنے آپ سے توبہ کر کے، اپنے خیال سے توبہ کر کے، اپنی ذات کی فکر سے توبہ کر کے اپنے رب کے جلووں میں مست ہو جانا۔

حضرت داتا صاحب علیہ الرحمۃ نے ان تین قسموں پر قرآن مجید اور حدیث سے دلیل دی ہے۔

یہ صوفی ہوتا ہے جو کہ اتنے بڑے علم کا خزانہ ہوتا ہے، اتنا بڑا قرآن وسنت کا ماہر ہوتا ہے، اتنا بڑا مفکر و محدث ہوتا ہے کہ وہ الفاظ جو زمانے میں حجاب اکبر بن رہے ہوں ان الفاظ سے حجاب کو دور کر کے علم کا صحیح چہرہ دکھاتا ہے۔

اب جو کہہ رہے تھے کہ کوئی گناہ ہے تو پھر توبہ کی ہے، وہاں علم پردہ اور حجاب بن گیا۔ یہ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت ہے کہ آپ حجاب کو دور کر کے حقیقی علم کا چراغاں

Marfat.com

کرنے والے ہیں۔

توبہ کی پہلی قسم

یکی از خطا به صواب ...... خطا سے توبہ کر کے صواب کی طرف آنا۔

مثال

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ

وہ اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں۔

(القرآن الكريم، سورة آل عمران، رقم السورة:3، رقم الآية:135)

اب یہاں پر توبہ اس معنی میں استعمال ہوا ہے کہ غلطی کو چھوڑ کر درست کام کرنا۔

توبہ کی دوسری قسم

واز صواب به اصوب ...... صواب سے اصوب کی طرف توبہ کرنا۔

مثال

حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر تشریف لے گئے تھے، جب "اَرِنِیْ" کہا تو جواب "لَنْ تَرَانِیْ" کی صورت میں ملا، لیکن جب ایک جلوہ اللہ تعالیٰ نے طور پر گرایا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش کر زمین پر گر پڑے تھے، قرآن مجید کہتا ہے کہ جس

Marfat.com

وقت انہیں ہوش آیا تو کیا بولے:

تُبْتُ ...... میں نے توبہ کیا۔

(القرآن الكريم، سورة الأعراف، رقم السورة: 7، رقم الآية: 143)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توبہ کا جولفظ بولا تو حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

و از صواب به اصوب ...... یہ وہ غلطی سے توبہ نہیں تھی، یہ ایک درست کام سے توبہ تھی، درست سے درست کی طرف توبہ تھی۔

اس کا مطلب حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ:

ہمه عالم اندر حسرت رؤیت خدای عزوجل می سوختند ...... ساری دنیا اللہ تعالیٰ کے جلووں کو ڈھونڈتی پھر رہی ہے،

و موسیٰ علیه السلام از آن توبه کرد؟ ...... اور موسیٰ علیہ السلام توبہ کرتے ہیں کہ میں اب "أَرِنِیْ" نہیں کہوں گا، "اے اللہ! مجھے دیدار کرا" اب میں یہ نہیں کہوں گا۔

جس کو سارا جہاں ڈھونڈتا ہے وہ اس سے توبہ کر رہے ہیں، وہ غلطی نہیں تھی لیکن اس کو چھوڑا اس لیے ہے کہ دوستی میں اپنا اختیار برتنا جائز نہیں ہے، جب تو نے مجھے اپنا بنایا ہے تو مجھے چاہیے تھا کہ جب باقی ہر کام تیری مرضی پہ چھوڑتا ہوں تو دیدار والا کام بھی تیری مرضی پہ چھوڑ دیتا یعنی تیری مرضی کہ تو دیدار کراتا یا نہ کراتا۔

تو جو پہلی حالت تھی میں نے دیدار مانگا تھا میں اس سے تائب ہو گیا ہوں، اب کبھی بھی دیدار نہیں مانگوں گا، یہ تیری مرضی ہے کہ تو کب اپنا دیدار کرائے گا۔

Marfat.com

قرآن مجید میں ''تبـــت'' کا لفظ تو آ گیا مگر وہ غلطی سے توبہ نہیں بلکہ درست سے توبہ ہے، ایک درست کام سے دوسرے درست کام کی طرف جانے کا نام توبہ ہے۔

حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ دیکھو گناہ کوئی نہیں لیکن توبہ کا لفظ موجود ہے۔

توبہ کی تیسری قسم

از خود به حق...... اپنے آپ سے توبہ کر کے رب تعالیٰ کے دیدار میں ڈوب جانا۔

یہ توبہ کی تیسری قسم ہے، اس کا مرتبہ دوسری قسم سے بھی بڑا ہے، تو مطلب یہ بنے گا کہ:

اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِىْ ...... میرے رب! میں امت کی بھی سوچتا ہوں، اس وقت تیری طرف خیال نہیں ہوتا، امت کی سوچ تیرے حکم سے ہے مگر ہے تو مخلوق کی ہی سوچ، امت کے سوالات کو سنتا ہوں اور ان کا جواب دیتا ہوں، امت کے مستقبل کے لیے پلاننگ کرتا ہوں، امت کی قیامت تک کی مشکلات کو آسان کرنے کے لیے سوچتا ہوں تو یہ وہ پردہ ہے جس سے خیال امت کی طرف چلا جاتا ہے۔

وَاِنِّىْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً ...... تو میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں کہ جب اپنے خیال میں اور امت کے خیال میں ہوتا ہوں پھر اس کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کے خیال میں چلا جاتا ہوں۔

پہلے نہ کوئی صغیرہ گناہ ہے، نہ کوئی کبیرہ، نہ کوئی بھول ہے، نہ کوئی چھوٹی موٹی خطا، پہلے بھی بڑا مرتبہ تھا، جو رب نے امت کی فکر عطا فرمائی ہے اس کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں داخل ہو جاتا ہوں۔

Marfat.com

حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

و محال باشد کہ خواص از معصیت توبہ کنند ...... یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے گناہ سے توبہ کر رہے ہوں، وہاں گناہ نہیں ہے، وہاں ایک صواب سے دوسرے صواب کی طرف یا اپنی خودی سے حق کی طرف لوٹنا ہی توبہ ہے۔

حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ قابل غور ہے کہ:

چنانکہ مقامات مصطفی علیہ السلام ہر دم بترقی بود۔

بلا وجہ نہیں دنیا داتا داتا کے نعرے لگاتی، وہ جنہوں نے خاک پنجاب میں سجدوں کے بیج بوئے تھے اور آج یہ گلشن میں بہا آئی ہے، اس داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات قرآن وسنت کے سمجھنے کے لیے کتنی ضروری ہیں۔

یہ جو حدیث شریف میں سو یا ستر بار توبہ کا لفظ آ گیا ہے کہ میں استغفار کرتا ہوں، تو حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرمانے لگے کہ:

یہ نہ سمجھنا کہ کوئی کبیرہ یا کوئی صغیرہ گناہ تھا، توبہ گناہوں سے نہیں کی جا رہی ہے، توبہ امت کے خیال سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کے دربار کی طرف متوجہ ہونے کو کہا جا رہا ہے۔

چنانکہ مقامات علیہ السلام ہر دم بترقی بود ...... ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامات ہر وقت ترقی کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت کیا تو اس وقت ارب مقامات مل چکے تھے، اگلے منٹ میں اللہ نے ایک اور مقام دیا، اس سے اگلے منٹ میں اللہ تعالیٰ نے اور مقام دیا۔

یہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے کہ ہر منٹ میں مقام بڑھایا جا رہا ہے۔

Marfat.com

چوں بر مقام برتر می رسید...... جب مزید اونچے مقام پر چلے جاتے ہیں،
از مقام فرو تر استغفار می کرد...... جب اونچے درجے پر پہنچتے ہیں تو پہلے درجے سے استغفار کرنے لگتے ہیں،

یہ توبہ کا انداز ہے، کوئی بندہ اس حدیث کو آڑ بنا کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے گناہ نہ تھونپتا پھرے اور ان کی طرف گناہوں کو منسوب نہ کرے، وہاں گناہ نام کی کوئی چیز نہیں، جہاں کلیم کا مقام ہے تو گناہ وہاں ہی ختم ہو گئے تھے، وہاں بھی صواب سے صواب کی طرف توبہ ہے، ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تو اس سے بھی اگلا مقام ہے کیونکہ جس وقت اللہ تعالیٰ بلند مقام دیتا ہے اور مزید بلند درجے پہ پہنچاتا ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چھوٹے درجے سے توبہ کرتے ہوئے بڑے درجے کا سفر شروع کر دیتے ہیں۔

(كشف المحجوب، باب التوبة و ما يتعلق بها، رقم الصفحة:178)

جس وقت ایک انسان شان رسالت کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے تو اسے کیا ملتا ہے اور اگر نہیں رکھتا تو اس کا بگڑتا کیا ہے، اسے کیا ہوتا ہے؟

گفتگو میں بے ادبی کا وبال

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز یہ تھا کہ آپ جس بیمار کے پاس بھی جاتے تھے تو ارشاد فرماتے تھے کہ:

لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ...... کوئی حرج نہیں اس سے تو گناہ جھڑ جائیں گے۔

Marfat.com

طہور کا مطلب یہ ہے کہ یہ بیماری تمہارے گناہ جھاڑنے آئی ہے، اس سے بیمار کو حوصلہ مل جاتا اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظوں میں تاثیر اتنی تھی کہ وہ بندہ صحیح ہو جاتا تھا۔

لَا بَأْسَ ...... کوئی حرج نہیں، کوئی پرابلم نہیں، کوئی مسئلہ نہیں،

طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ...... اس سے سارے گناہ جھڑ جائیں گے۔

ایک اعرابی کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تو وہ عجیب آدمی تھا، اسے پتہ نہیں تھا کہ شان رسالت کے بارے میں کیسے بولنا ہے، آگے سے وہ بول پڑا کہ:

هِیَ حَمّٰی تَفُوْرُ ...... یہ تو بخار ہے جو جوش مار رہا ہے۔

میں مر رہا ہوں اور آپ کہتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جب وہ یوں بولا تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

فَنَعَمْ اِذًا ...... ٹھیک ہے اگر ایسا ہے تو پھر ایسا ہی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمادیا تھا اگر وہ قبول کر لیتا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ نے کہا ہے کہ:

لَا بَأْسَ ...... کوئی بات نہیں،

تو ٹھیک ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادیا وہ ہی ہوگا۔

لیکن وہ بخار سے تنگ تھا، کہنے لگا کہ بوڑھے کو قبر نظر آرہی ہے اور آپ کہتے ہیں کہ کوئی حرج نہیں ہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

فَنَعَمْ اِذًا ...... اگر تو ایسے کہتا ہے تو پھر ایسے ہی سہی۔

شان رسالت کا جو تقاضا تھا وہ ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا تو اس کی فوراً گرفت ہوگئی۔

(صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب: عیادۃ الاعراب، ج:5، ص:2141، رقم الحدیث:5332)

Marfat.com

گستاخی کا انجام

دوسری طرف یہ بھی ہے کہ ایک نصرانی نے کلمہ پڑھا، جس وقت اس نے کلمہ پڑھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فوراً نوازا اور کاتب وحی بنا دیا، اس نے سورہ آل عمران بھی لکھی اور سورہ بقرہ بھی لکھی، مگر کچھ لوگوں کو ہیضہ ہو جاتا ہے، وہ کہنے لگا کہ:

مَا يَدْرِىْ مُحَمَّدٌ اِلَّا مَا كَتَبْتُ لَهٗ ...... جو میں لکھتا ہوں اس نبی کو وہ ہی آتا ہے۔

اسے یہ پتہ نہیں کہ اسے لکھنے کا مقام کس نے دیا ہے اور لکھواتا کون ہے، کہتا ہے کہ جو میں لکھتا ہوں وہ ہی یہ نبی جانتا ہے، وہ عیسائی ہو کر مر گیا، عیسائیوں نے اس کو دفن کیا تو:

لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ ...... زمین نے اگل کر باہر پھینک دیا۔

صبح جب عیسائیوں نے دیکھا تو باہر پڑا تھا، تو کہنے لگے کہ:

هٰذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَّ اَصْحَابِهٖ ...... حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام نے باہر نکالا ہے کیونکہ یہ ان کو چھوڑ کر آیا ہے، لہٰذا انہوں نے اس کو قبر سے باہر نکال دیا ہے۔

حالانکہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا نہیں کیا تھا۔

انہوں نے قبر کو مزید گہرا کیا، شام کو دفن کر کے چلے گئے، صبح آئے تو پھر باہر پڑا تھا، پھر انہوں نے کہا یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام ہیں جو یہ حرکت کر رہے ہیں۔

تیسری بار بہت گہری قبر کھودی اور اس کو دفن کر کے چلے گئے، صبح کے وقت آئے تو دیکھا تو باہر پڑا تھا، اب ان کو یقین ہو گیا کہ یہ مردود گندا اتنا ہے کہ زمین اس کو پسند نہیں کرتی، وہ بڑے بڑے مجرموں کو قبول کر لیتی ہے مگر اس نے جو بکواس کی تھی کہ جو میں لکھتا ہوں وہ

Marfat.com

ہی نبی کو آتا ہے، ان کو اپنے طور پر کچھ نہیں آتا، اس گستاخ کے اس جملے کی وجہ سے اور تو اور زمین نے بھی اس کو جگہ نہ دی، زمین بھی اس کو پھینکتی رہی کہ اس کو بولتے وقت یہ ہوش نہیں تھا کہ یہ شان رسالت ہے، میں کس کے بارے میں بول رہا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب :علامات النبوۃ فی الاسلام،
ج :3، ص :1325، رقم الحدیث :3421)

آج بھی ایسے واقعات ہو رہے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا جا رہا ہے کہ جو مقام میں نے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے، ان کے بارے میں بولنا ہو تو ہزار بار سوچ کو غسل دو پھر ان کے بارے میں بات کرو۔

اگر ادب سے بولیں گے تو کیا ملے گا۔

چیونٹی کی خوش قسمتی

ایک چیونٹی کو چیونٹیوں کی امامت ملی، اس کا کام کیا تھا، اس کو یہ شان کیسے ملی؟

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر آیا تو ایک چیونٹی دوسری چونٹیوں سے کہنے لگی کہ:

یَاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ

اے چونٹیو! اپنے گھروں میں چلے جاؤ،

لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ

تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان علیہ السلام اور اُن کے لشکر بے خبری میں۔

(القرآن الکریم، سورۃ النمل، رقم السورۃ: 27، رقم الآیۃ: 18)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس چیونٹی کو دیگر چونٹیوں کی ملکہ بنا دیا، اس کو یہ مقام کیسے ملا؟ کہتے ہیں کہ اس چیونٹی نے ادب نبوت ظاہر کیا تھا،

Marfat.com

کیوں؟ اس نے عصمت پیغمبر کا عقیدہ بیان کیا۔
کہنے لگی کہ:
وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ...... چونٹیو! ایسا نہیں ہوسکتا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جانتے ہوئے تم پر قدم رکھیں، ایسا نہیں ہوگا، ہاں بے خبری میں قافلہ اور لشکر ہے، ہوسکتا ہے کہ آپ کی اس طرف توجہ نہ ہو تو تم ان کے قدموں کے نیچے آ جاؤ۔
اپنی سوچ کا اس چیونٹی نے اظہار کیا کہ اللہ کا نبی گنہگار نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا نبی ظالم نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے اس چیونٹی کو ستھری سوچ دیکر باقی چونٹیوں کا سردار بنا دیا۔

(التفسير الكبير، سورة النمل، رقم الآية: 18، ج: 24، ص: 549)

خوش قسمت جادوگر

جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا آپس میں مقابلہ ہو رہا تھا، اسی مقابلے میں جادوگروں نے کلمہ پڑھ لیا، اس کلمہ پڑھنے کا سبب کیا تھا؟
یہاں پر امام رازی نے اپنی تفسیر میں صوفیاء کا قول لکھا کہ اس کا سبب یہ بنا تھا:
جس وقت آپس میں آمنے سامنے آئے تو جادوگروں سے ایک نیکی ہوگئی، نبی کا ادب ہوگیا، اللہ تعالیٰ کے نبی کا تھوڑا سا ادب کر بیٹھے تو اس ادب نے ان کا بیڑا پار کر دیا، حالانکہ وہ بڑے مجرم تھے، اللہ تعالیٰ کے دشمن فرعون کے مہمان تھے، اس کو حق ثابت کرنا چاہتے تھے مگر بولتے وقت شان نبوت کا تھوڑا سا لحاظ کیا، کچھ ادب کر بیٹھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو کلمہ پڑھنے کی توفیق عطا فرما دی، انہوں نے کہا تھا کہ:
يَا مُوْسٰى إِمَّا أَنْ تُلْقِيَ وَإِمَّا أَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ...... اے کلیم! مرضی

Marfat.com

آپ کی ہے یا تو آپ پھینکیں یا ہم پھینکتے ہیں۔

اس میں اللہ تعالیٰ کے نبی کا ذکر پہلے کیا، اے کلیم! آپ اپنا عصا پہلے پھینکیں یا ہم رسیاں پھینکتے ہیں۔

ان سے اللہ تعالیٰ کے نبی کا ادب ہو گیا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کا نام جو انہوں نے پہلے ذکر کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ پہلے باری آپ لو یا ہمیں دے دو، چونکہ انہوں نے پیشکش کر دی تھی، اللہ تعالیٰ کے نبی کو مقدم کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے کفر کو نکال کر انہیں ایمان عطا فرما دیا تھا۔

(التفسير الكبير، سورة الأعراف، رقم الآية:115، ج:14، ص:335)

یہ منصبِ نبوت کے لحاظ سے آداب ہیں، جو شخص ان راستوں پہ چلتا ہے اس کے وارے نیارے ہو جاتے ہیں، جو اکڑتا ہے تو اس کے لیے ہر لمحہ نامرادیاں ہوتی ہیں۔

اس گفتگو کے کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تم میں سے ہر بندہ اس کا مبلّغ ہونا چاہیے، یہ پیغام ہے جس کو تم نے آگے پہنچانا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شانِ رسالت ہر وقت پیشِ نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

بجاه سيد المرسلين صلى الله تعالىٰ عليه و آله و اصحابه و ازواجه و سلم

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

Marfat.com

فہم دین

مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

کا اہم اور اچھوتے
موضوعات پر لٹریچر

جلد اوّل

1. فہم دین اور ہماری ذمہ داریاں
2. محبت الٰہی اور اس کی چاشنی
3. منصب نبوت اور عقیدہ مومن
4. محاسبہ نفس اور اس کا طریق کار
5. فہم زکوٰۃ
6. رسول اللہ ﷺ کی نماز
7. گھر کا اسلامی ماحول
8. آداب زبان
9. تعارف آئمہ اربعہ
10. قادیانیت کا محاسبہ
11. صراط مستقیم کی روشنی
12. نظام مصطفےٰ ﷺ کی بالادستی
13. حل مشکلات اور عقیدہ صحابہ رضی اللہ عنہم

جلد دوم

1. اسلام میں دوستی کا معیار اور طریق کار
2. سود اور اسکی اقسام
3. ہم اور ہمارے عقائد
4. اسوہ حسنہ اور فیشن پرستی
5. مسئلہ حیات النبی ﷺ
6. ترک تقلید کی تباہ کاریاں
7. مومن کا مقصد حیات
8. جہاد اور دہشت گردی میں فرق
9. تصوف اور اسلام
10. حواس نبوی ﷺ
11. اوقات اور مصروفیات کا شرعی توازن
12. جنتی آنکھ
13. اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور ان کا حل

جلد سوئم

1. مفاہیم اسم اللہ تعالیٰ جل جلالہ
2. مفاہیم اسم محمد ﷺ
3. روزہ کے اسرار و رموز
4. امتیازات نماز
5. شان رسالت ﷺ سمجھنے کا ایمانی طریق
6. زندگی اور اس کی اقسام
7. خلفائے راشدین سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عقیدت
8. ماں کی شان اور امتحان
9. بدعت کا معنی و مفہوم

جلد چہارم

1. احادیث ختم نبوت ﷺ
2. سماجی خدمت کا اسلامی فلسفہ
3. ہاں ہم سنی ہیں
4. ورع و پرہیزگاری کے مثال
5. طلاق ثلاثہ کا شرعی حکم
6. نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے
7. دختران اسلام کیلئے آئیڈیل کردار
8. عہد شباب کا اسلامی نصاب
9. کاروباری شراکت کے اسلامی اصول
10. تحفظ ناموس رسالت ﷺ ایک فرض اور قرض

جلد پنجم

1. تربیت اولاد
2. تقلید سے متعلق شبہات کا ازالہ
3. اسلام بمقابلہ یہودیت و عیسائیت
4. اور دل نور ایمان سے جگمگا اٹھا
5. جنہیں دیکھ کر رب مسکرائے
6. قرآن اور تفکر کائنات
7. تصوف عقیدہ توحید کی معرفت
8. رنج و الم سے نجات کا راستہ
9. مسئلہ حاضر و ناظر
10. اے غریب الوطن اسلام کے ہم وطنو!

جلد ششم

1. میرے رب سے مجھے محبت ہے
2. رسول اللہ ﷺ کی جسمانی نفاست
3. شان رسالت ﷺ کی یکتائی
4. زکوٰۃ کے اسرار و رموز
5. پردہ دختران اسلام کا وقار
6. عزت اور اسکے حصول کا طریقہ
7. قیمتی اوقات اور زرخیز لمحے
8. میوزک خرمن ایمان کے لئے چنگاری
9. حق چار یار
10. جب سچائی خود بولے

جلد ہفتم

1. پاکستان اور اہلسنت کا باہمی رشتہ
2. مائیں جب فرمائیں
3. یہود و نصاریٰ اور ہمارا جداگانہ تشخص
4. باپ کی شان اور امتحان
5. دین میں رائے اور تقلید کی گنجائش
6. ختم نبوت اور قادیانی کفر
7. شہدا زندہ ہیں
8. اعتکاف یاد الٰہی میں انہماک
9. ناموس رسالت ﷺ کے پہرے دار و جاگتے رہو
10. آئمہ محدثین اور اہل قبور سے استمداد

جلد ہشتم

1. خانقاہیں اور لذت اسرار
2. میرے لئے اللہ کافی ہے
3. آرڈر پر اشیاء تیار کروانے کے شرعی احکام
4. رگ ملت اور نشر تعلیم جدید
5. جب رسالت خود نعرہ زن ہو
6. حرمت شراب
7. انسانی حواس کا صحیح استعمال
8. نظام مصطفےٰ ﷺ ایک مثالی انداز حکمرانی
9. اسلام ہم تیرے ہیں

جلد نہم

1. وصیت کے شرعی احکام
2. والدین مصطفےٰ ﷺ کی ایمانی شان
3. ناموس رسالت ﷺ کے نگہبان ہو لے
4. رسول اللہ ﷺ کی شجاعت
5. اسلام کی اپنی بیٹیوں سے گفتگو
6. رہن گروی کے مسائل
7. ایک عددی زندگی
8. حج کے اسرار و رموز
9. معرفت الٰہی: اسباب علامات
10. قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلمان!
11. تبلیغ دین کے فوائد
12. یہ شان رسالت ﷺ کا ہے ذرا ہوش سے بول!

جلد دہم

1. تحفظ ختم نبوت ﷺ میں علماء اہلسنت کا کردار
2. یہ ایک سجدہ ہے جسے تو گراں سمجھتا ہے
3. دو قومی نظریہ ملکی سالمیت کا راز
4. جادو کی مذمت
5. روح کی طہارت
6. عظمت اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم
7. ایاک نعبد و ایاک نستعین کی تفسیر
8. تصوف ایک خاموش ایمانی تحریک
9. وسیلہ قرآن و سنت کی روشنی میں

صراط مستقیم پبلیکیشنز
5,6- مرکز الاولیس داتا دربار مارکیٹ، شیخ ہندی سٹریٹ، لاہور
042-37115771-2, 0321/0315-9407699